

18-28

وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا

اور علم سکھایا ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم



مکمل

حضرت علامہ سید محمد ریاض الدین پھریزی

کرمان والا بک شاپ

ایوان حمد لغت و منقبت سہروردیہ فاؤنڈیشن انٹرنیشنل لاہور پاکستان

0300-8415162 - 0300-4472155



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اور علم سکھایا ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم

(نورہ کہف : آیت ۶۵)



مؤلف

حضرت علامہ سید محمد ریاض الدین سہروردی

دکان نمبر ۵
دربار مارکیٹ
لاہور

کرمان والا بک شاپ



Voice: 042-7249515

0300-4306876 0307-4132690

فیضانِ حرم

شمس العارفین سراج اللمین قطب الاقطاب، پیر طریقت زہر شریعت

حضرت پیر محمد اسماعیل شاہ بخاری

المعروف حضرت کرمان والے۔ آستانہ عالیہ حضرت کرمان والا شریعت (اوکاڑہ)

84714

پیر محمد اسماعیل شاہ بخاری
فیضانِ حرم

حضرت پیر میر طریب علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
مزار مبارک کرمان والا انڈیا

حضرت پیر محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ



چاہتے ہو اگر نیک نامی آل زہرا رضی اللہ عنہما کی کروغلامی
ان کے قدم سے زاہد نیازی پر کونوں کے مارے ہوئے ہیں

بیت اللہ

زینت السادات نور السادات فخر السادات

صمصام علی شاہ بخاری

باشین حضرت
کرمان والا شریعت

بیت اللہ

زینت السادات نور السادات فخر السادات
پیر طریقت زہر شریعت حضرت پیر سید

میر طیب علی شاہ بخاری

سجادہ نشین
حضرت کرمان والا شریعت

فتاویٰ شیخ صوفی
باصفا، بیک صوفی صفا
ابوالانعم اللہ

برکت علی

بانی کرمان والا شریعت

زینتِ حرم

پیر انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی

خلیفہ مجاز حضرت کرمان والا شریعت

جملہ حقوق محفوظ ہیں

قیمت 170 روپے

اشاعت 5-01-2011

پیر محمد اسماعیل شاہ بخاری
فیضانِ حرم

فہرست



96	حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب	3	فہرست
99	خواب کی قسمیں	4	عرض ناشر
101	اولیاء اللہ کے خواب	7	انتساب
105	کفار کے خواب	8	التجابد رگاہ رب العالی
111	ایک استفسار اور اس کا جواب	9	حمد
115	مقربین کی صحبت بھی ذریعہ حصول علم الہی ہے	10	حمد باری تعالیٰ
119	آصف بن برخیا اور بلقیس کا تخت	11	نعت
121	چارہ ماہ کے بچے کی فراست	12	نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
131	حقیقت کشف	16	سبب تالیف
144	تجلی	20	پیش لفظ
145	چند واقعات کشف	21	نعتیں
150	اشغال و افکار	23	علم الہی کا ثبوت
155	بیعت	32	ایک مغالطہ اور اس کا تدارک
159	اہل قبور سے فیض حاصل کرنا	38	دوسرا ثبوت
160	ذکر کشف الروح	39	تیسرا ثبوت
161	ذکر کشف قلب	41	چوتھا ثبوت
161	مراقبہ	44	پانچواں ثبوت
164	وجد تو اجد اور وجود	47	چھٹا ثبوت
165	استخارہ	48	ساتواں ثبوت
168	محبت و عشق	59	قرآن مجید سے باطنی حسوں کا ثبوت
170	عشق حقیقی کی شناخت	69	عقلی دلیل
171	عشق حقیقی کا نتیجہ	73	اقسام وحی
172	مثنوی	77	ایک اعتراض
174	قصیدہ معراجیہ	79	ثبوت الہام
176	اظہار تشکر	83	حقیقت خواب
		89	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب
		93	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض ناشر

”وما ارسلناك الا رحمة للعالمين“

اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ تمام مخلوق کا علم رسول اللہ ﷺ کے علم سے موازنہ نہیں پاسکتا۔ جبکہ تمام مخلوقیں علوم ارضی نہیں پاسکتی۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا۔ یا رسول اللہ ﷺ زمین کس چیز سے جنبش کے بجائے سکون اور قرار میں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قاف سے سکون اور قرار میں ہے جس کی بناوٹ زمرہ کے پتھر سے واقع ہے۔ اور آسمان کی نیلی رواق اور نیلا ہٹ کوہ قاف کا پرتو ہے۔ جس کی بلندی پانچ سو برس کا سفر ہے۔ اور کوہ قاف سے پہلے سات زمینیں مٹی سے بنی ہوئیں ہیں اور کوہ قاف کے آگے یعنی پارسات اور زمینیں ہیں جو سب کی سب مُشک سے بنائی گئی ہیں اور اس کے آگے سات زمینیں کافور سے بنی ہوئیں ہیں اور اس کے آگے سات زمینیں چاندی کی ہیں۔ بعد ازاں ستر ہزار پرچم ہیں اور ہر پرچم کے مچھے ستر ہزار فرشتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کے بعد پھر کیا ہے؟ فرمایا اس کے بعد پھر اژدھا سانپ ہے۔ جو اتنا لمبا طویل ہے جس کی لمبائی دو ہزار سال کا سفر ہے اور یہ تمام جہان اس اژدھا سانپ کے حلقہ میں ہے۔

مزید فرمایا کہ مٹی کی بٹی ہوئیں سات زمینوں میں سے پہلی زمین پر سب بنی آدم آباد ہیں اور اربعہ عناصر سے پیدائش رکھتے ہیں۔

نبی کی شان کریں نہ ماننے والوں مجھے بس اتنا بتا دو کہ کافر کیا ہے

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے

پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اور پھر دوسری زمین پر پر یوں کی دنیا آباد ہے۔ جو ایک مستقل مخلوق ہے۔ اس کے بعد

تیسری زمین پر تمام ڈسنے والے جانور رہائش رکھتے ہیں۔ بعد ازاں چوتھی زمین کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس میں سب سانپ ہی سانپ رہا کرتے ہیں۔ پھر اس کے آگے پانچویں زمین ہے

جس میں سب دیوؤں کی مخلوق ہے (جس کے متعلق سنا جاتا ہے کہ یہ مخلوق دھواں سے پیدا کی گئی ہے) چھٹی زمین پر سب شیطان رہتے ہیں اور ان کی اولادیں قیام پذیر ہیں۔ اور ساتویں زمین پر فرشتے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور ان زمینوں کے نیچے ایک گائے ہے جس کے چار سینگ ہیں۔ اور زمین کے ساتوں طبق ان سینگوں کے درمیان میں واقع ہیں اور وہ گائے ایک مچھلی کی پشت کے مہرے پر کھڑی ہے اور وہ مچھلی پانی پر ہے۔ جس کی گہرائی چالیس برس کی راہ ہے اور وہ پانی ہوا پر قائم ہے یعنی معلق ہے اور پھر ہوا اندھا رے پر قیام کئے ہوئے ہے۔ اور وہ اندھا و دوزخ پر قائم ہے اور دوزخ ایک آسمانی پتھر پر رکھی ہوئی ہے وہ پتھر ایک فرشتہ کے سر پر ہے اور وہ فرشتہ پھر ہوا پر کھڑا ہے اور وہ ہوا قادر مطلق ذات کی قدرت پر لٹکی ہوئی ہے اور قدرت اس کی غیر متناہی اور بے پایاں ہے پس اس قادر مطلق ذات کی کاری گری اور صنعت کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے جس نے تمام جہانوں اور ان میں سے تمام مخلوقوں کو تمام ذرہ ذرہ از ذرات کائنات ہائے تک اپنی رحمت کو پہنچانے اور فضل من اللہ کو سپلائی کرنے کے لئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ علم دیا اور بڑا کامل وسیلہ بنا کر اعزاز کا سہرا پہنایا اور ”رحمۃ للعالمین“ کے خطاب سے نوازا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ دینے والا ہیں اور میں تقسیم کرتا ہوں (فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کردار و اخلاق، صفات و اوصاف کے متعلق سوچنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تو وراء الوراء ہیں۔ آپ کی آل پاک اور آپ کے ادنیٰ غلام کی شان کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔

مُرشد کریم فخر السادات، زینت السادات، نور السادات، گنج کرم معدن الجود کرم اعلیٰ حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت کرمان والے رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آ گیا حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ (خطیب پاکستان) ایک دفعہ بغداد شریف حاضر ہوئے تو تقریباً سات دن وہاں قیام کیا اور سات دن ہی محبوب سبحانی شیخ لامکانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی المعروف غوث الاعظم دستگیر علیہ السلام کے مزار اقدس پر حاضری دیتے رہے اور ساتوں دن یہ عرض کرتے رہے کہ حضور پاکستان میں آپ کے گن گاتے رہتے ہیں اپنی زیارت سے مشرف فرمائیں اور جب اوکاڑوی صاحب ساتویں روز رات کو سوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ

ایک بہت بڑا لوگوں کا ہجوم تھا اور ایک تخت لگا ہوا تھا تخت پر ایک بڑے ہی نورانی چہرے والے بزرگ تشریف فرما تھے اور جب غور سے دیکھا تو وہ بزرگ ہستی حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ تھے واپس پاکستان آ کر حضرت کرماں والا شریف حاضر ہوئے تاکہ حضرت کو سارا واقعہ بیان کروں۔ جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو اوکاڑوی صاحب کے بتانے سے پہلے ہی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مولوی جی غوث پاک سرکار دیو فی رجب رجب کے زیارت کیتی۔

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی

یہ شان ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالم کیا ہوگا

پیر طریقت رہبر شریعت آفتاب ولایت شیخ المشائخ حضرت علامہ پیر سید ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن و حدیث اور تصوف کی روشنی میں ایک مستند تحریر ”علم لدنی“ لکھی۔ میری دعا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی قبر پر کروڑہاں رحمتوں کا نزول فرمائے اور آپ کے درجات مزید بلند فرمائے۔ آمین

اس کتاب کو دوبارہ پرنٹ کرنے کے لئے بلبل مدینہ الحاج پیر سید محمد فصیح الدین سہروردی دامت برکاتہم قدسیہ، محترم جناب سید سلیم شاہ سہروردی صاحب، محترم جناب کمال الدین سہروردی صاحب کی وساطت سے ادارہ ”کرماں والا بک شاپ“ کو سعادت حاصل ہو رہی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے ہماری اس کاوش کو قبول فرما کر مزید قرآن و حدیث کی اشاعت کو عوام الناس تک پہنچانے کی توفیق بخشے۔

ادارہ نے اس کتاب کی پروف ریڈنگ پر بہت توجہ دی ہے اگر کوئی لفظی غلطی رہ گئی ہو تو ادارہ کو مطلع کریں تاکہ اس کو درست کیا جاسکے ادارہ آپ کا حذر رجبے کا ممنون ہوگا۔

سمیع اللہ برکت

خادم درگاہ حضرت کرماں والا شریف

۱۰ محرم الحرام بروز جمعہ المبارک

۱۸ دسمبر ۲۰۱۰ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتساب

فقیر، حقیر و پر تقصیر اپنی اس ناچیز تالیف موسومہ بہ علم لدنی کو بصورت نذر عقیدت، بواسطہ حاجی الحرمین الشریفین، سید و مرشدی، امام السالکین حضرت خواجہ ابوالفیض سید قلندر علی شاہ صاحب قبلہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، آقائے نامدار رسول مختار، فخر موجودات، خلاصہ کائنات، خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین، سید و سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند و بالا اور بے مثال دربار میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے اور بتجلی ہے کہ

گر قبول افتد زہے بخت و نصیب

☆=☆=☆

التجابد رگاہ رب تعالیٰ

اے خدائے بزرگ و برتر تو اپنی ذات و صفات میں بے مثل و بے مثال ہے۔ تو تمام کائنات کا خالق و مالک ہے ہر چیز تیرے قبضہ و اختیار میں ہے تمام عالم میں تیرا ہی حکم جاری و ساری ہے، تو بے پناہ قوتوں کا مالک ہے تیرے حضور میں کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ ایک ادنیٰ سا ذرہ بھی تیرے حکم کے بغیر متحرک نہیں ہو سکتا۔

تیرا علم اور تیری حکمتیں جہاں بھر کو محیط ہیں، تیرے سامنے کسی کا ذکر و فکر کوئی حقیقت نہیں رکھتا، تیری بارگاہ لایزل میں عاجزی و انکساری باریاب ہوتی ہے، اور کبر و نخوت راہ نہیں پاتی، تو جسے چاہے تخت و تاج بخشے اور جسے چاہے ذلت و رسوائی کے گڑھے میں دھکیل دے۔ جسے کہیں پناہ نہیں ملتی وہ تیرے دامن کرم میں پناہ حاصل کرتا ہے۔ جو دنیا کے دروازوں سے مایوس ہو جاتا ہے، تیرے دروازہ لطف و عطا پر اس کی مایوسی دائمی شادمانی و کامرانی میں بدل دی جاتی ہے۔

اے مہا پاپیوں سے درگزر کرنے والے، سیاہ کاروں کو بخشنے والے، بدکاروں پر اپنی شان ستاری و غفاری سے متوجہ ہونے والے اور بھیک منگوں کی جھولیاں مرادوں سے بھرنے والے تیرا یہ حقیر و پر تقصیر بندہ عمل کی دنیا میں بالکل خالی اور کورا ہے، مگر لا تقنطوا من رحمة اللہ۔ کا سہارا لیتے ہوئے تیرے پر جلال دربار میں نہایت عاجزی و الحاح کے ساتھ عرض گزار ہے کہ میری دستگیری و رہنمائی فرما، میرے پاس علم کا کوئی سرمایہ نہیں، اور نہ مجھے عالم و فاضل ہونے کا دعویٰ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ محض جاہل و بے خبر ہوں، تو حکیم خبیر و علیم ہے کائنات کے ذرہ ذرہ میں تیرے ہی علم و حکمت کی شمعیں روشن ہیں تو نے اپنی طرف آنے والے کو کبھی نامراد نہیں پھیرا، میں بے بضاعت، ہاتھ خالی، تیرے آستانہ بلند و بالا پر بھیک مانگنے آیا ہوں۔ اپنے پیارے محبوب کو نبین کے سردار، حضور پر نور، شافع یوم النشور، سرکار دو عالم، باعث آدم و نبی آدم سیدالابرار، رسول مختار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے مجھ عاجز پر اپنے علم اور اپنی حکمتوں کے دروازے کھول دے اور اس کتاب ”علم لدنی“ کے لکھنے کی توفیق مرحمت فرما، اسے اپنے حضور شرف باریابی بخش، اور اسے میری دینی و دنیاوی نجات کا ذریعہ بنا اور اس کے ہر قاری کا دل اپنے اور اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے جگمگا دے۔ اور علم لدنی سے سینوں کو معمور فرما دے۔ آمین یا رب العالمین۔

بحرمت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام

حمد باری تعالیٰ

میں گناہ گار شیوہ تیرا درگزر خالق دو جہاں تو کہاں میں کہاں
بندہ پر خطا پر کرم کی نظر مالک انس و جاں تو کہاں میں کہاں

تو ہے مومن مہمین سمیع و بصیر تو معین حفیظ علیم و خبیر
میں ہوں محکم تو حاکم مقتدر مجھ کو بھی دے اماں تو کہاں میں کہاں

میں تیرا بندہ تو میرا معبود ہے ہر جگہ لمحہ لمحہ تو موجود ہے
سجدے کرتا رہوں میں تجھے عمر بھر تو ہو ورد زباں تو کہاں میں کہاں

تو رحیم و کریم و قدیر و لطیف میں اسیر و فقیر و ضعیف و کثیف
اے قوی رحم فرما میرے ضعف پر میں بڑا ناتواں تو کہاں میں کہاں

تجھ سے وابستہ ہر آرزو ہے میری شاخ امید ہو جائے میری ہری
ابر رحمت کا اس سمت بھی ہو گزراے میرے مہرباں تو کہاں میں کہاں

تیری درگاہ میں ہے دعائے ریاض جگمگا دے میری زندگی کی بیاض
نقش کر نام احمد میرے قلب پر ہو یہی حرز جاں تو کہاں میں کہاں

☆=☆=☆

حمد باری تعالیٰ

ہر طرح کی حمد و ستائش کے لائق وہی ذات قدیم ہے جس کا نام پاک اللہ ہے اس کی صفات کا کوئی شمار نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ اس کی ذات کو فنا نہیں وہ تمام کائنات کا خالق اور بلا شرکت غیر نے واحد مالک و مختار ہے جب کچھ نہیں تھا تو وہ تھا اور جب کچھ نہیں ہوگا تو وہ ہوگا۔

اس نے عدم کو وجود کا لباس پہنایا اور کن فرما کر نیست سے ہست کہا وہ ایک پوشیدہ خزانہ تھا جب اس نے چاہا کہ وہ پہچانا جائے تو اس نے مخلوق کو پیدا کیا اور سب میں انسان کو اشرف قرار دیا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔ (پارہ نمبر ۳۰ سورہ التین: آیت ۴)

اور ولقد کر منا بنی آدم کے تاج سے اسے نوازا اور اپنی معرفت کا سب سے بڑا نشان ٹھہرایا۔ ہر مخلوق یہاں تک کہ مٹی کا چھوٹا سا ذرہ بھی اس کی پہچان کا ایک آئینہ ہے۔

جملہ ذرات جہاں مرآت اوست
ہرچہ بنی مصحف آیات اوست

(خواجہ فرید الدین عطار سہروردی)

کون ہے جو اس کی معرفت کا دعویٰ کرنے؟ ما عرفناك حق معرفتك اور کون ہے جو اس کی عبادت کا مدعی بنے؟ ما عبدناك حق عبادتك وہ تمام جہاں کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ہر شے کی حقیقت کو خوب جانتا ہے۔ مگر اس کی حقیقت کا ادراک کس کو ہو سکتا ہے اور کون اس کی کنہہ کو پہنچ سکتا ہے؟ اس میدان میں عقل بے عقل اور ہوش بے ہوش ہے۔

اے برتر از خیال و قیاس و گماں وہم
وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت پایاں رسید عمر
ماہچہاں دراول وصف تو ماندہ ایم

(خواجہ شیخ سعدی عطار سہروردی)

نعت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

میں کسی کے در پہ نہ جاؤں گا میرا آستاں کوئی اور ہے
میرے حال کی ہے کسے خبر میرا رازداں کوئی اور ہے

ہے وسیلے سارے ہی معتبر میں کسی کا منکر نہیں مگر
میرے اور رب کریم کے ہے جو درمیاں کوئی اور ہے

کسی کو کسی کی اماں ملی کسی کو کسی نے پناہ دی
میں بھی ہوں کسی کی پناہ میں میرا نگہباں کوئی اور ہے

یہ مکاں، یہ بنگلے، یہ کوٹھیاں، یہ میری پسند سے دور ہیں
وہ مکاں جو مجھ کو پسند ہے وہ میرا مکاں کوئی اور ہے

کسی اور کی کروں فکر کیوں! کسی اور کا کروں ذکر کیوں!
جو میرے خیال میں رات دن ہے رواں دواں کوئی اور ہے

کسی دل میں دنیا کی جستجو کسی دل میں خلد کی آرزو
اے ریاضِ دل میں مگر میرے وہ جو ہے نہاں کوئی اور ہے



نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بَعْدَ كُلِّ ذِ
رَّةٍ مِائَةَ أَلْفٍ مَرَّةٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

حضور اکرم، نور مجسم، شہنشاہ و عرب و عجم، فخر آدم و بنی آدم، باعث ایجاد عالم، رسول
مختار، سید البرار، محبوب خدا، سرور انبیاء خاتم النبیین والمرسلین، رحمۃ للعالمین، مہر دار کل، ہادی
سبل، نور ذات، مظہر صفات، خلاصہ کائنات، سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
ذات ستودہ صفات کی مدحت سرائی کے لئے کس کولب کشائی کا یارا ہو سکتا ہے۔ جب کہ
خالق کائنات نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ارشاد فرما کر اس کے ذکر و شان کو اتنا بلند کر دیا کہ وہ
ہر آن رفعت و اوج کی طرف اس طرح گامزن ہے کہ ایک قدم بھی پیچھے آنا اس کے لیے
محال و ناممکن ہے۔ اگر تمام جہانوں کی مخلوق ہمیشہ ہمیشہ اس بلند و برتر ہستی کی تعریف و
توصیف اپنا واحد نصب و العین بنا لے تو بھی اس ذات مقدس کے کمالات و اوصاف میں
ذرہ بھر بھی اضافہ نہیں کر سکتی، اور اگر خدا نخواستہ اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دے تو اس
کی بے پناہ خوبیوں میں رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ حق تو یہ ہے
کہ رب تبارک و تعالیٰ جل مجدہ نے بفرحوانے وَأَتَمَّتْ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کی ذات اقدس پر اپنی ہر نعمت اور اپنے ہر انعام کی اس طرح تکمیل فرمادی، کہ کوئی ایسی
احتیاج باقی نہیں رکھی۔ جسے اپنی مخلوق کے ذریعہ سے پورا کرانا مقصود ہوتا۔

اس وَحْدَةً لِأَشْرِيكَ لَهُ نے اپنے محبوب کبریا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو استغنا کا وہ

مرتبہ عطا فرمایا کہ آپ کی ذات مقدس سے اس کی شان بے نیازی کا ظہور ہونے لگا۔

دنیا کا بڑے سے بڑا انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلال کی چوکھٹ پر عقیدت سے جھکا ہوا نظر آتا ہے، اور ان کے درجات کی بلندی اور مراتب و مقامات کا عروج دیکھ کر زبان حال سے یہ کہتا ہوا سنائی دیتا ہے۔

از مقام کبریا آگاہ دلم
وز مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم در حیرتم

(خواجہ رومی رحمۃ اللہ علیہ)

کہاں وہ نورٌ مِّنْ نُورِ اللّٰهِ اور کہاں یہ آب و خاک و باد و تار کا مجسمہ۔

چہ نسبت خاک را پاء عالم پاک

ابن آدم پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار احسانات ہیں، اور سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت کے جامہ میں بھیجا، اور اس کی برکت سے انسان کو تمام مخلوقات میں شرف و مجد بخشا، اس نور معظم کو جامع بشریت میں اس بنا پر بھیجا گیا تا کہ اولاد آدم کما حقہ اس سے مانوس ہو اور اس کی روشنی میں ہدایت و معرفت الہی کی راہیں تلاش کر کے اپنے مقصود اصلی یعنی معبود حقیقی کی بارگاہ میں باریابی پائے، اور اسی غرض غایت کے پیش نظر جن وانس کو پیدا کیا گیا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (ای لِيَعْرِفُونِ)

”یعنی نہیں پیدا کیا میں (خدا) نے جن وانس کو مگر اس لئے کہ وہ عبادت کریں (یعنی

معرفت حاصل کریں)۔“ (پارہ نمبر ۲۷ سورہ الذریت: آیت ۵۶)

حدیث قدسی میں ہے، رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًّا فَاحْبَبْتُ اَنْ اَعْرِفَ فَاَخْلَقْتُ الْخَلْقَ -

”میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا جب میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو

پیدا کیا۔“

اس حدیث پاک سے یہ ظاہر ہوا کہ مخلوق خالق کی پہچان حاصل کرنے کا ایک آئینہ ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ مخلوق میں سب سے اول محمد ﷺ کا نور مبارک معرض وجود میں آیا۔ جیسا کہ ارشاد ہے اول ما خلق اللہ نوری اور باقی مخلوق نور مصطفیٰ ﷺ سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی پس یہ حقیقت آفتاب نصف النہار کی طرح معلوم ہوگئی کہ معرفت الہیہ کا سب سے بڑا اور موثر ذریعہ رسول ﷺ کا وجود باوجود ہے۔

حضور اکرم نوز مجسم ﷺ نے عرفان باری تعالیٰ کے حصول کے لئے ایک آسان ترین اصول وضع فرمایا اور ارشاد کیا مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو جانا اس سے سہل اور زودرس راستہ کا اختیار کرنا ناممکن ہے کیا۔ عجب بات ہے کہ انسان کو عرفان حق کے لیے کسی دوسری طرف نظر دوڑانے کی ضرورت نہیں، وہ اپنے ہی وجود پر اتنا غور و فکر کرے کہ اسے اپنے اندر معرفت ذات کے جلوے نظر آنے لگیں اور یہ کمال اس وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ خدا کو تلاش کرنے والا معرفت الہیہ کے سب سے بزرگ اور سب سے زیادہ موثر ذریعہ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن کرم سے وابستہ رہے تاکہ اس پر نفس کی حقیقتوں کا انکشاف ہو اور اسی انکشاف میں سے اسے اپنے معبود حقیقی کا پتہ مل جائے۔

اللہ تعالیٰ کے ہر انعام پر اس کا شکر بجالانا واجب ہے، بندوں پر اس کا سب سے بڑا انعام عطاء ذات مصطفیٰ ﷺ ہے، اس بزرگ ترین انعام کا شکر یہ ادا کرنے کے لئے انسان کو چاہئے کہ خود کو آنحضرت ﷺ کی ثناء خوانی و نعت خوانی کے لیے وقف کر دے، اسی میں رب العزت جل شانہ کی خوشنودی اور اس کی اپنی نجات کا راز مضمحل ہے، مگر یہ یاد رہے کہ آداب رسالت پورے طور پر ملحوظ خاطر رہیں کیونکہ یہاں ادنیٰ سی بے احتیاطی اور ذرا سی غفلت اعمال صالح کے اکارت ہو جانے کا سبب بن جایا کرتی ہے اور پتہ بھی نہیں چلتا۔

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ

كَجَهْرٍ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ط

(سورة حجرات پارہ ۲۶: آیت ۲)

با خدا دیوانہ باش و با محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوشیار
ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایس جا

(علامہ اقبال رضی اللہ عنہ)

بَلَّغَ الْعُلَىٰ بِكَمَالِهِ
كَشَفَ الدُّجَىٰ بِجَمَالِهِ
حَسُنَتْ جَمِيعُ خِصَالِهِ
صَلُّوا عَلَيْهِ وَآلِهِ



سبب تالیف

کچھ عرصہ ہوا میرے ایک دوست محمد عنایت صاحب قادری پروپرائٹر قادریہ لیدر اسٹور عشاء کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے بعد از فراغت نماز انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں دینی مسائل پر مشتمل کوئی کتاب لکھوں، وہ خود اس کی کتابت و طباعت کے مصارف محض فی سبیل اللہ برداشت کریں گے۔ اس پر فتن دور میں اشاعت اسلام کے لیے جناب محمد عنایت صاحب کے اس جذبہ ایثار سے میں بے حد متاثر ہوا اور میں نے ان کی فرمائش کو اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر قبول کر لیا۔ مولا کریم عنایت صاحب کو دارین میں ظاہری و باطنی خیر و برکت سے مالا مال فرمائے۔

چند روز تو اس پر غور ہوتا رہا کہ کس موضوع پر کتاب لکھی جائے؟ بالا آخر رب تعالیٰ نے مدد فرمائی اور یہ طے پایا کہ کتاب کا نام علم لدنی رکھا جائے اور اسی ایک مسئلہ پر قرآن و حدیث اور تصوف کی روشنی میں کچھ لکھا جائے۔ موجودہ زمانہ میں جب کہ ہر طرف مادہ پرستی کا دور دورہ ہے اور عوام اسباب کے بندھنوں میں کچھ اس طرح جکڑتے جا رہے ہیں کہ ان کے اور مسبب کے درمیان بعد بڑھتا چلا جا رہا ہے، اور یہ دوری اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان کی نظر میں جو کچھ ہے وہ سبب ہے اور سبب کے بغیر ایک قدم بھی اٹھانا محال و ناممکن ہے۔ حالانکہ سبب ذاتی طور پر نہ نافع ہے نہ ضار، نفع اور نقصان مسبب کی مرضی سے ہے لہذا جو کچھ ہے وہ مسبب ہے، اور سبب اس کے حکم سے موثر ہے۔ عارف رومی فرماتے ہیں:

از مسبب می رسد ہر خیر و شر
نیست اسباب و دسائط را اثر

(خواجہ رومی رحمۃ اللہ علیہ)

زمانہ حال میں علم سائنس کی کرشمہ سازیاں اظہر من الشمس ہیں اور سائنس زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہو چکی ہے۔ میرے نزدیک سائنس وہ علم ہے کہ جس کے ذریعہ سے اشیاء کی حقیقت معلوم کی جاتی ہے۔ گویا سائنس کے معنی ہیں تحقیق تو اس تحقیق کی اجازت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

(پارہ نمبر ۲۵ سورہ جاثیہ: آیت ۱۳)

وَخَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا (پارہ نمبر ۱ سورہ بقرہ: آیت ۲۹)

رب العزت کے ارشادات میں جب زمین و آسمان کی ہر چیز انسان کے مفاد کے لئے پیدا کی گئی ہے تو اللہم اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ۔ کے تحت حقیقت اشیاء کا معلوم کرنا از بسکہ لازمی و ضروری ہو گیا اور یہی معلومات حاصل کرنے کا نام سائنس ہے۔ پس نفس سائنس کے مخالفت کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ اگر اس کو ناجائز رکھا جائے تو قرآن کائنات پر غور و فکر کی جو دعوت دیتا ہے وہ معاذ اللہ بیکار ہو کر رہ جاتی ہے۔

دور حاضر میں حقیقت اشیاء کے معلوم کرنے کے تمام طریقوں کا انحصار مادی قوتوں پر ہے، مادی قوتوں اور ان کے ذریعہ طرح طرح کے انکشافات نے انسان کو اتنا مغرور کر دیا ہے کہ وہ قوتوں کے خالق اللہ جل شانہ سے ہی منہ موڑ بیٹھا اور تباہی کے گڑھے میں جا پڑا۔ اس لئے کہ اس پر یہ انکشاف نہیں ہوا کہ مادی قوتیں فی الحقیقت کوئی چیز نہیں، اصل طاقت ان قوتوں کے خالق و مالک رب تبارک و تعالیٰ کی ہے۔ جس نے ان قوتوں کو موثر بنایا۔ حقیقت اشیاء معلوم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ علم لدنی ہے۔ جس میں ہینگ لگے نہ پھٹکری اور کام چشم زدن میں ہو جائے۔ علم لدنی کی طاقت اسباب کی محتاج نہیں، عالم علم لدنی دی اسباب کے گورکھ دھندوں میں دل نہیں پھنسا، اس کے پاس اسباب ضرور ہوتے ہیں۔ مگر مادہ سے بالکل الگ تھلگ اور یہ اسباب اسے مسبب سے بے نیاز نہیں ہوتے، بلکہ جوں جوں تحقیق کا دروازہ کھلتا جاتا ہے، اتنا ہی وہ مسبب کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کی

نظر میں سب بذاتہ موثر نہیں بلکہ اس کے پیچھے کوئی اور طاقت ہے جو ذاتی طور پر موثر ہے۔

عارف رومی کا ارشاد ہے:

دیدہ باید سب سوراخ کن

تاجب رابر کند از بنخ و بن

آنکھ وہ ہے جو سب پر فریفتہ ہو کر نہ رہ جائے، بلکہ سب کے اندر سوراخ کرتی اور حجابات کو بنخ و بن سے اکھاڑتی ہوئی، مسبب تک جا پہنچے، یہ سعادت علم لدنی کی برکت ہے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

آج کل عوام کا سو فیصدی رجحان علم دنیا حاصل کرنے کی طرف ہو رہا ہے تاکہ دنیا خوب کمائی جائے اور عیش و عشرت میں زندگی گزاری جائے۔ ان کا خیال ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ انسان صرف اس لیے پیدا ہوا ہے کہ اچھا کھائے اچھا پہنے اور ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرے، اور ان مقاصد کے حصول کے لیے ہر ممکن ذریعہ اختیار کیا جائے قطع نظر اس کے کہ وہ جائز ہے یا ناجائز، ان کے یہاں خدا شناسی کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ اسلام دنیا کمانے کے خلاف نہیں۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ دنیا کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں جا بیٹھو اسلام لادھبائیة فی الاسلام کا اعلان کرتا ہے۔ اسلام انسان کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر یہ کہتا ہے کہ یہ دنیا تیرے لئے ہے، اس کو موت سے پہلے خیر باد کہنا درست نہیں یہاں کی ہر چیز صرف تیرے لئے پیدا کی گئی ہے، اگر تو ان سے فائدہ نہیں اٹھائے گا اور ان سے کٹ کر الگ ہو جائے گا۔ تو تو نے عملاً یہ ثابت کر دیا کہ دنیا بے کار اور باطل ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے پیدا کرنے والے نے حاکم بدہن غلطی کی کہ ایک ایسی چیز پیدا کر دی جس سے کوئی نفع حاصل نہیں کیا جاسکتا اسلام دنیا میں رہنے اس کو حاصل کرنے اور فائدہ اٹھانے کا پورا پورا حق دیتا ہے۔ مگر ساتھ یہ فرماتا ہے کہ اس دنیا کو حصول آخرت کا ذریعہ بناؤ۔ دنیا میں اتنے منہمک نہ ہو جاؤ کہ یہ انہماک تمہیں خالق دنیا سے بے تعلق کر کے تباہ و برباد کر دے۔

اسلام فرماتا ہے کہ دنیا خوب کماؤ لکھ پتی اور کروڑ پتی ہو جاؤ۔ اچھا کھاؤ۔ اچھا پہنو

اور اچھے مکانوں میں رہو، اطمینان اور آرام کی زندگی بستر کرو، مگر یاد رکھو یہ دنیا تمہارے لیے ہے اور تم خدا کے لیے ہو۔ تمہیں دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ یہاں کی ہر شے سے خالق دنیا کا سراغ لگانے کی کوشش کرو۔ اور اسے معرفت الہیہ کا ذریعہ بناؤ۔ دنیا کو اپنا نا اور خالق دنیا سے بیگانہ ہو جانا کہاں کی ہوش مندی ہے؟ خالق دنیا کا پتہ لگانا اور اس کی بارگاہ تک رسائی حاصل کرنا ہی انسان کی تخلیق کا اصل مقصد ہے۔ اور اس مقصد عظیم کے حصول کے لیے ایسی روشنی کی ضرورت ہے جو خدا شناسی کی راہوں کو اجاگر کرتی چلی جائے۔ اور سالک کو منزل مقصود پر پہنچا دے۔ یہ روشنی دنیاوی علم سے نہیں بلکہ علم لدنی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور علم لدنی اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنے سے ملتا ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
ہر کہ خواہد ہمنشین بے خدا
گوشیند در حضور اولیاء

ان خیالات کے پیش نظر کتاب علم لدنی کے لکھنے کا ارادہ ہوا۔ بارگاہ رب العزت میں اس کے پیارے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اپنے فضل خاص سے اس کتاب کی تکمیل فرمائے۔ اسے شرف قبولیت بخشے اور عامتہ الناس کے لیے سود مند اور اس عاجز و خاکسار کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے آمین یا رب العالمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محتاج کرم

سید محمد ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

☆=☆=☆

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’علم لدنی‘ حضرت علامہ سید محمد ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف پر معرکتہ الآرا تصنیف ہے۔ اس کتاب کی پہلی اشاعت حضرت علامہ سید محمد ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد حضرت خواجہ ابوالفیض سید قلندر علی شاہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ حیات میں ہوئی۔ حضرت قلندر علی شاہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ سید ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کاوش کو زبردست خراج تحسین پیش کیا تھا۔ حضرت علامہ ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی تھا کہ علم لدنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میرے مرشد حضرت خواجہ ابوالفیض سید قلندر علی شاہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فیض ہے علم لدنی کتاب ہر اس شخص کے لئے شمع ہدایت ہے جو ہدایت کا متلاشی ہے اور روحانی بالخصوص تصوف کے ذریعہ عشق الہی اور عشق رسول کی راہ کا مسافر ہے۔ علم لدنی وہ کتاب ہے جو ایک عاشق کو عشق الہی اور عشق رسول کی چاشنی بخشتی ہے۔ یہ کتاب انسان کو رب کی معرفت کا راستہ دکھاتی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت میں سید سلیم شاہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، سکندر ایوب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، کمال الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور کرماں والا بک شاپ کا دل کی گہرائیوں سے مشکور ہوں۔

طالب دعا

سید محمد فصیح الدین سہروردی (نعت خواں)

31 جولائی 2010ء لاہور پاکستان

☆=☆=☆

نعت شریف

پیامِ خالق بنامِ خلقت لیے جو خیر الانام آئے
ہر اک قدم پر خدا کے اُن پر دُرود آئے سلام آئے

خدا ہے معطی بدستِ قاسم ہر اک کے دامن کو بھر رہا ہے
ہمیشہ ان کے درِ کرم پر خواص آئے عوام آئے

رسول سارے ہی بیت مقدس میں مقتدی بن کے منتظر تھے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو سب پکارے امام آئے امام آئے

نبی کی صورت میں اپنی رحمت خدا نے بھیجی ہے اس جہاں میں
ہر اک کو ہے احتیاج ان کی بنانے سب کے وہ کام آئے

نویدِ جنت ملے گی اُن کو خدا کی جانب سے حشر کے دن
لگاتے نامِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام آئے

کسی نے یہ غیب سے ندادی رچے گی گھر گھر جہاں میں شادی
اُٹھو کرو ہر طرف منادی وہ ایسا لے کر نظام آئے

ریاضِ محبوب رب کا بنا بس اس حقیقت پہ منحصر ہے
بڑے ادب سے تیری زباں پر حبیب باری کا نام آئے

☆☆☆

نعت شریف

ہے علم لدنی سے منور تیرا سینہ یا شاہِ مدینہ
 یہ عرشِ الہی ہے ترے قرب کا زینہ یا شاہِ مدینہ
 دنیا کی کوئی خوشبو اسے راس نہ آئی اور من کو نہ بھائی
 جس نے بھی تیرے جسم کا سونگھا ہے پسینہ یا شاہِ مدینہ
 ہولب پہ تیرا نام اجل آئے اسی دم مٹ جائے ہر اک غم
 اس موت میں پوشیدہ ہے جینے کا قرینہ یا شاہِ مدینہ
 تجھ سے ہے جسے عشق وہ قسمت کا دھنی ہے ہاں ہاں وہ غنی ہے
 الفت ہے تری رحمت باری کا خزینہ یا شاہِ مدینہ
 سورج میں چمک تیری قمر تجھ سے ہے روشن تاروں کا توجو بن
 چمکا دے میرے دل کا بھی بے نور نگینہ یا شاہِ مدینہ
 سیلاب گناہوں کا بڑے زور سے آیا خطرے میں ہے نیا
 اے میرے کھویا کہیں ڈوبے نہ سفینہ یا شاہِ مدینہ
 ادنی تیرا چا کر ہے ریاضِ دل خستہ دے اس کو بھی رستہ
 محتاجِ کرم دیر سے ہے تیرا کمینہ یا شاہِ مدینہ



84714

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مَا لِكَ یَوْمَ
الدِّیْنِ ۝ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
المُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغضُوبِ
عَلَیْهِمْ وَاَلَا الضَّالِّیْنَ ۝

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَاٰلِ سَیِّدِنَا وَاٰلِ
مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَاَهْلِ بَیْتِ وَاٰلِ سَیِّدِنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَاَتْبَاعِ سَیِّدِنَا وَاٰلِ سَیِّدِنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَاَتْبَاعِ سَیِّدِنَا وَاٰلِ سَیِّدِنَا
فِی الدَّارِیْنِ ۝

علم الہی کا پہلا ثبوت

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی فِی كَلَامِهِ الْقَدِیْمِ وَخَطَابِهِ الْعَظِیْمِ
فَوَجَدَ اَعْبَدًا مِّنْ عِبَادِنَا ، اَتَيْنَهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنَاهُ مِنْ

الدُّنْيَا عِلْمًا ۝ (پارہ ۱۵، سورہ کہف)

”پس پایا ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بند جسے ہم نے اپنے پاس سے
رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔“

اس آیہ کریمہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، ان کے حواری اور حضرت خضر علیہ السلام کی
طرف اشارہ ہے۔ جس میں حضرت خضر علیہ السلام کو ایک خاص علم کے دیئے جانے کا ذکر
ہے، اور سکھایا ہم نے اس (خضر علیہ السلام) کو اپنے پاس سے ایک علم، من لدنا سے صاف ظاہر

ہے کہ وہ ایک ایسا علم ہے جو رب تعالیٰ کے سکھائے بغیر سیکھا نہیں جاسکتا۔

علم آل باید کہ آی از خدا
در درون انبیاء و اولیاء

(خواجہ رومی رحمۃ اللہ علیہ)

علم وہ ہے کہ جو براہ راست بغیر کسی واسطہ کے رب تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہو اور یہ انبیائے علیہم السلام اور اولیاء موسیٰ علیہ السلام کا خاص حصہ ہے۔

صاحب کشف الاسرار نے لکھا ہے کہ یہ علم جاننے والا محقق ہے جو کچھ پاتا ہے وہی زبان پر لاتا ہے، فتوحات میں حضرت سلطان العارفين قدس سرہ سے منقول ہے کہ آپ نے علماء کے ایک گروہ سے فرمایا کہ ”تم نے مردہ سے مردہ علم لیا اور ہم نے اس زندہ (خداے تعالیٰ) سے علم لیا جو کبھی نہ مرے گا۔“

حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ”خزائن العرفان“ میں اسی آیت کریمہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ ”علم لدنی سے مراد غیوب کا علم ہے جو بندہ کو بطریق الہام حاصل ہو“ اس کی مکمل تفصیل ان شاء اللہ اپنی جگہ پر آئے گی۔ اور فرزند افرود اوہ تمام ذرائع زیر بحث آئیں گے کہ جن کے توسط سے علم لدنی حاصل ہوتا ہے۔

تفسیر حسین میں ہے کہ ایک دفعہ رب تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ السلام سے فرمایا کہ مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے۔ جسے علم خاص (علم لدنی) کی وجہ سے خصوصیت بخشی گئی ہے، آپ اپنے مصاحب کو لے کر وہاں جائیں اور ان سے ملاقات کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم یوشع بن نون جو ان کی خدمت و صحبت میں رہتے اور آپ سے علم اخذ کرتے تھے۔ ساتھ لیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مجمع البحرین کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب مقام مذکور پر پہنچے تو ایک صاحب سے ملاقات ہوئی یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے، انہی کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، اور یہ ہی علم خاص (علم لدنی) سے نوازے گئے تھے، اللہ کریم فرماتے ہیں:

فَوَجَدَ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا ، اٰتَيْنَهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنَاهُ مِنْ

(پارہ ۱۵، سورہ کہف: آیت ۶۵)

الدُّنْيَا عِلْمًا ○

”تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندا پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ تکیہ لگائے منہ پر کپڑا لگائے بیٹھے ہیں، آپ نے سلام عرض کیا، حضرت خضر علیہ السلام نے منہ سے کپڑا اٹھا کر جواب دیا اور فرمایا! تو کون ہے؟ جواب ملا کہ میں بنی اسرائیل کا نبی موسیٰ ہوں۔ حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی صحبت اختیار کروں اور آپ سے کچھ سیکھوں! حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا! جو شخص یہ کہے کہ میں صاحب شریعت پیغمبر ہوں وہ کسی سے کیونکر کچھ سیکھے گا! مطلب یہ تھا کہ جب آپ ”موسیٰ علیہ السلام“ صاحب شریعت نبی ہیں تو آپ کو کچھ سیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ کہا گیا کہ جو رسول جس قوم کی طرف آیا ہے اور جو علم کہ اپنے ساتھ لایا ہے، فروع و اصول میں وہ اس کا سب سے زیادہ جاننے والا ہو، اور جو علم اس قبیل سے نہ ہو اس کے متعلق کچھ حاصل کرنا شان نبوت کے خلاف نہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ اَتَّبِعَكَ عَلٰی اَنْ تَعَلِّمَنِيْ مِمَّا عَلَّمْتَ رُشْدًا ط

ترجمہ: ”کہا اس (خضر علیہ السلام) سے موسیٰ (علیہ السلام) نے کیا میں تمہارے ساتھ رہوں، اس

شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔“ (پارہ نمبر ۱۵ سورہ کہف: آیت ۶۶)

ثابت ہوا کہ انسان کو ہمیشہ طالب علم رہنا چاہیے خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو

جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ط وَ كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ

نُحِطُ بِهِ خُبْرًا ۝

(پارہ نمبر ۱۵ سورہ کہف: آیت ۶۸، ۶۷)

”کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیسے صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔“

حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فرمانا کہ آپ میرے ساتھ ٹھہرنہ سکیں گے اور میری باتوں پر صبر نہ کر سکیں گے اس بناء پر تھا کہ وہ جانتے تھے کہ آپ جب امور منکرہ و ممنوعہ دیکھیں گے تو صبر نہ کر سکیں گے، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے منکرات دیکھ کر صبر کرنا ناممکن ہے۔ اور ساتھ ہی اس کی وجہ یہ بیان کر دی کہ میرے ساتھ رہنے میں ایسا بھی ہوگا کہ آپ بعض باتیں کچھ اس قسم کی دیکھیں گے جو آپ کے نزدیک منکرات میں سے ہوں گی اور آپ کے علم نے ان کا احاطہ نہیں کیا ہوگا تو آپ ان پر صبر نہیں کر سکیں گے۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظر میں جن باتوں کا منکرات ہونا بیان کیا ہے ان کا تعلق علم ظاہری سے ہے، حدیث شریف میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک علم اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا عطا فرمایا جو آپ نہیں جانتے، اور ایک علم آپ کو ایسا عطا فرمایا کہ جو میں نہیں جانتا۔ مفسرین و محدثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے لیے خاص کیا وہ علم باطن و مکاشفہ ہے اور اہل کمال کے لیے یہ باعث فضل ہے، چنانچہ وارد ہوا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز اور اعمال وغیرہ کی بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت نہیں، بلکہ ان کی فضیلت علم باطن اور علم اسرار کی بنا پر ہے۔ جو ان کے سینہ میں ہے، اس بنا پر جو افعال صادر ہوں گے وہ از روئے حکمت صادر ہوں گے اگرچہ علم ظاہر کے نزدیک خلاف واقع ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام کی بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ۝ قَالَ

فَإِنْ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝

(پارہ نمبر ۱۵ سورہ کہف: آیت ۶۹، ۷۰)

”کہا عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی کام کا خلاف نہیں کروں گا“ کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔“

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تاکید کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ اگر آپ میری مصاحبت میں رہنا چاہتے ہیں تو اس بات کا خیال رکھیں کہ اگر مجھ سے کوئی امر بظاہر خلاف واقع ہو اور آپ کو برا معلوم ہو تو جب تک میں اس کی حقیقت کو خود ظاہر نہ کروں، آپ اس کی وضاحت کے لیے مجھ سے سوال تک نہ کریں۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شاگرد اور مرشد کے آداب میں یہ داخل ہے کہ شاگرد اپنے شیخ اور مرشد کے افعال پر زبان اعتراض نہ کھولے بلکہ انتظار کرے کہ وہ خود ہی اس کی حکمت ظاہر فرمائیں۔

حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان جب یہ معاہدہ طے پا گیا تو دونوں ایک سمت چل پڑے اور یوشع بن نون ان کے پیچھے پیچھے چلتے تھے یہاں تک کہ یہ سب ایک کشتی میں سوار ہو گئے، حضرت خضر علیہ السلام نے بسولے یا کہاڑے سے کشتی کا ایک تختہ یا دو تختہ اکھاڑ ڈالے، مگر پانی کشتی میں داخل نہ ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر بول پڑے اَخْرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اٰهْلَهَا کیا آپ نے تختے اس لئے اکھاڑ ڈالے کہ اس کے سواروں کو ڈبو دو؟ بے شک آپ نے یہ ایک بری بات کی، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا! کیا میں نے نہ کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھ سے بھول ہو گئی ہے، آپ اس بھول پر میری گرفت کر کے میرے کام میں مشکلیں نہ ڈالیں، یعنی اگر آپ بھول چوک پر بھی محاسبہ کرتے رہے تو جس مقصد کے لئے میں نے آپ کی مصاحبت اختیار کی ہے۔ اس کے حصول میں رکاوٹیں حائل ہو جائیں گی۔ حضرت خضر علیہ السلام یہ سن کر خاموش ہو گئے اور سفر جاری رکھا، یہاں تک کہ یہ حضرات ایک گاؤں میں پہنچے، گاؤں کے باہر کچھ لڑکے کھیل رہے تھے، ان میں ایک بہت خوبصورت لڑکا تھا جس کا قد سرو کی طرح تھا، وہ جوانی کی ابتدائی منزل میں تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو

علیحدگی میں بلایا اور ایک دیوار کے پیچھے لے کر جا کر قتل کر دیا یا گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت حضرت علیہ السلام نے ایک خوبصورت لڑکے کو بغیر کسی وجہ کے قتل کر دیا ہے تو فرمایا:

أَقْتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ط

ترجمہ: ”کیا آپ نے ایک ستھری جان بغیر کسی جان کے بدلے قتل کر دی، بے شک

تم نے بہت بری بات کی۔“ (پارہ نمبر ۱۵ سورہ الکہف: آیت ۷۴)

حضرت حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ! ”میں نے شروع ہی میں آپ سے کہہ دیا تھا کہ آپ میری باتوں پر صبر نہیں کر سکیں گے اور بات بات پر اعتراض کریں گے!“
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس کے بعد اگر میں آپ سے گھسی بات کے متعلق خود بخود کچھ دریافت کروں تو آپ کو حق ہوگا کہ آپ میرا ساتھ چھوڑ دیں، اس لئے کہ آپ نے مجھے مصاحبت میں نہ رکھنے کے لئے جو عذر کیا ہے وہ پورا ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں حضور اکرم، نور مجسم، صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا میرے بھائی موسیٰ (علیہ السلام) پر رحمت فرمائے کہ انہوں نے ازراہ شرم فلا تصاحبنی (مجھے مصاحبت میں نہ رکھنا) کہا، اگر صبر کرتے اور اپنے مصاحب کے ساتھ دیر تک رہتے تو عجیب چیزیں دیکھتے۔

چنانچہ حضرت حضرت علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ وہ ایک گاؤں میں آئے، یہاں انہوں نے گاؤں والوں سے کچھ کھانا طلب کیا مگر گاؤں والوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، ایک روایت میں ہے کہ گاؤں والے شام ہوتے ہی شہر کا دروازہ بند کر لیتے اور پھر صبح تک کسی کے واسطے نہ کھولتے، دونوں پیغمبر جب یہاں پہنچے تو مغرب کا وقت ہو چکا تھا، گاؤں والوں نے شہر کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ جوان حضرات کے بار بار کہنے پر بھی نہ کھولا گیا۔ دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ اچھا اگر تم دروازہ نہیں کھولتے تو ہمارے لئے کھانا ہی لا دو، کہ ہم مسافر ہیں اور بھوکے ہیں۔ مگر گاؤں والوں نے کھانا لانے سے بھی انکار کر دیا کہ ان حضرات نے گاؤں کے باہر تمام رات بھوکا ہی رہ کر گزار دی۔ اور

صبح ہوتے ہی یہاں سے روانہ ہو گئے۔ اس گاؤں کے نواح میں انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو ایک طرف کو جھکی ہوئی گرنے کے قریب تھی، حضرت حضرت علیؑ نے اس کو درست کر دیا اور پتھر اور گارے سے اس کی جڑ مضبوط کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر فرمایا! بستی والوں نے ہماری کچھ ممدارت نہیں کی یہ ہماری حاجت کا وقت ہے، ایسی حالت میں ان کا کام بنانے پر ان سے اجرت لینا مناسب تھا۔

یہ سن کر حضرت حضرت علیؑ نے کہا:

هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ سَأُنبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا۔

”یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے، اب میں آپ کو ان باتوں کا پھیر بتاؤں گا، جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔“

(پارہ نمبر ۱۶ سورۃ الکہف: آیت ۷۸)

فرمایا سنئے وہ کشتی جو تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی اور وہ دس بھائی تھے۔ ان میں سے پانچ تو اناج تھے جو کچھ نہیں کر سکتے تھے اور پانچ تندرست تھے جو معاش حاصل کرنے کو ملاح گیری کرتے تھے انہیں واپسی میں ایک ایسے بادشاہ کی سرحد سے گزرنا تھا، جس کے طریق کار سے یہ لوگ واقف نہ تھے، اس بادشاہ کا یہ دستور تھا کہ ثابت کشتیوں کو زبردستی چھین لیا کرتا تھا، اور عیب دار کشتیوں کو چھوڑ دیا کرتا تھا۔ میں نے ان کی کشتی کے تختے اکھاڑ کر اسے اس لیے عیب دار کر دیا کہ بادشاہ ہتھیانہ سکے اور کشتی ان غریبوں کے قبضے ہی میں رہ جائے اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے، ہمیں یہ خوف لاحق ہوا کہ لڑکا اپنی سرکشی اور اپنے کفر کے سبب انہیں بھی کفر و سرکشی میں مبتلا نہ کر دے۔ اس لیے کہ اولاد کی محبت بعض اوقات والدین کے لئے موجب طغیان و کفران ثابت ہو سکتی ہے! حضرت حضرت علیؑ نے محض شبہ کی بنیاد پر ایسا نہیں کیا بلکہ علم الہی (علم لدنی) کی روشنی میں انہیں اس امر کا یقین تھا کہ لڑکے کے والدین اپنی شفقت کی بناء پر ضرور اس سے موافقت کریں گے اور کفر و سرکشی کا شکار ہو جائیں گے۔ حدیث مسلم ہے کہ یہ لڑکا کافر ہی پیدا ہوا تھا لہذا حضرت حضرت علیؑ

نے اس کے باطن کا حال معلوم کر کے اسے قتل کر دیا۔

حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا حضرت خضر علیہ السلام کے لئے خاص تھا، انہیں اس کی اجازت تھی۔ لیکن اگر کوئی ولی اللہ کسی بچے کے ایسے حال پر مطلع ہو تو اس کو قتل کرنا جائز نہیں۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہر اس کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ ”جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا کہ تم نے ایک ستھری جان کو قتل کر دیا، تو انہیں یہ گراں گزرا اور انہوں نے اس لڑکے کا کندھا توڑ کر اس کا گوشت چیرا، تو اس کے اندر لکھا ہوا تھا، کافر ہے کبھی اللہ پر ایمان نہیں لائے گا۔“

حضرت خضر علیہ السلام نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا ”پس ہم نے چاہا کہ رب تعالیٰ اس لڑکے کے عوض اس کے والدین کو نہایت مہربان سلوک کرنے والا بہتر اور ستھرا بچہ عطا فرمائے۔“

بہتر اور ستھرا سے مراد یہ ہے کہ وہ بچہ گناہوں اور نجاستوں سے پاک ہو اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور اچھا برتاؤ کرنے والا ہو۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک لڑکی عطاء فرمائی جو ایک نبی کے نکاح میں آئی اور اس سے ستر نبی پیدا ہوئے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے گرتی ہوئی دیوار کو مرمت کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا ”وہ دیوار یتیم بچوں کی تھی، اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا، اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا، آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور خود اپنا خزانہ نکالیں۔“

اگر اس گرتی ہوئی دیوار کو مرمت کر کے سیدھا نہ کیا جاتا تو وہ دیوار ضرور گر جاتی اور اس طرح وہ چھپا ہوا خزانہ ظاہر ہو جاتا، اور لوگ لوٹ کر لے جاتے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کی مرمت کر کے مضبوط کر دیا، تاکہ گرنے نہ پائے اور خزانہ محفوظ رہے اور وہ یتیم بچے ان کا نام حرم اور حریم تھا، سن بلوغ کو پہنچے ان بچوں

کے باپ کا نام کا سخ تھا اور وہ ایک صالح مرد تھا۔ رب تبارک و تعالیٰ نے اس صالح کی برکت سے اس کے یتیم بچوں کے مال کی حفاظت فرمائی تاکہ وہ بڑے ہو کر اپنا خزانہ خود حاصل کر لیں۔

تفسیر حسینی میں ہے کہ وہ خزانہ سونے چاندی سے بھرا پڑا تھا بعض نے کہا کہ اس میں علمی کتابیں تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس میں ایک سونے کی تختی تھی اس کے ایک طرف لکھا ہوا تھا۔ اس کا حال عجیب ہے جسے موت کا یقین ہو اس کو خوشی کیونکر ہو سکتی ہے؟ اس کا حال عجیب ہے جو قضا و قدر کا یقین رکھے، اس کو غصہ کس طرح آسکتا ہے؟ اس کا حال عجیب ہے جسے رزق کا یقین ہو وہ کیونکر مشقت میں پڑ سکتا ہے اس کا حال عجیب ہے جسے حساب کا یقین ہو وہ کیسے غافل ہو سکتا ہے؟ اس کا حال عجیب ہے جسے دنیا کے زوال و تغیر کا یقین ہو وہ کیونکر مطمئن ہو سکتا ہے؟ اور اس کے ساتھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا۔

اس تختی کی دوسری جانب یہ عبارت لکھی تھی۔ ”میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں یکتا ہوں میرا کوئی شریک نہیں، میں نے خیر و شر پیدا کی، اس کے لیے خوشی ہے جسے میں نے خیر کے لیے پیدا کیا، اور اس کے ہاتھوں پر خیر جاری کی، اور اس کے لئے تباہی ہے جس کو میں نے شر کے لیے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر شر جاری کی۔“

غرض حضرت خضر علیہ السلام کے ہر واقعہ کی تشریح بیان کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وَمَا فَعَلْتَهُ عَنْ أَمْرِي ط ذَالِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ط

ترجمہ: ”اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم (مرضی) سے نہیں کیا، یہ حقیقت ہے ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔“

(پارہ نمبر ۱۶ سورہ الکہف: آیت ۸۲)

یہاں حضرت خضر علیہ السلام نے اس امر کی پوری وضاحت کر دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اچھی طرح یقین دلایا کہ کشتی کے تختوں کو اکھاڑنا۔ کھیلنے ہوئے لڑکے کو قتل کر دینا اور

گرتی ہوئی دیوار کو مرمت کر کے سیدھا کرنا یہ سب باتیں میں نے مرضی اور اپنے حکم سے نہیں کیں بلکہ ایسا بامر الہی و بالہام خداوندی کیا گیا۔ یعنی جو کچھ ہوا وہ خدا تعالیٰ کی مرضی اور اس کے حکم سے ہوا۔

حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ وہ ولی ہیں۔ اگر نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی اور اپنا حکم ان پر بذریعہ وحی نازل فرمایا۔ اور اگر ولی ہیں تو امر الہی اور مرضی خدا ان پر بذریعہ الہام کشف ہوئی۔ وحی اور الہام علم لدنی کے حاصل کرنے کے ذرائع میں شامل ہیں۔ ان کی مکمل تشریح ان شاء اللہ اپنے مقام پر بیان ہوگی۔

یہاں اتنا سمجھ لینا کافی ہوگا کہ علم لدنی ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعہ سے نہ صرف غیب کے دروازے کھل جاتے ہیں بلکہ مرضی مولا بھی کشف ہو جاتی ہے۔ جسے یہ دولت نصیب ہو اس سے ایسے افعال کا صدور ہونے لگتا ہے کہ جنہیں دیکھ کر ظاہر بین حیرت میں پڑ جاتے ہیں اور وہ ان کے حقیقت تک پہنچنے میں قاصر ہوتے ہیں۔ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب
ہرچہ فرماید بود عین صواب

وحی و خطاب سے حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کی طرف اشارہ ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ نبی کا ہر فعل علم الہی یعنی علم لدنی کے تحت ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اور وہ کچھ بھی اپنی خواہش و مرضی سے نہیں کرتا۔

ایک مغالطہ اور اس کا تدارک

جو لوگ حضرت خضر علیہ السلام کو ولی جانتے ہیں ان کو یہ عقیدہ گمراہ کر گیا کہ ولی کو نبی پر فضیلت حاصل ہے ان کو یہ گمان یہاں سے ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس کچھ سیکھنے کا حکم فرمایا۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت

نبی ایک اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ اور حضرت خضر ایک ولی یاد رہے کہ ولی کو نبی پر فضیلت دینا کھلا ہوا کفر ہے، نبی تو براہ راست اللہ تعالیٰ سے اخذ فیض کرتا ہے، اور ایک ولی نبی کی واسطے سے تو پھر ولی نبی سے کیونکر افضل ہو سکتا ہے، اور حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق یہ ہے کہ وہ نبی ہیں، اور اگر وہ ولی ہیں تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ رب تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی مصاحبت میں رہنے کا حکم دینا ان کے لیے ابتلا ہے۔

اس لئے کہ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا کہ وہ ششدر رہ گئے، ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا، اے موسیٰ (علیہ السلام) کیا اس وقت دنیا میں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم ہے؟ آپ نے فرمایا، میں نہیں جانتا کہ تمام عالم میں مجھ سے بڑھ کر کوئی عالم ہو۔ بعض نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خود بخود یہ خیال پیدا ہوا کہ اس وقت دنیا بھر میں ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں، مگر اس خیال کو انہوں نے کسی دوسرے پر ظاہر نہیں کیا۔ تو رب تعالیٰ نے ان پر یہ وحی نازل فرمائی کہ مجمع البحرین میں ہمارا ایک ایسا بندہ ہے جس کو خاص علم کی وجہ سے بہت بڑی خصوصیت حاصل ہے آپ چند روز ان کی مصاحبت اختیار کریں! ایک اولوالعزم صاحب کتاب مرسل کو ایک ولی کی صحبت میں رہنے اور ان سے کچھ سیکھنے کی ہدایت فرمانا، صاف ظاہر ہے کہ یہ امتحان آزمائش کے طور پر تھا لہذا ولی نبی سے کیونکر افضل ہو سکتا ہے؟

عارف باللہ حضرت خواجہ مخدوم علی الجویری ثم لاہوری کشف المحجوب میں اولیاء پر انبیاء کی فضیلت کے عنوان سے ارشاد فرماتے ہیں کہ طریقت کے تمام مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اولیاء اللہ انبیاء کے تابع اور ان کی دعوت کی تصدیق کرنے والے ہیں اور کہ انبیاء اولیاء سے افضل ہیں کیونکہ ولایت کی انتہاء نبوت کی ابتداء ہوتی ہے۔ تمام انبیاء ولی ہوتے ہیں لیکن اولیاء میں سے کوئی نبی نہیں ہوتا۔ انبیاء صفات بشریت کی نفی میں طاقت ور ہوتے ہیں..... اور اولیاء اس حال پر جو ان پر طاری ہوتا ہے عاریتی ہوتے ہیں، جو اولیاء کا

مقام ہے وہ انبیاء کا حجاب ہے۔ اہل سنت میں کسی عالم نے اور اہل طریقت میں سے کسی محقق نے اس بارے میں اختلاف نہیں کیا ہے۔ سوائے حشو یہ لوگوں کے جو اہل خراسان میں سے اہل تجسیم (خدا کے جسم کے قائل ہیں) اور اصول توحید میں تناقص کلام کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ولی کہتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ولی ضرور ہیں، لیکن شیطان کے ولی ہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء انبیاء سے افضل ہیں، یہ لوگ انبیاء کی تخصیص کی نفی کے بارے میں برہمنوں سے متفق ہیں، اور جو شخص انبیاء کی تخصیص کی نفی کا اعتقاد کرے وہ کافر ہوتا ہے۔ پس انبیاء صلوات اللہ علیہم خلقت کو حق کی طرف دعوت کرنے والے ہیں، اور امام اولیاء سے سب نیک عمل کرتے ہیں ان کے تابع ہیں، اور یہ بات محال ہے کہ متقدی امام سے افضل ہو تمام اولیاء کے اقوال احوال نبی کے ایک رتبے کے مقابل بالکل ہیچ ہیں، اس لئے کہ اولیاء منزل مقصود کے طالب ہوتے ہیں اور انبیاء منزل مقصود پر پہنچے اور مقصود حاصل کئے ہوئے اور دعوت خلق کا فرمان لے کر واپس آتے ہوئے ہوتے ہیں اور مشاہدہ سے خبر دیتے ہیں، اور بشریت کے حجاب سے خلاصی پا جاتے ہیں گو کہ بشر ہی ہوتے ہیں اور پھر رسول کا قدم ہی مشاہدہ میں ہوتا ہے اور چونکہ رسول کی ابتداء ولی کی انتہا ہوتی ہے اس لیے ولی کو نبی پر قیاس نہیں کر سکتے۔“

صحیح یہ ہے کہ حضرت خضر نبی ہیں، خضر لغت میں تین طرح آیا ہے۔

(۱) بکسر خاد سکون ضاد یعنی خ کے نیچے زیر اور ض پر جزم (خضر)

(۲) بفتح خاد سکون ضاد یعنی خ پر زبر اور ض پر جزم (خضر)

(۳) بفتح خاد کسر ضاد یعنی خ پر زبر اور ض کے نیچے زیر (خضر)

یہ لقب ہے، اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ آپ جہاں بیٹھتے یا نماز پڑھتے وہاں اگر خشک گھاس ہوتی تو وہ سبز ہو جاتی آپ کا اسم گرامی بلیان بن ملکان اور کنیت ابو العباس ہے۔

صوفیاء و اصحاب عرفان اور جمہور علماء و صالحین کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام اور

اور لیس علیہ السلام زندہ ہیں اور ہر سال حج کے موقع پر آپس میں ملتے ہیں یہ بھی منقول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے چشمہ حیات سے غسل فرمایا اور اس کا پانی پیا۔ واللہ تعالیٰ عالم یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں تو بھی ایک مرسل کا ان کی صحبت اختیار کرنا اور ان سے کچھ سیکھنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ نبی مرسل سے افضل ہے۔ حالانکہ نبی مرسل کے تابع ہوتا ہے اور مرسل ہی کی کتاب و شریعت کی تبلیغ کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض صورتوں میں نبی مرسل کے تابع ہوتا ہے، اور بعض صورتوں میں وہ کسی نبی و رسول کی شریعت کا مکلف نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا محمد نذیر صاحب عرشی نقشبندی و مجددی مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے دفتر اول کی جلد پہلی صفحہ ۱۲۴ پر رقم طراز ہیں کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تعدد شرائع ممکن بلکہ واقع تھا اور ایک نبی کے زیر علم ایک ایسی شریعت ہو سکتی تھی جو دوسرے نبی کی شریعت سے موافق نہ ہو، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت ان کی اپنی امت کے لیے محدود تھی، حضرت خضر علیہ السلام اس پر مکلف نہ تھے، پس حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے عمل کی بناء پر اس لڑکے کو قتل کر ڈالا، جس کا قتل شریعت موسویہ کے نزدیک جائز نہ تھا۔“

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علی نبینا علیہما السلام کی شریعتیں ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھیں اور اس اختلاف کی بناء پر دونوں میں سے کوئی بھی کسی کا تابع نہ تھا بلکہ ہر ایک اپنی اپنی شریعت پر قائم تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صاحب شریعت ہونے کے باوجود حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جا کر رہنے اور ان سے کچھ سیکھنے میں کوئی قباحت نہیں اس لئے کہ شریعت کے معاملہ میں کوئی کسی کا تابع نہیں۔

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حضرت خضر علیہ السلام کی فضیلت ثابت نہ ہوئی۔ برعکس اس کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت حضرت خضر علیہ السلام پر اپنی جگہ قائم ہے۔ اس لئے نہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام ان کے تابع ہیں، بلکہ اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی و رسول ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام نبی رسول پر کتاب نازل ہوتی ہے۔ اور نبی پر کتاب نازل نہیں ہوتی۔

مولانا محمد نذیر صاحب عرشی مفتاح العلوم دفتر اول جلد پہلی صفحہ ۱۲۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ”علوم الہیہ“ جن کا تعلق اعمال انسان سے ہیں، دو طرح کے ہیں ایک علم احکام جو بطور قانون الہنی و ضابطہ ایک عام اور ہمہ گیر حکمت کے لحاظ سے نافذ ہوتا ہے اور ہر شخص اس پر عمل کرنے کے لیے مکلف ہے، مثلاً یہ کہ نماز فرض ہے اور روزہ و زکوٰۃ فرض ہے، شراب حرام ہے، قتل نفس حرام ہے، قصاص ضروری ہے وغیرہ وغیرہ، یہ علم خاص مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کا حصہ ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم اسی صنف کا تھا۔

دوسرا علم لدنی جو پہلے سے ادنیٰ ہے وہ یہ ہے کہ جو بعض جزئیات کے متعلق شریعت سے استثنائی طور پر اللہ تعالیٰ کسی اپنے بندے کو عطا فرماتا ہے، جو اگرچہ بظاہر نظر حکم شرع سے معارض دکھائی دے، مگر حقیقت میں وہ کسی جزوی حکمت پر مبنی ہوتا ہے، حضرت خضر علیہ السلام کا علم اسی دوسری قسم سے تھا۔ یہ ضروری نہیں کہ رسل کرام کو یہ علم بھی حاصل ہو، اور اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باوجود رسول ہونے پر یہ علم حاصل نہیں تھا مگر جزوی امور کے متعلق خبر نہ ہونے سے فضل رسالت میں کمی نہیں آسکتی، اور نہ یہ امر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت خضر علیہ السلام سے کمتر ہونے کی دلیل بن سکتا ہے۔ کیونکہ جزوی فضیلت کلی فضیلت سے فائق نہیں ہو سکتی۔“

عرشی صاحب کی اس عبارت کے آخری جملوں میں مندرجہ ذیل باتیں ہوتی ہیں۔

- (۱) رسل کرام علی نبینا علیہم السلام کے لئے علم لدنی کا ہونا ضروری نہیں۔
- (۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باوجود رسل ہونے کے یہ علم حاصل نہ تھا۔
- (۳) علم لدنی ہونے کی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جزوی فضیلت تھی۔

یہ باتیں حقیقت سے بالکل دور ہیں اس لئے کہ علم احکام جو بطور قانون الہی و ضابطہ ایک عام اور ہمہ گیر حکمت کے لحاظ سے نافذ ہوتا ہے۔ یہ علم مرسلین صلوات اللہ علیہم

اجمعین پر بذریعہ وحی نازل ہوتا ہے اور وحی جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے آتی ہے اگرچہ اس کا سکھانے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ مگر علم لدنی براہ راست خود رب تبارک و تعالیٰ جسے چاہیں سکھاتے ہیں۔ مگر رسل کرام علیہم السلام کے لئے علم احکام (علم ظاہر) کی طرح علم لدنی (علم باطن) کا ہونا بھی ضروری ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے سے وہ لوگوں کے باطنی حالات معلوم کر کے ان قلوب و نفوس و ارواح کی بیماریوں کا علاج بھی کر سکیں۔ جس طرح کہ ظاہری علم سے لوگوں کو روزہ نماز حج زکوٰۃ کی تلقین کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں ترغیب و ترہیب سے کام لیتے ہیں، اگر ان کے پاس دلوں کی اصلاح، نفوس کے تزکیہ، صفائی ارواح کا علاج نہ ہو۔ تو وہ عوام کو علم احکام (ظاہری علم) پر عمل کرنے کے لیے کس طرح آمادہ کر سکتے ہیں رہی یہ بات کہ عالم علم لدنی ہونے کی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جزوی فضیلت تھی تو مرسلین کرام کے لئے علم لدنی ثابت ہو جانے کے بعد اس بات کا رد خود بخود ہوتا ہے۔

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام پر بہر حال فضیلت حاصل ہے، اور اس سلسلہ میں درست اور صحیح یہی ہے کہ رب تعالیٰ نے محض ابتلاء کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہنے کا حکم فرمایا تھا۔

اگر ایسا کرنا ابتلاء کے طور پر نہ ہوتا، تو کون کہہ سکتا ہے کہ جو راز ہائے سربستہ مولا کریم نے حضرت خضر علیہ السلام پر کھولے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت رسول پر نہ کھلتے؟ تصوف کی اصطلاح میں اگر یہ کہہ دیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مقام قبض میں تھے اور حضرت خضر علیہ السلام مقام بسط میں تھے تو غلط نہ ہوگا۔ قبض کی حالت میں مشاہدات و انکشافات بند کر دیئے جاتے ہیں اور بسط حالات میں مشاہدات و انکشافات کثرت سے ہوتے ہیں۔

گہے برطاق اعلیٰ نشینم
گہے برپشت پائی خود نہ بینم

عوام بے چارے کیا جانیں وہ تو خواص کو بھی اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں ان کے افعال کو اپنے افعال جیسا یقین کر کے گمراہی کے غار میں جا پڑتے ہیں۔ حضرت خواجہ رومی مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جملہ عالم زیں بسبب گمراہ شد
کم کسے زبدال حق آگاہ شد
کارِ پا کاں را قیاس از خود مکیر
گرچہ باشد درنوشتن شیرو شیر

دوسرا ثبوت

وَوَرِثَ سُلَيْمَنُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ

وَأَوْتَيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ط (پارہ نمبر ۱۹ سورہ النمل: آیت ۱۶)

ترجمہ: ”اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا۔“

عَلَّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ سکھائے گئے ہم پرندوں کی بولی، ان لفاظ سے بھی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ پرندوں کی بولی کا علم حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سکھایا کیونکہ اس کا تعلق بھی علم لدنی ہی سے ہے اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ علم لدنی اللہ تعالیٰ کے سکھائے بغیر نہیں سیکھا جاسکتا۔

تفسیر حسینی میں ہے کہ ایک بلبل ایک درخت کی شاخ پر بیٹھا سر و دم ہلا ہلا کر بول رہی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ ”تم جانتے ہو کہ یہ بلبل کیا کہتی ہے؟“ انہوں نے کہا ”خدا اور اس کا رسول خوب جانتا ہے“ فرمایا ”یہ کہتی ہے کہ دنیا پر خاک پڑے آج میں نے صرف آدھا خرما کھایا ہے۔“

تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسری شاخ پر فاختہ بولی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا یہ کہتی ہے ”کاش خلألق پیدا نہ ہوتی۔“

اس موقع پر آپ نے اپنے یاروں سے بعض دوسرے پرندوں کی بولی کا تذکرہ بھی کیا آپ نے فرمایا گھر کا کبوتر کہتا ہے۔ ”جیو مرنے کے واسطے اور بناؤ خرابی ہونے کے واسطے“ مور کہتا ہے جو کچھ تو کرتا ہے اس کا بدلہ ضرور پائے گا۔ ابا نیل کہتا ہے پہلے سے نیکی بھیجو کہ وہ نیکی (اجر کی صورت میں) خدا کے پاس پاؤ۔ ہد ہد کہتا ہے جو اوروں پر رحم نہیں کرتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا۔ سنگ خوار کہتا ہے جو چپ رہے گا سلامت بچے گا۔ طوطی کہتی ہے افسوس اس پر جس کی دنیا مطلوب و مقصود ہو باز کہتا ہے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ ○ لثورا کہتا ہے توبہ استغفار کرواے گناہ گارو۔ زغن کہتی ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ اور ہزار داستان کہتا ہے سُبْحَانَ الْخَلَائِقِ الدَّائِمِ

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ لوگوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مرغ بانگ میں کیا کہتا ہے فرمایا وہ کہتا ہے اذْكُرُوا اللَّهَ يَا غَافِلُونَ۔ اے غافلوا اللہ کا ذکر کرو۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ چکاوک اپنی آواز میں کہتا ہے۔ بارخدا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل اصحاب کے دشمنوں پر لعنت کر اور بٹیر کہتی ہے الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى الغرض پرندوں کی بولی سمجھنا انبیاء صلی اللہ علیہم کا معجزہ ہے اور یہ علم لدنی ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں جو دنیا کے کسی مکتب سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ خاص رب العزت کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔

علم آں باید کہ آید از خدا
در درون انبیاء و اولیاء

تیسرا ثبوت

حضرت مریم علیہا السلام عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قوم سے دور بیت لحم کے مقام پر چلی گئی تاکہ قوم کے طعنوں اور الزام تراشیوں سے محفوظ رہیں مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں لئے اپنی قوم کے پاس آئیں تو لوگوں نے کہا ”اے

ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔ تیری گود میں یہ بچہ کیسا ہے کہاں سے اور کس طرح سے آیا ہے؟

لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا -

”بے شک تو نے بہت بری بات کی ہے۔“ (پارہ نمبر ۱۶ سورہ مریم: آیت ۲۹)

یاد رہے کہ حضرت مریم علیہا السلام بالکل کنواری تھیں اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کریم کی قدرت سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت مریم علیہا السلام نے جب قوم کی باتیں سنیں تو فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور خود کچھ نہ بولیں اشارہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس بچے ہی سے پوچھ لو کہ یہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ اس پر قوم کے لوگ بولے:

قَالُوا كَيْفَ نَكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا -

”وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔“

(پارہ نمبر ۱۶ سورہ مریم: آیت ۲۹)

یہ کہا ہی تھا کہ بچہ خود بخود پالنے میں بول پڑا۔

قَالَ اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ قَفِ اِنِّي الْكِتَابَ وَجَعَلْنِي نَبِيًّا
وَجَعَلْنِي مُبَارَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصِنِي بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ
مَا دُمْتُ حَيًّا

ترجمہ: ”کہا (بچہ) نے“ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی مجھے نبی کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں بھی ہوں۔ اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی میں جب تک جیوں۔“

(پارہ نمبر ۱۶ سورہ مریم: آیت ۳۰، ۳۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتہائی صغیر سنی کے عالم میں اپنی عبدیت اور رب تعالیٰ کے معبود ہونے کا اقرار اور اس کی طرف سے کتاب (انجیل) کے پانے اور نبوت کے ملنے کا

اظہار اور یہ فرمانا کہ میں جس حالت میں بھی ہوں، اور جہاں کہیں بھی ہوں مبارک یعنی برکت والا ہوں، اور یہ ارشاد کرنا کہ میرے رب نے تازیت نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم فرمایا ہے، یہ سب باتیں آپ نے محض علم الہی یعنی علم لدنی کی بناء پر ہی ارشاد فرمائیں۔ یہ کسی دنیاوی مکتب کا اعجاز نہیں۔

چوتھا ثبوت

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا ذَكْرِيَّا الْمِحْرَابَ لَوَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ
يَمْرِيْمُ اِنِّي لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ

مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (پارہ ۳ سورۃ آل عمران)

ترجمہ: ”جب ذکر یا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے، اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا، بولیں وہ اللہ کے پاس ہے، بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔“

مریم علیہا السلام کی کفالت جب حضرت ذکریا علیہ السلام کے سپرد ہوئی تو آپ نے ایک دایہ مقرر کر دی جو حضرت مریم علیہا السلام کو دودھ پلاتی۔

تفسیر خزان العرفان میں لکھا ہے کہ مریم علیہا السلام نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا، تفسیر حسینی میں ہے کہ جب آپ حد طفولیت سے گزریں تو حضرت ذکریا علیہ السلام نے ان کو مسجد کے غرفہ میں لارکھا کہ جس پر بغیر سیڑھی کے جانا میسر نہیں ہو سکتا تھا، حضرت ذکریا علیہ السلام یہاں حضرت مریم علیہا السلام کی دیکھ بھال میں مشغول رہتے۔ اور جب کبھی کسی کام کی غرض سے کہیں جانا پڑتا تو غرفہ میں ایک مضبوط قفل ڈال کر چلے جاتے اور قفل کی کنجی اپنے پاس رکھتے، آپ حضرت مریم علیہا السلام کی حفاظت میں سعی بلوغ فرماتے، یہاں تک کہ آپ کچھ بڑی ہو گئیں اور انوار ولایت ان کے چہرہ مبارک پر چمکنے لگے۔

جب حضرت ذکریا علیہ السلام جب کبھی غرفہ میں تشریف لاتے تو دیکھتے کہ بے موسم پھل حضرت مریم علیہا السلام کے پاس رکھے ہوتے، آپ نے چند مرتبہ یہ صورت معائنہ فرمائی آخر

حضرت مریم علیہا السلام سے فرمایا اِنِّیْ لَکِ هٰذَا یَہِ بِمَوسَمِ پَہْلِ تَہْمَارِے پَاسِ کَہَاں سَے آتا ہِے
قَالَتْ هُوَ عِنْدِ اللّٰہِ جُو کَچھِ آپِ دِیکھتے ہِیں یَہِ اللّٰہِ تَعَالٰی کِی طَرفِ سَے ہِے اور وہ جِسے چاہتا
ہِے بَغیرِ حِسابِ کَے عطا فرماتا ہِے۔

تفسیر خزان الغرفان میں ہِے کہ حضرت مریم علیہا السلام نے بچپن میں کلام کیا جب آپ
پالنے میں پرورش پا رہی تھیں، جیسا کہ ان کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم کے سوال کرنے
پر پالنے سے بول پڑے تھے۔ یہ آیت کریمہ اولیاء اللہ کے کرامات کے ثبوت کی دلیل ہِے
کہ رب تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر خوراق ظاہر فرماتا ہِے۔

حضرت مریم علیہا السلام نے ذکر یا علیہ السلام کے سوال کا جس خوبی سے جواب دیا ہِے وہ
اپنی مثال آپ ہِے، آپ کا یہ فرمانا کہ بے موسم پھلوں کا میرے پاس آنا، اللہ تعالیٰ کی بخشش و
عطا کے ماتحت ہِے، اور یہ کہ اللہ ایسا رزاق ہِے کہ وہ جسے چاہتا ہِے بَغیرِ محنت و مشقت اور بَغیرِ
حساب و شمار کے عطا فرماتا ہِے ایک طرف تو آپ کی کرامت ہِے اور دوسری طرف اس
بات کی دلیل بھی ہِے کہ یہ جواب کسی دنیاوی علم کے اثر سے نہ تھا بلکہ علم الہی کے تحت تھا، جو
حضرت مریم علیہا السلام کو سکھایا گیا تھا اور اسی کو قرآنی اصطلاح میں علم لدنی کہا گیا ہِے۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ حضرت ذکر یا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام سے سوال ہی
کیوں کیا؟ کیا ان کو معاذ اللہ کوئی شک پڑ گیا تھا جس کو رفع کرنے کے لیے انہوں نے یہ
سوال کیا؟ وہ تو نبی تھے، اور نبی شک و شبہ میں نہیں پڑتا، تو اس کا جواب یہ ہِے کہ حضرت
ذکر یا علیہ السلام کو شک نہیں ہوا تھا اور کسی شبہ کی بناء پر انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر سوال نہیں
کیا تھا، وہ جانتے تھے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم پھل لانا کسی انسان کا کام نہیں،
اور نہ ہی غرفہ تک کسی کی رسائی ہو سکتی ہِے ہر وقت حضرت مریم علیہا السلام کی نگرانی خود کیا کرتے
تھے اور کسی کام کے لئے کہیں جانا ہوتا تو غرفہ کو قفل سے بند کر جاتے اور کنجی اپنے پاس رکھتے
تھے پھر وہ مسجد کے متولی بھی تھے۔ کسی آدمی کو غرفہ میں جانے یا اس کا قفل توڑنے کی جرأت
نہ ہو سکتی تھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت مریم علیہا السلام کی حفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہی ہے ان کی والدہ نے شروع ہی سے انہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے دیا ہے۔

وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝

”اور میں اسے (مریم علیہا السلام) اور اس کی اولاد کو تیری (اللہ تعالیٰ کی) پناہ میں دیتی ہوں شیطان راندھے ہوئے سے۔“

(پارہ نمبر ۳ سورہ آل عمران: آیت ۳۶)

اور رب العزت نے مریم علیہا السلام کو بطور نذر قبول فرمایا ہے۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَكْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۝

”تو اسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کر لیا اور اسے اچھا پروان چڑھایا اور اسے زکریا کی نگہبانی میں دیا۔“

(پارہ نمبر ۳ سورہ آل عمران: آیت ۳۷)

ان حقائق کے ہوتے ہوئے اور یہ جانتے ہوئے کہ مریم علیہا السلام کا میری کفالت میں آنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے حکم اور مرضی سے ہے، وہ شک و ریب میں کیوں پڑ سکتے تھے؟ انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس موسم گرما کے پھل موسم سرما میں اور سرما کے گرما میں دیکھ کر محض ان کا امتحان لینے کی غرض سے سوال کیا تھا اور یہ جاننا چاہا تھا کہ مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا مقام رکھتی ہیں؟ اور کس حد تک مقبول ہو چکی ہیں؟ کیوں کہ جسے وہ قبول فرماتے ہیں، اسے مقامات بلند عطا کرتے ہیں، اور انعامات و نوازشات بالخصوص علم لدنی سے سرفرازی بخشتے ہیں۔ جب زکریا علیہ السلام نے دیکھا کہ مریم علیہا السلام نے ان کے سوال کا جو جواب دیا ہے وہ کسی انسان کا سکھایا ہوا نہیں اور نہ ہی علم ظاہری کے اثر سے ہے اور یہ کہ مریم علیہا السلام نے علم ظاہری سے ابھی تک کچھ نہیں پڑھا اور نہ کسی سے کچھ سیکھا ہے، لہذا آپ کا جواب علم الہی کی برکت کی وجہ سے ہے اور معنم حقیقی نے مریم علیہا السلام کو علم لدنی سے سرفراز فرمایا ہے، آپ نے ان کے سوال کا جواب اسی علم کی روشنی میں دیا ہے اور اس سے آپ کی کرامت کا ظہور ہوتا ہے، تو آپ نے محسوس کیا کہ جب ایک ولی کا یہ مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بے

وقت بے فصل اور بغیر سبب کے میوہ عطا فرمانے پر قادر ہے تو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ میری بانجھ بیوی کو نئی تندرستی دے اور مجھے بڑھاپے کی عمر میں امید منقطع ہو جانے کے بعد فرزند عطا کرے یہ راز بھی علم لدنی کی وجہ ہی سے آپ پر کھلا اور یہ مسلم ہے کہ انبیاء کا علم اولیاء کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوتا ہے، نبی کا علم دریا ہے اور ولی کا ایک قطرہ اس خیال کے آتے ہی آپ مسجد (بیت المقدس) کے محراب میں چلے گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا مانگنے لگے:

هُنَالِكَ دَعَا ذَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۗ

(پارہ ۳ سورہ آل عمران: آیت ۳۸)

إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝

ترجمہ: ”یہاں پکارا ذکر یانے اپنے رب کو بولے اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے سٹھری اولاد بے شک تو ہی دعا سننے والا ہے۔“

فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ لِأَنَّ اللَّهَ

(پارہ ۳ سورہ آل عمران: آیت ۳۹)

يُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ ۖ

ترجمہ: ”تو فرشتوں نے اسے آواز دی کہ بے شک اللہ آپ کو مرثدہ دیتا ہے یحییٰ کا۔“

چنانچہ کچھ عرصے کے بعد آپ کی اہلیہ محترمہ کے ہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، باوجود اس کے کہ آپ کی والدہ بانجھ تھیں اور آپ کے والد محترم بہت بوڑھے تھے اور ان سے اولاد پیدا ہونے کی امید بظاہر منقطع ہو گئی تھی۔

پانچواں ثبوت

حضرت یعقوب علی نبینا علیہ والسلام کے صاحبزادے جب دوبارہ اناج لینے کی غرض سے مصر جانے لگے تو آپ نے انہیں ہدایت کی کہ وہ متفرق ہو کر مصر میں داخل ہوں، ایک ساتھ مل کر داخل نہ ہوں، تاکہ نظر بد سے محفوظ رہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ میرا ایسا کرنا کہنا محض ظاہری احتیاط کی بنا پر ہے، ہوگا وہی جو اللہ کو منظور ہے۔ اس لئے حکم اسی کا غالب ہے، مجھے اپنی تدبیر پر بھروسہ نہیں، میرا توکل اور اعتماد اللہ تعالیٰ ہی پر ہے۔ چنانچہ یہ

صاحبزادے حسب ہدایت حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةٌ فِي نَفْسٍ
يَعْقُوبَ قَضَاهَا ○ وَإِنَّهُ لَدُوٌّ عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَعْلَمُونَ ○

(پارہ ۱۳ سورہ یوسف: آیت ۶۸)

ترجمہ: ”وہ کچھ انہیں اللہ سے بچانہ سکتا“ یہاں یعقوب علیہ السلام کے جی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کر لی۔ بے شک وہ صاحب علم ہے ہمارے سکھائے ہوئے سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

یعنی یعقوب علیہ السلام قضاء و قدر سے اس چیز کو جانتے تھے جو رب ہتھارک و تعالیٰ نے انہیں بذریعہ وحی تعلیم کی تھی۔ اس بناء پر انہوں نے صاحبزادوں کو ہدایت کرتے وقت یہ فرمایا تھا۔

وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْءٌ ○

ترجمہ: ”میں تمہیں اللہ سے بچانہیں سکتا۔“

(پارہ نمبر ۱۳ سورہ یوسف: آیت ۶۷)

مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنے بیٹوں کو مصر میں علیحدہ علیحدہ ہو کر داخل ہونے کا جو حکم فرمایا تھا وہ محض احتیاطی طور پر تھا تا کہ تدبیر کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ درآں حالیکہ وہ عالم علم لدنی ہونے کی وجہ سے جانتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے بچانہیں سکتا۔ آپ کے عالم علم لدنی ہونا اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہے۔

قَالَ إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَ أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا

تَعْلَمُونَ ○

ترجمہ: ”کہا میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ سے کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف

سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔“ (پارہ نمبر ۱۳ سورہ یوسف: آیت ۸۶)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو علم تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور آپ ان سے ملنے کی توقع رکھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب حق ہے ضرور واقع ہوگا۔ چنانچہ فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُۤوسُفَ وَ اٰخِيْهِ وَ لَا تَاَيَسُوْا مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ ط
ترجمہ: ”اے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔“ (پارہ نمبر ۱۳ سورہ یوسف: آیت ۸۷)

یہ سن کر برادران یوسف علیہ السلام پھر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ سلطان مصر خود یوسف علیہ السلام ہی ہیں، چنانچہ بھائیوں نے ان کے سامنے اپنی خطا کا اقرار کیا مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو معاف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔ اس لئے کہ وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے تم واپس کنعان جاؤ اور میرا یہ کرتہ لے جاؤ۔ اسے میرے والد کے چہرہ مبارک پر ڈالو ان کی بینائی لوٹ آئیگی اور پھر سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سب سے بڑا بھائی یہود ایک قافلے کے ساتھ ان کا کرتہ مبارک لے کر مصر سے چلا، تو ادھر کنعان میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی خوشبو آگئی تو آپ نے فرمایا:

اِنِّىۤٓ لَآ جِدُّ رِيْحِ يُوْسُفَ

”بے شک میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو پاتا ہوں۔“ (پارہ نمبر ۱۳ سورہ یوسف: آیت ۹۴)

بیٹوں نے کہا:

تَا اللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيۤ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ○ (پارہ نمبر ۱۳ سورہ یوسف: آیت ۹۵)

خدا کی قسم آپ اپنی اس پرانی خود رنگی میں ہیں، یہ اس لئے کہا کہ انہیں یقین تھا کہ یوسف علیہ السلام کہاں زندہ ہوں گے ان کی ضرور وفات ہوگئی ہوگی لیکن جب یہود یوسف علیہ السلام کا کرتہ لے کر گھر پہنچا تو اسے والد محترم کے چہرہ اقدس پر ڈالا تو فوراً آنکھیں روشن ہو گئیں

چنانچہ انہوں نے فرمایا:

اَلَمْ اَقُلْ لَكُمْ لَآ اِنِّیْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: ”کیا میں نہ کہتا تھا کہ تحقیق میں اللہ کی طرف جو کچھ جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔“

(پارہ نمبر ۱۳ سورہ یوسف: آیت ۹۶)

انبیاء علیہم السلام کے لیے علم لدنی کے یہ ایسے واضح قرآنی دلائل ہیں کہ ان سے انکار انسان کو کفر کی سرحد کے اندر داخل کر دے گا۔ رب تعالیٰ محفوظ رکھے۔

چھٹا ثبوت

حضرت یوسف علیہ السلام نبینا وعلیہ السلام کو جب قید خانہ میں ڈالا گیا تو ان کے ساتھ دو جوان اور قید ہوئے، ایک دفعہ دونوں جوانوں نے علیحدہ علیحدہ خواب دیکھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ہر ایک نے اپنا اپنا خواب بیان کیا۔

خواب اور ان کی تعبیر کا بیان تو کسی دوسری جگہ ان شاء اللہ تفصیل کے ساتھ تحریر ہوگا۔ یہاں صرف یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خوابوں کی تعبیر بتانے سے قبل توحید کی دعوت شروع کر دی اور اپنے معجزے کا اظہار فرماتے ہوئے ان قیدیوں پر یہ ظاہر کیا کہ علم میں آپ کا درجہ اس سے کہیں زیادہ ہے، جتنا وہ لوگ آپ کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں، آپ نے ان کو بتایا کہ میں صرف خوابوں کی تعبیر کا علم ہی نہیں جانتا، جو صرف ظن پر مبنی ہے، بلکہ میں غیب کی یقینی خبریں دینے پر بھی قدرت رکھتا ہوں۔ یاد رہے کہ تعبیر خواب اگرچہ ظن ہی مبنی ہے مگر انبیاء علیہم السلام خوابوں کی تعبیر ظن کی بنیاد پر نہیں بتاتے علم الہی کی بنا پر بتاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی تعبیریں سو فیصد درست ہوتی ہیں اور غلطی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی علمی فضیلت کا اس لئے ذکر کیا کہ قید کے ساتھیوں پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ جو شخص غیب کی یقینی خبریں بتا سکتا ہے، اس کے نزدیک خواب

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے اور کتاب و حکمت کے اسرار و حقائق سے آگاہ کیا۔ (تفسیر خزائن العرفان)

مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں نہ تھی اور اللہ کریم نے اس کا علم آپ کو عطا فرمایا اس لئے کہ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے، تو پھر کون سی ایسی شے ہے جو عطا نہ فرمائی گئی ہوگی، یوں کہتے کہ مولائے تعالیٰ نے بخشش و عطا میں کسرباقی نہیں رکھی اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نعمتوں کے ساتھ ممتاز فرمایا۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور سکھایا تمہیں جو کچھ تم نہ جانتے تھے، یعنی چھپی ہوئی باتیں اور مکنونات ضمائر (دلوں کے پوشیدہ راز) پر آگاہی بخشی گئی، جمہور نے کہا ہے کہ وہ ربوبیت حق، جلال الہی، عبودیت نفس اور اس کے حالات کے جاننے کا علم ہے۔ بحر الحقائق میں لکھا ہے کہ وہ علم مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ کا ہے، جو حق سبحانہ و تعالیٰ نے شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا (تفسیر حسینی) چنانچہ احادیث معراج میں وارد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں زیر عرش تھا کہ ایک قطرہ میرے حلق میں ٹپکا دیا گیا۔

فَعَلَّمْتُ بِهَا مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ ○

”پس میں نے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا سب جان لیا۔“

حضرت عبدالرحمن بن عائش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو اچھی صورت میں دیکھا، رب تعالیٰ نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ملائکہ کن باتوں پر جھگڑا کرتے ہیں، میں نے عرض کی مولا تو ہی خوب جانتا ہے، فرمایا، پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ تو میں نے اس کے فیض کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان میں پائی:

فَعَلَّمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ -

تو میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

(مشکوٰۃ وداری بحوالہ ”ذکر جمیل“ مؤلفہ مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ)

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ مافی السموات سے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کا علم مراد ہے۔ جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں سب حضور ﷺ کو معلوم ہو گئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی خبریں دیں۔ (بخاری بحوالہ ذکر جمیل)

چھپی ہوئی باتیں جاننا، دلوں کے پوشیدہ راز سمجھنا، جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اس کا علم زمینوں اور آسمان بلکہ ان سے پرے تک کے حالات سے واقف ہونا ہے، جنتوں اور دوزخیوں کو پہچاننا، اور ان سب کی خبریں دینا، یہ سب علم لدنی ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں طرفہ یہ کہ

قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا - (پارہ ۱۶ سورہ طہ: آیت ۱۱۴)

”اور عرض کرو اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔“

اس دعا کے تحت ہر آن ہر لحظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ترقی و اضافہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیادتی چاہی تو ان کو حضرت خضر علیہ السلام کے سپرد کیا گیا مگر ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے بغیر طلب کے زیادتی علم کے لیے دعا کی تعلیم کی اور غیر کے حوالے نہ کیا تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ جس نے اَدْبَسِي رَبِّي فَاحْسَنَ تَادِيْبِي کے مکتب ادب میں قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا کا سبق پڑھا ہو وہ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کے مدرسہ میں نکتہ فَعَلِمْتُ عِلْمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ کا مستفید حقائق اشیاء کے گوش گوش میں پہنچ سکتا ہے۔

اس تحریر سے یہ واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام علوم کی اس طرح تکمیل ہو گئی کہ کسی طرح کی کوئی کمی باقی نہ رہی اور یہ کہ تمام حقائق کے مقابلے میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علوم عطا کیے گئے وہ بے حد و بے شمار ہیں مخلوقات ارضی و سماوی کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے سامنے ایسا

ہے جیسے ایک سمندر کے سامنے قطرہ اور یہی نسبت اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہے یعنی رب تعالیٰ کا علم ایک بے کنارہ سمندر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اس کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے۔ رب تعالیٰ کا علم ذاتی اور قدیمی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عطائی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے متعلق بہت سی آیتیں اور حدیثیں مزید پیش کی جاسکتی ہیں مگر طوالت کا خوف ہے تاہم اس سلسلہ میں یہ بیان کر دینا بر محل ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک زبان میں با محاورہ کلام فرماتے تھے جس طرح آپ عربی زبان کی فصاحت و بلاغت میں کامل تھے اسی طرح دوسری زبانوں کے قواعد فصاحت و بلاغت کے مطابق گفتگو فرماتے تھے اور آپ کی زبان مبارک میں خدا داد قدرت و قوت تھی۔

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی نے اپنی کتاب 'ذکر جمیل' میں اس مسئلہ پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے یہاں اس کا لمحض درج کیا جاتا ہے، مزید تفصیل کے لیے اصل کتاب ملاحظہ فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ لوگ وفد کی صورت میں حاضر ہوئے آپ اس وقت مسجد حرام میں تشریف فرما تھے ایک شخص آگے بڑھا اور عرض کیا۔ من ابون اسران یعنی تم میں رسول اللہ کون ہیں، حاضرین میں سے کوئی نہ سمجھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آؤ یہ سن کروہ آگے ہوئے اور اپنی بولی میں جو کچھ پوچھتے رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب ان کی بولی میں دیتے رہے۔ صحابہ کرام میں سے کوئی بھی اس گفتگو کو نہ سمجھ سکا۔ آخر یہ لوگ بعد از قبول اسلام اپنے وطن کو واپس لوٹ گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سلمان فارسی حاضر ہوئے وہ فارسی زبان کے بہت بڑے عالم تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کو بطور ترجمان طلب کیا جو فارسی زبان سے بخوبی واقف تھا۔ سلمان فارسی نے اپنا کلام سنانا شروع کیا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف اور ان لوگوں کی مذمت بیان کی گئی تھی جو لوگوں کو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جانے سے روکتے تھے۔ ترجمان نے یہ سمجھ کر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فارسی زبان نہیں جانتے

کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سلمان آپ کو برا کہہ رہا ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا، یہ تو ہماری تعریف اور ان کی برائی بیان کر رہا ہے جو لوگوں کو ہمارے پاس آنے سے روکتے ہیں۔ یہودی نے یہ سن کر عرض کیا کہ اب مجھے آپ کے رسول برحق ہونے کا یقین آ گیا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

جانوروں نے آپ کو پہچانا، آپ کے رسول ہونے کی گواہی دی، آپ کے سامنے اپنی شکایتیں بیان کیں، اور آپ نے ان کا ازالہ فرمایا، درختوں سے آپ نے اپنی صداقت پر اشدہاد کیا، تو انہوں نے گواہی دی، اور انہیں اپنے پاس بلایا تو وہ بلا تامل خود بخود اکھڑ کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ بادلوں نے آپ کو پہچان کر آپ پر سایہ کیا، اور استن حنانہ آپ کے فراق میں رویا۔ پتھروں نے بھی آپ کو سلام کیا، آپ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے مختلف ملکوں کے بادشاہوں سے بغیر سیکھے پڑھے ان کی بولیوں میں ان سے گفتگو کی۔ جس ذات گرامی کے تصرفات نے یہ کمالات دکھائے ہوں اس کے علم و فضل کو بیا ن کرنے کی کس میں لیاقت و ہمت ہو سکتی ہے؟

ایک دفعہ ایک شخص نے حاضر ہو کر غیر عربی زبان میں سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب دیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے آپ سے کیا کہا، فرمایا، اس نے مجھ سے پوچھا کہ آدمی اپنی بیوی سے قرض لے کر ادائے قرض میں دیر لگائے تو کیا جائز ہے؟ میں نے کہا ہاں جب کہ وہ مفلس اور نادار ہو، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بولے میں اکثر عرب کے شہروں اور اطراف میں پھرا ہوں اور بڑے بڑے فصحا سے ملا ہوں لیکن میں نے آپ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادبئی ربی مجھے تعلیم الہی ہے۔

ان سطور سے یہ حقیقت افتاب سے بھی زیادہ روشن ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام زبانوں کے جاننے والے تھے اور یہ سب تعلیم الہی یعنی علم لدنی کی برکت تھی۔

مولانا محمد نذیر صاحب مصنف مفتاح العلوم شرح مشنوی مولانا روم نے حضرت

موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی بحث میں جو یہ لکھا ہے کہ ”رسل کرام کے لیے علم لدنی کا ہونا ضروری نہیں اور یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کو رسول ہونے کے باوجود علم لدنی حاصل نہ تھا کس قدر غلط اور بے بنیاد ہے۔“

رسل کرام کے لیے اگر علم لدنی ہونا ضروری نہیں تو پھر اور کس کے لیے ہوگا۔

پریں عقل و دانش بباہر گریست

معراج کی رات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنی فتدلی کی منزلیں طے فرماتے ہوئے جب مقام قَابِ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی پر تشریف لے گئے تو وہاں رب تعالیٰ نے بغیر کسی درمیانی واسطہ کے اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو فرمائی، ارشاد ہوتا ہے۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی - (پارہ ۲۷ سورہ نجم: آیت ۱۰)

ترجمہ: ”اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔“

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو وحی فرمائی وہ بے واسطہ تھی، اللہ کریم اور اس کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا، یہ مولا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کے اسرار ہیں، جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں، بقلی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس راز کو تمام خلق سے مخفی رکھا اور نہ بیان فرمایا کہ اپنے حبیب کو کیا وحی فرمائی محبوب و محبت کے درمیان ایسے راز ہوتے ہیں جن کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(تفسیر روح البیان)

حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِي مَعَ اللَّهِ وَقْتُ لَا كَيْسَعُنِي فِيهِ مَلَكٌ مُّقْرَبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ -

”میرا اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ اس میں کسی مقرب فرشتہ اور کسی نبی و رسول کی رسائی نہیں۔“

مطلب یہ کہ خدائے تعالیٰ سے ملاقات و گفتگو کا وہ ایک ایسا مقام ہے جہاں بغیر کسی واسطہ کے محبوب و محبت کے درمیان باتیں ہوتی ہیں اور پھر وہ قرب کا ایک ایسا مقام

ہے کہ مقرب فرشتہ اور کسی نبی و رسول کو نصیب نہیں۔

آیت و حدیث مذکورہ سے یہ ظاہر ہوا کہ اسریٰ کی شب بالخصوص اور روزانہ بالعموم رب تبارک و تعالیٰ بغیر ذریعہ جبرئیل علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک علم عطا فرماتے ہیں جو اسرار و رموز باطنی پر مشتمل ہوتا ہے، یہ علم کسی انسان یا کسی فرشتہ کے ذریعے سکھایا نہیں جاتا یہی علم لدنی (یعنی علم باطنی) ہے۔

مواہب صوفیاں میں حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ سے مذکور ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صورتیں ہیں ایک صورت بشری کہ حق تعالیٰ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ دوسری صورت ملکی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا:

اِنِّیْ لَسْتُ كَاِحِدٍ كُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یَطْعَمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِیْ۔

”یعنی میں تمہاری مثل نہیں میں اپنے رب کے پاس رات بسر کرتا ہوں اور وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔“

تیسری صورت حقی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں:

لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقَتًا لَا یَسْعَنِیْ فِیْهِ مَلِكٌ مَّقْرَبٌ وَهُوَ مَرْسَلٌ۔

رب تعالیٰ نے ہر صورت میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نئے انداز سے کلام فرمایا، صورت بشری میں کلمات مرکبہ کے ذریعے سے جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ صورت ملکی میں حروف مفردہ کے ساتھ مثلاً كَهَيْعَصٍ وغیرہ اور صورت حقی میں بذریعہ کلام مبہم گفتگو فرمائی، جیسے فَأَوْحٰی اِلٰی عَبْدِیْ اَوْحٰی مبہم کا لفظ عوام کی نسبت سے ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی ابہام نہ تھا۔ اس تشریح سے مزید واضح ہو گیا کہ صورت حقی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو گفتگو فرماتے تھے وہ جبرئیل کے بغیر ہی ہوا کرتی تھی اور اس گفتگو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم لدنی سکھایا جاتا تھا۔ لہذا یہ کہنا قطعی غلط ہے کہ رسل کرام علیہم السلام کے لیے علم لدنی کا ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ جس طرح ان کے لیے علم احکام یعنی ظاہری علوم ضروری ہے۔ اسی طرح علم لدنی یعنی باطنی علم بھی ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

علم ظاہری کی تبلیغ کے ساتھ علم باطنی کی بھی تبلیغ فرمائی اور اس مقصد کے لیے خاص مجالس کا اہتمام فرمایا، ان مجالس میں عوام کی بجائے خواص شریک ہوا کرتے تھے۔ عوام کے لیے مجالس پے درپے منعقد ہوا کرتیں تھیں اور خواص کے لئے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد۔

امام السالکین، مخدوم المتقین، وارث ختم المرسلین، مجدد تصوف، سیدی و مرشدی حضرت مولانا الحاج ابوالفیض سید قلندر علی شاہ صاحب سہروردی قدس سرہ العزیز اپنی تصنیف صحیفہ غوثیہ شرح قصیدہ غوثیہ کے صفحہ ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ پر ان مبارک مجالس کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ”لیکن یہ یاد رہے کہ رموز معرفت اور اسرار عرفان کی تعلیم خاص اہمیت و استعداد دیکھ کر خواہص کو نہایت مخفی طریق پر دی جاتی تھی اور اس کی مجالس بھی جداگانہ اور رازدارانہ ہوتی تھیں۔ ایک روز اسی قسم کی ایک مجلس خاص منعقد تھی۔ جس میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، خالد رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ اور دیگر سخن شناس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے۔ رسول کریم نبی رؤف و رحیم پیر طریقت اور مرشد حقیقت کی حیثیت سے سجادہ پر بیٹھے ہوئے معرفت و اسرار اور رموز مخفی خاص محویت و جوش کے ساتھ بیان فرما رہے تھے۔ محفل کی محفل مطلع انوار بنی ہوئی تھی۔ تجلیات پر تو انگن تھیں۔ عجیب رنگ اور عجیب کیف تھا کہ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے اہل مجلس متعجب ہوئے کہ شاید حضور یہ اسرار و حائق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتانا نہیں چاہتے آپ سمجھ گئے اور فرمایا یہ بات نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کچھ چھپانا چاہتا ہوں، مگر طفل شیر خوار کو گوشت اور حلوہ تکلیف دیتا ہے۔ اور جب وہ بالغ ہو جاتا ہے تو سب کچھ کھاتا ہے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعلیم روحانی ابتدائی تھی۔ اور بعد کو مکمل ہوئی غرض کہ اسی مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آگے تعلیم دینا شروع کی۔ اور فرمایا

من عرف اللہ لا یقول اللہ و من یقول اللہ لا عرف اللہ۔

”جس نے اللہ کو پہچانا وہ اللہ نہیں کہتا، اور جو اللہ کہتا ہے اس نے اللہ کو نہیں پہچانا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یہ کیا شناخت ہوئی کہ بندہ آقا کا نام نہ لے۔ اور یاد نہ کرے۔ فرمایا

قال اللہ تعالیٰ وهو معکم این ما کنتم

اے عمر جو شخص اپنے آقا کے ہمراہ ہو اور اسے دیکھ رہا ہو اس کا پکارنا اور یاد کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا خدا ہمراہ کہاں ہے؟ فرمایا ان اللہ فی قلوب العباد یعنی اللہ بندوں کے دلوں میں موجود ہے۔ پوچھا بندہ کہاں ہے؟ فرمایا وہو الانسان لیکن اے عمر یہ بھی ذہن نشین کر لے کہ دل کی بھی دو قسمیں ہیں ایک قلب مجازی اور دوسرا قلب حقیقی۔ اور قلب حقیقی وہ دل ہے جو نہ جانب چپ ہے نہ جانب راست نہ تحت ہے نہ فوق نہ دور ہے نہ نزدیک، قلوب المؤمنین عرش اللہ یعنی مومنوں کا دل خدائے برتر کا عرش ہے اور مومن کا قلب زیادہ ذکر و شغل میں مصروف رہنے سے زندہ ہو جاتا ہے۔ یہ مقام مقام ذکر خفی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا مومن اور مسلم میں کیا فرق ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ليس المسلمون يجتمعون في المساجد و يقولون لا إله إلا الله على الرسم -

وہ لوگ مومن نہیں جو مسجدوں میں جمع ہو کر رسمی طور پر کلمہ پڑھتے ہیں اے عمر رسمی کلمہ پڑھنے والے حقیقت میں مومن سے بے خبر ہیں۔ نہیں جانتے کہ کلمہ کیا ہے؟ اور اس کا مقصود کیا ہے اور معانی کیا ہیں؟ اول نہیں ہے کہتے ہیں اور آخر میں (ہے) کہتے ہیں۔ اسی طرح وہم و شک میں پڑ جاتے ہیں جو عین کفر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ پھر کلمہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ظہور خدا ہیں۔ اس لئے چاہئے کہ خطرہ ماسوا اللہ کی نفی کرے اور ذات احدیت کو ہر چیز اور ہر جگہ میں ثابت قرار دے۔ اے عمر جب بندہ اپنی صفات کی نفی اور ذات اللہ کا اثبات کرے تو درجہ نہایت پر پہنچے گا اور من عرف ربه کل لسانہ کی منزل پر آ جائے گا۔

یعنی جو اپنے رب کو پہچان لیتا ہے اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ اے عمر یقین رکھ اور خوب سمجھ لے کہ جب تک سالک اپنی نفی نہ کرے اور یاد اللہ سے نہ گزرے اس وقت تک وہ وحدت کی منزل میں نہیں آتا بلکہ دوئی میں پڑا رہتا ہے اور دوئی عین شرک و کفر ہے۔ اور حقیقی کلمہ کا یہی مطلب ہے۔

اس مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کارروائی کو بار بار پڑھئے اور غور کیجئے کہ یہاں جس بات کی تعلیم دی جا رہی ہے اس کا تعلق ظاہری علم سے ہے یا باطنی سے، تھوڑی سی سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی مذکورہ الصدر تحریر کو پڑھنے کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا تعلق ظاہری علم سے ہے۔ بلکہ وہ پکاراٹھے گا کہ اس مجلس کو جو تعلیم دی گئی ہے وہ خدا شناسی کی تعلیم ہے۔ اور ان حقیقتوں سے آگاہ کیا گیا ہے کہ جن پر باطنی علم کے واسطے ہی سے اطلاع پائی جاسکتی ہے۔ یہ باطنی علم انبیاء علیہم السلام کو بغیر کسی واسطے کے خود رب تعالیٰ سکھاتے ہیں اور امت کو بذریعہ انبیاء علیہم السلام اور علماء حق تعلیم کیا جاتا ہے یہی اصل علم اور ظاہری علم کی جان ہے۔

علم باطن ہمو مسکہ علم ظاہر ہمو شیر

کے شود و بے شیر مسکہ کے شود بے شیر پیر

یعنی باطنی علم مکھن اور ظاہری علم دودھ کی طرح ہے اور دودھ کے بغیر مکھن حاصل کرنا ناممکن ہے اور پیر کے بغیر پیر بننا محال ہے علم ظاہر پر عمل کرنے سے ہی باطن کے علم کی کھڑکیاں کھلتی ہیں۔ اور سالک سلوک کی منزلیں طے کرتا ہے معرفت کردگار کے مقام پر جا پہنچتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں وہی لوگ ولایت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ جنہوں نے پہلے علم ظاہری کی تکمیل کی۔ اس پر شدت سے عامل ہوئے اور پھر علم باطن کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ان کے اندر اس کا نور جگمگانے لگا۔ اور وہ اس کی روشنی میں اتنا بڑھے کہ ان پر پوشیدہ راز کھلنے لگے۔ اور وہ خالق کائنات کی بارگاہ میں بازیاب ہو کر اولیاء اللہ کے معزز لقب سے نواز دیئے گئے۔

ایسے پاکیزہ لوگوں کا وجود دوسرے انسانوں کے لیے روشنی کا مینار بن گیا چنانچہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اے رحمان کے تلاش کرنے والو! تم رحمان کا پتہ پوچھتے ہو اس کی خبر تمہیں وہی لوگ دیں گے جو اس سے واقف ہیں۔ علم ظاہر، ظاہری حواس کے ذریعے سے حاصل کیا جاتا ہے مگر باطنی علم حواس ظاہری سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے حصول کے ذریعہ باطنی حواس ہیں۔ ظاہری علم چونکہ ظاہر ہے اس لئے اس کے حواس بھی ظاہر ہیں۔ اور ہر حس کا منہ باہر کی طرف ہے۔ باطنی علم چونکہ مخفی ہے اس لئے اس کے حواس بھی پوشیدہ ہیں۔ اور ہر حس کا منہ جسم کے اندر ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا۔ یہ حسیں اس وقت کام کرتی ہیں جب کہ ظاہری حسیں بند ہو جاتی ہیں جیسا کہ انسان کی ظاہری آنکھیں جب بند ہوتی ہیں اور وہ سویا ہوا بھی ہوتا ہے تو نیند کی حالت میں عجیب و غریب چیزیں دیکھتا ہے ایسا دیکھنا باطنی حس کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے کہ ظاہری حس خواب میں ہونے والی باتوں کا ادراک کرنے سے عاجز ہے۔ علم لدنی (علم الہی) کے حاصل کرنے کے جو طریقے ہیں۔ ان میں سے ایک خواب بھی ہے۔ اس کی وضاحت کسی دوسرے مقام پر ان شاء اللہ کی جائے گی۔

غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انسان کے علاوہ ہر مخلوق میں پوشیدہ حسیں موجود ہیں۔ جو قانون قدرت کے مطابق اپنا کام کرتی ہیں۔ اور اس طرح کائنات کا نظام، نظم و ترتیب کے ساتھ چل رہا ہے۔

☆=☆=☆

قرآن مجید سے باطنی حسوں کا ثبوت

رب تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ط وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ط

(پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل: آیت ۴۴)

”اس کی پاکی بولتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔“

تفسیر حسینی میں ہے حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زندہ مخلوق تو زبان قال سے تسبیح کہتی ہے یعنی رب تعالیٰ کی تعریف کرتی ہے اور باقی مخلوق زبان حال سے۔ یعنی ان کے وجود صانع کی قدرت و حکمت پر دلالت کرتے ہیں لیکن یہ صحیح ہے کہ ذی روح مخلوق ہو یا غیر ذی روح سب زبان قال سے اللہ کی تسبیح کہتے ہیں۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ دروازہ کھولنے کی آواز اور چھت کا چٹخنا بھی تسبیح ہے اور یہ تسبیح **سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ** ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم نے کھاتے وقت یہ دیکھا کہ کھانا تسبیح کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں کہ جو میری بعثت کے زمانے میں مجھے سلام کیا کرتا تھا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کے ایک ستون سے تکیہ فرما کر خطبہ فرمایا کرتے تھے جب منبر بنایا گیا اور آپ اس پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ ستون رو دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دست کرم پھیرا اور شفقت فرمائی اسے تسکین دی۔

ان احادیث سے جماد کا کلام کرنا اور تسبیح کہنا ثابت ہوتا ہے حقائق سلمیٰ میں ابو

عثمان مغربی سے منقول ہے کہ سب موجودات مختلف زبانوں میں خدا کی تسبیح کرتے ہیں ان تسبیحات کو وہ عالم ربانی سنتا ہے کہ جس کے دل کان کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔

بحر الحقائق میں لکھا ہے کہ موجودات میں سے ہر ذرہ کو ملکوتی زبان حاصل ہے جو اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد و ثناء میں ناطق ہے اور اسی زبان میں سنگریزوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں باتیں کیں۔ قرآن حکیم میں ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرِ صَفَّتْ ط

كُلِّ قَدَعِلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ○

”کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمان اور زمینوں میں ہیں اور پرندے پر پھیلائے ہوئے سب نے جان رکھی ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح اور اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے۔“

(پارہ ۱۸ سورہ نور: آیت ۴۱)

تفسیر حسینی میں ہے کہ پرندوں کا خاص طور پر اس لئے ذکر فرمایا کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان صفتیں باندھے ہوئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صنعت کی دلیلیں ان میں واضح تر ہیں کہ ان کی بلندی کی طرف رغبت کرنے کی قوت اور ہوا میں ٹھہرنے اور غول باندھنے کی طاقت عطا فرمائی۔ اور باوجود اس کے کہ ان کے بازوؤں میں سمٹنے کی بھی قوت ہے ان کو پھیلانے کا طریقہ انہیں الہام فرمانا کمال قدرت و صنعت پر دلیل قاطع ہے۔

ان آیات معظمت سے یہ حقیقت کھلتی ہے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ہر چھوٹی بڑی چیز اپنے خالق و مالک کی حمد و ثناء میں محو اور اس کی تسبیح خوانی میں مست ہے۔ حمد و ثناء اور تسبیح خوانی تو اسی صورت میں ہوگی جب کہ حمد کرنے والا اور تسبیح پڑھنے والا اسے اچھی طرح جانے پہنچانے جس کی وہ تعریف کرتا اور تسبیح پڑھتا ہے یہ جاننا پہچاننا زندگی اور حواس کے بغیر ناممکن ہے لہذا معلوم ہوا کہ ہر شے میں زندگی ہے اور وہ حسیں رکھتی ہیں کہ جن کے ذریعہ سے وہ اپنے معبود کو پہچانے اور اس کی تسبیح کہے۔

اللہ کریم جل شانہ، پتھروں کی قسمیں بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

بعض پتھروں کو بھی اللہ نے ادراک و شعور دیا ہے اور انہیں خوفِ الہی ہوتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں اسی آئیہ کریمہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ ”دریں جاچند سخن تحقیق طلب، اول آنکہ سنگبار الصفت خشیت کہ بمعنی ترس است موصوف ساتھ اندو شک نیست کہ ترسیدن بدوں حیات و دانش نمی شود و سنگ ازیں ہ دو صفت عاری است پس وصف آنها باین صفت چگونه راست آید؟ جوابش آنکہ نزد اہل سنت و جماعت ہر یک را از جمادات و حیوانات روحی است و صلوة و تسبیح ہر جماد و حیوان کہ منطوق کلام الہی است در آیات بسیار متل۔“

كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَوَتَهُ وَ تَسْبِيحَهُ (پارہ نمبر ۱۸ سورہ نور: آیت ۴۱) وَ اِنْ
مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَ لَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ، (پارہ

نمبر ۱۵ سورہ بنی اسرائیل: آیت ۴۴) ہماں روح است“

اس جگہ چند باتیں تحقیق طلب ہیں اول یہ کہ پتھروں کو خشیت کہ جس کے معنی خوف کے ہیں کی صفت سے متصف کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خوف کھانا زندگی اور عقل کے بغیر نہیں ہوتا اور پتھران دونوں صفتوں سے خالی ہے تو وہ ان صفات سے کیونکر موصوف ہو سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک جمادات و حیوانات میں سے ہر جماد و حیوان کے لئے ایک روح ہے۔ قرآن کریم میں بہت سی آیتوں میں پرندوں کا دعا و تسبیح کہنا اور ہر شے کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح خوانی اور حمد بیان کرنے کا ذکر ہے۔ تو یہ حمد ثناء اور تسبیح خوانی اسی روح کے اثر سے ہے۔

شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر کوہ شبیر شریف داشتند و کافراں در تجسس آنحضرت علیہ السلام بودند کوہ عرض کرد کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) از اینجا فردو آئید مبادا بر پشت من شمارا بگیرند من شرمندہ شوم دور صحیح مسلم بہ روایت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ازاں

حضرت علیہ السلام بہ ثبوت پیوستہ کہ فرمودند من می شناسم سنگی را در مکہ کہ قبل از نبوت و بعثت بر من سلام می کرد۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوہ شیبہ (مکہ میں ہے) پر تشریف فرما تھے اور کافر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں تھے۔ پہاڑ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس جگہ (بلندی) سے نیچے تشریف لے آئیے۔ ایسا نہ ہو کہ کفار میری پشت پر (آپ کو دیکھ کر) پکڑ لیں اور میں نادام ہو جاؤں۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھ پر میری نبوت اور بعثت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ اور دیگر رضی اللہ عنہم سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گائے کا قصہ بیان فرمایا۔ وہ اس طرح کہ ایک شخص اس گائے کو لے گیا اور اس پر سوار ہوا گائے نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے سواری کے لیے پیدا نہیں فرمایا بلکہ زراعت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور اسی طرح حدیث شریف میں بھیڑیے کے کلام کرنے کا ذکر بھی ہے۔ حدیث شریف میں یہ وارد ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے ہمراہ کوہ حرا پر تشریف رکھتے تھے۔ پہاڑ کے پتھروں میں اس طرح حرکت ہوئی جیسے زلزلہ سے ہلتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر پر پائے مبارک مارا اور ارشاد فرمایا کہ ادب سے رہ اس لئے کہ تیری پشت پر ایک پیغمبر، ایک صدیق اور شہید ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشاد فرماتے ہی پہاڑ ساکن ہو گیا۔

استن حنانہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں آواز سے رونا، اس قدر مشہور ہے کہ محتاج بیان ہیں۔ عارف رومی فرماتے ہیں۔

استن حنانہ در ہجر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نالہ می زد ہچو ارباب عقول

یعنی استن حنانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرقت میں عقلمندوں کی طرح رویا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے جب اسے شفقت و محبت سے بغل میں لے لیا تو اسکا گریہ بند ہوا اور اسے سکون و اطمینان حاصل ہو گیا۔

مذکورہ روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جمادات و حیوانات میں شعور ادراک کا جذبہ موجود ہے اور ان میں زندگی کی وہ حسیں پائی جاتی ہیں کہ جن سے انہیں احساس و ادراک ہوتا ہے۔

اس سے بھی صاف تر ثبوت قرآن عزیز کی اس آیت سے ملتا ہے۔ رب تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّصَدِّعًا مِّمَّنْ خَشِيَ اللَّهَ ط

(پارہ ۲۸ سورہ حشر: آیت ۲۱)

”اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور اسے دیکھتا جھکا ہوا، پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔“

ان آیات و احادیث سے یہ مسئلہ بالکل صاف ہو گیا ہے کہ ظاہری حواس (حواس خمسہ جو جانداروں کو حاصل ہیں) کے علاوہ باطنی حواس بھی ہیں کہ جن کے ذریعہ سے جمادات و حیوانات میں زندگی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور ان میں بھی قوت ادراک و شعور موجود ہے۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے۔ اس لئے رب تعالیٰ نے اسے ظاہری و باطنی حواس سے سرفراز فرمایا تاکہ ظاہری و باطنی علم سے نوازا جائے۔

عالم موجودات کا علم تو حواس ظاہری سے ہوتا ہے اور حواس باطنی سے حقائق و معارف اور اسرار و رموز اور حقیقت الاشیاء کا انکشاف ہوتا ہے۔ اور یہی علم لدنی ہے حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پنج	حسے	ہست	جزایں	پنج	حس
آں	چوز	سرخ	وایں	حسبا	چومس
حس	ابداں	قوت	ظلمت	می	خورد
حس	جان	از	آفتابے	می	چرد

ان پانچ حسوں (حواسِ خمسہ کے علاوہ پانچ دوسری حسیں (باطنی) جو خالص سرخ سونا ہیں اور یہ ظاہری حسیں تانبے کی طرح ہیں۔ جسم کی حسیں ظلماتی غذائی کھاتی ہیں اور روح کی حسیں (باطنی حسیں) نورانی آفتاب سے غذا حاصل کرتی ہیں یعنی ان کی نشوونما نور الہی سے ہوتی ہے اور وہ تجلیات باری تعالیٰ سے روشن ہو کر کام کرتی ہیں۔ حواسِ خمسہ ظاہری پانچ قوتیں ہیں جن کے نام یہ ہیں، سامعہ، باصرہ، شامہ، ذائقہ اور لامسہ۔ ان کی مختصر تشریح درج ذیل ہے۔

سامعہ:

وہ قوت ہے جو آواز۔ حروف اور کلمات سن کر شے کا ادراک کرتی ہے۔ اس کا آلہ کان ہے۔

باصرہ:

وہ قوت ہے جو صورتیں اور رنگ دیکھ کر شے کو ادراک کرتی ہے۔ اس کا آلہ آنکھ ہے۔

شامہ:

وہ قوت ہے جو سونگھ کر خوشبو یا بدبو کے ذریعہ شے کا ادراک کرتی ہے۔ اس کا آلہ ناک ہے۔

ذائقہ:

وہ قوت ہے جو مزہ چکھ کر شے کو تمیز کرتی ہے۔

لامسہ

وہ قوت ہے جو چھو کر کسی شے کا گرم، سرد، بوجھل، ہلکا اور چکنا ہونا معلوم کرتی ہے۔ اس قوت کا آلہ اکثر بدن ہے اور خاص طور پر انگلیاں۔

اسی طرح حواس خمسہ باطنی بھی پانچ قوتیں ہیں جن کے نام یہ ہیں حس مشترک، خیال، وہم، حافظہ و متصرفہ۔ ان کی مختصر تشریح درج ذیل ہے۔

حس مشترک:

وہ قوت ہے جو کہ ان تمام صورتوں اور شکلوں کو اپنے اندر سماییتی ہے۔ جنہیں حواس ظاہری ادراک کرتے ہیں اور انہیں نفس ناطقہ پر پیش کرتی ہے۔ اس قوت کو لوح نفس بھی کہتے ہیں۔

خیال:

وہ قوت ہے کہ جو ان تمام محسوس صورتوں کو یاد اور محفوظ رکھتی ہے جو حواس ظاہری کے ذریعہ حس مشترک میں آتی ہیں۔

وہم:

وہ قوت ہے کہ جو محسوس شے کے ان جزئی معانی کا ادراک کرتی ہے، جو اس میں موجود ہوتے ہیں مثلاً شیر کی صفت درندگی کہ شیر تو محسوس ہے مگر جزئی معانی یعنی صفت درندگی محسوس نہیں۔

حافظہ

وہ قوت ہے کہ جو غیر محسوس جزئی معانی کو کہ جو محسوس شے میں ہیں اور جن کو وہم نے ادراک کیا ہے ہمیشہ یاد اور محفوظ رکھتی ہے اور فراموش نہیں کرتی۔

متصرفہ:

وہ قوت جو کہ خیال اور حافظہ میں محفوظ رہنے والی چیزوں میں اس طرح تصرف کرتی ہے کہ بعض کو بعض سے ملاتی ہے اور بعض کو بعض سے جدا کرتی ہے۔
حضرت خواجہ ابوالسید ابوالحسن احمد نوری قادری ماہروی قدس سرہ العزیز۔ ”کشف

القلوب“ میں حواس کی بحث کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ ”واسطہ احساس ان قوی اور حواس کے بھی نفس ناطقہ سے علیحدہ ایک روح“ نفسانی روح کی مانند ہے کہ یہ حواس اس روح کی مدد اور قوت سے ادراک ہوتے ہیں۔ حواس خمسہ باطنی جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ باطنی ہونا ان حواس کا مجازی ہے کیونکہ عالم ظاہرہ کا ادراک ان سے تعلق ہے۔ اور عالم باطن کا جزا اور فرع ہے۔ پس اطلاق لفظ باطن کا ان حواس خمسہ مذکورہ پر صرف بمقابلہ حواس خمسہ ظاہری ہے۔ یعنی بہ نسبت ان حواس (ظاہری) کے یہ حواس باطنی ہیں نہ یہ کہ حواس باطنی حقیقی یہی ہیں۔ پس وہ حواس خمسہ باطنی جو متعلق بہ علم ظاہر ہیں انسان میں موجود بالفعل ہیں اور یہ قوی و حواس باطنی (نفس ناطقہ سے علیحدہ روح) جو متعلق بہ علم باطنی ہیں۔ انسان میں بلقوۃ موجود ہیں اور ان کا موجود ہونا بالفعل ہونا بغیر تزکیہ و تصفیہ قلب ناممکن ہے۔“

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو فرمایا کہ بدن کی حسیں ایسی غذائی کھاتی ہیں کہ ان میں تاریکی اور اندھیرا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی غذاؤں میں مادیت ہے اور وہ مادہ ہی سے پرورش پاتی ہیں۔ مادہ کثیف ہے اس لئے ان غذاؤں کے استعمال سے ظاہری حسوں میں کثافت (ظلمت) پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ انسان کو کثیف بنا کر مادہ کی طرف رجوع کر دیتی ہیں یہی وجہ ہے کہ فی زمانہ مادہ پرستی کی وبا روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اور اس طرح عبد و معبود میں بعد ہوتا رہا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی سوانح مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ میں مادہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

”حقیقت یہ ہے کہ خدا کے انکار کی اصل بنیاد مادہ کے مسئلہ سے پیدا ہوتی ہے یعنی یہ کہ عالم میں جو کچھ ہے، مادہ ہی ہے۔ اسی سے انقلابات اور تغیرات ہیں جن سے یہ عظیم الشان عالم پیدا ہو گیا ہے۔ مادہ کے خیال کو جس قدر قوت اور وسعت دی جاتی ہے اسی قدر خدا کے اعتراف کے بعد (دوری) ہوتا جاتا ہے۔“

یہ ہے مادہ پرستی کا نتیجہ انسان اسباب پر غور کرتے کرتے اب یہ کہنے لگ گیا ہے کہ اسباب کا سلسلہ غیر متناہی ہے جو قدیم سے قائم ہے اور برابر چلا جاتا ہے جو کچھ ہوتا ہے

اس سلسلہ کا نتیجہ ہے۔ ان اسباب کا آخر میں چل کر کسی علتہ العلل پر مٹتی ہونا ضروری نہیں۔

مادہ پرستوں کا یہ کہنا ہے کہ معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ صرف حواس ظاہر میں ہے اور یہ کہ جن چیزوں کو حواس ظاہری محسوس نہیں کر سکتے ان کے ادراک کا ذریعہ بھی حواس ہی کے محسوسات ہیں۔ مگر صوفیائے کرام کے نزدیک انسان کے اندر ایک خاص قوت ہے جو حواس ظاہری کے توسط کے بغیر اشیاء کا ادراک کرتی ہے۔

اب تو اہل یورپ بھی جو مدت سے اس قوت غیبی کے منکر رہے اس کے قائل ہو گئے ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سوانح مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ میں تحریر فرماتے ہیں ”یورپ میں ایک مدت تک لوگوں کو اس سے انکار رہا لیکن جب زیادہ تحقیقات اور تدقیقات عمل میں آئیں تو ایک خاص فرقہ پیدا ہوا جس کا نام اسپر پچویسٹ (روحانین) ہے اس فرقہ میں علوم و فنون جدیدہ کے بہت بڑے بڑے اساتذہ فن شامل ہیں ان لوگوں نے بدیہی تجربوں کے بعد یہ اقرار کیا کہ انسان میں حواس ظاہری و باطنی کے علاوہ ایک اور قوت ہے جو اشیاء کا ادراک کرتی ہے۔

پس جس شخص کی باطن حسیں بیدار ہیں اور وہ انوار غیبی سے متجلی ہیں اور یہ کہ اسے اشیاء کا ادراک کرنے والی وہ قوت خاص بھی حاصل ہے جو ہر شخص کو حاصل ہونا ضروری نہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ علم عطا ہوگا جو کسی مکتب اور درسگاہ سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی کا نام علم لدنی ہے۔ عارف رومی فرماتے ہیں

علم آں باید کہ آید از خدا

در ورون انبیاء و اولیاء

باز غیر از عقل و جان آدمی

ہست جائے در نبی و در ولی

یہ علم (علم لدنی) انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کو مکتب خداوندی سے حاصل ہوتا ہے۔

اس لئے کہ بقول حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ہر نبی ہر ولی میں عالم آدمیوں کی عقل اور روح کے علاوہ ایک اور روح ہوتی ہے جو کتب لم یزل سے باطنی طور پر علم حاصل کرتی ہے اور یہی اصل علم ہے اسی کی بدولت رب تعالیٰ کا عرفان حاصل ہوتا ہے اور اشیاء کی حقیقتیں کشف ہوتی ہیں اور ان جمادات و نباتات اس سے کلام کرتے ہیں کنکریوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں بولنا اور استن خانہ کا آپ کے ہجر میں رونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے کلام فرمانا اس روئے خاص کے وجود کا بہت بڑا ثبوت ہے جو عام انسانوں کے علاوہ صرف نبی اور ولی ہی میں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کا انکار کرے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ منکر چونکہ اس نعمت سے محروم ہے اس لئے وہ دوسروں میں بھی اس کے ہونے کو محال جانتا ہے

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

فلسفی کو منکر حنانہ است

از حواس انبیاء بیگانہ است

جو فلسفی واقعہ ستون حنانہ کا انکار کرتا ہے اس کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ وہ انبیاء صلی اللہ علیہم

کے حواس سے نا آشنا ہے انہیں بھی اپنے اوپر قیاس کرتا ہے اور اپنی مثل سمجھتا ہے عارف رومی فرماتے ہیں:

ہمسری بانبیاء بزداشتند

اولیاء را ہچو خود پنداشتند

گفت اینک مابشر ایثاں بشر

ما والیثاں بستہ خواہیم خود

بہت سے لوگ اسی سبب سے گمراہ ہو گئے کہ انہوں نے ہچومائی کے زعم میں انبیاء

صلی اللہ علیہم اور اولیاء صلی اللہ علیہم کو اپنا جیسا سمجھا اور برابری کا یہ ثبوت پیش کیا کہ جس طرح ہم کھاتے ہیں وہ بھی کھاتے ہیں اور جس طرح ہم سوتے ہیں وہ بھی سوتے ہیں۔

مولانا روم دونوں کا موازنہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

آں خورد گرد پلیدی زوجدا

این خورد گر دو ہمہ نور خدا

وہ منکر انبیاء و اولیاء کو اپنے جیسا سمجھنے والا کھاتا ہے تو اس کے جسم سے گندگی کا اخراج ہوتا ہے اور یہ نبی ولی کھاتا ہے تو اس کا کھایا ہوا نور بن جاتا ہے منکر سوتا ہے تو نیند اس کا وضو توڑ دیتی ہے اور اس کا شعور جاتا رہا ہے، نبی سوتا ہے تو نیند سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا اور وہ اسی وضو سے پہلے نماز پڑھ لیتا ہے۔ اور یہ کہ نیند کی حالت میں بھی اس کا شعور باقی رہتا ہے یہاں تک کہ سوتے میں بھی اس پر نزول وحی ہوتا ہے اور وہ اس کو اسی طرح سمجھتا ہے کہ جس طرح کہ بیدار میں سمجھتا ہے اس لئے کہ نبی کے حواس اور اس کی روح انسانی حواس و روح سے بالکل وراء الوراء ہے۔ جب یہ کھلا ہوا فرق موجود ہے تو ہچمو مثلی کا دعویٰ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

عقلی دلیل

عقلی دلیل سے بھی علم باطن (علم لدنی) کا تسلی ثبوت ملتا ہے وہ اس طرح کہ ایک شخص عالم خواب میں دیکھتا ہے کہ اس کے ایک عزیز کا ڈھا کہ سے خط آیا ہے بیدار ہونے کے بعد اسے سچ سچ ایک خط ملتا ہے۔ جو ڈھا کہ سے آیا ہے اور اسی عزیز کا ہے جس کا اشارہ خواب میں ہوا تھا۔ یا اس شخص کے دل میں بیداری میں یہی خیال آتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد پوسٹ میں آکر اسے ایک خط دے جاتا ہے۔ جو بعینہ اس کے خیال کے مطابق ہوتا ہے یہ دیکھ کر شخص مذکورہ متعجب ہوتا ہے اور سوچتا ہے کہ یہ واقعہ میرے خیال کے مطابق کیونکر ظہور پذیر ہوا۔

ظاہر ہے کہ اس خیال کا تعلق کسی ظاہری حس سے نہیں ہے۔ اس لئے کہ حواس ظاہری، ظاہری اشیاء کا ادراک کرتی ہیں۔ خیال، روح کی ایک طاقت ہے اور روح مخفی

ہے۔ لہذا خیال بھی تھکی ہے پس متحقق ہوا کہ شخص مذکور کے دل میں ڈھا کہ ایک عزیز اور اس کے خط کا خیال کسی باطنی قوت کے تحت پیدا ہوا ہے۔ اسی باطنی قوت کا نام حاسہ روحانی ہے حضرت خواجہ ابوالحسن احمد نوری قادری، مارہروی المقلب بہ میاں صاحب قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب ”کشف القلوب“ میں حاسہ روحانی (باطنی قوت) کی جو وضاحت فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

”یہ قوت حالت بیداری میں موجود بالقوة ہوتی ہے اور حالت خواب میں موجود بالفعل، البتہ ریاضت و محنت اور صفائی قلب کی وجہ سے بیداری میں بھی اس قوت کا موجود بالفعل ہونا ممکن ہے۔ یہ قوت ہر فرد و بشر میں پیدا کی گئی ہے مگر ہر ایک میں اس کا درجہ عقل و ذہن کی طرح کم اور زیادہ اس لئے کہ سب کے مزاج اور قلوب یکساں اور مہرابر نہیں ہوتے جن لوگوں کے مزاج گرم اور ان کے دل نرم اور گداز ہیں ان میں یہ استعداد باطنی (باطنی قوت) زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے دلوں میں تھوڑی سی محنت و مشقت اور ریاضت و اشغال وغیرہ سے حالت بیداری میں یہ قوت موجود بالفعل ہو جاتی ہے۔ (یعنی جس طرح نیند کی حالت میں ظاہری حواس بند ہو جاتے ہی اور باطنی حواس و قوی عملی طور پر کام کرنے لگ جاتے ہیں اسی طرح بیداری میں بھی یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے)۔

جن لوگوں کے مزاج سرد اور قلوب سخت ہیں ان میں یہ باطنی قوت (حسہ روحانی) دل کی سختی کی وجہ سے کم ہوتی ہے۔ ایسے لوگ اگر سخت ریاضت شاقہ اور محنت اشغال برداشت کریں تو ان کے دلوں کی سختی جاتی رہتی ہے اور ان میں بھی باطنی قوت موجود بالفعل ہو کر کام کرنے لگتی ہے بعض لوگ جو نہایت سخت دل ہیں ان میں یہ استعداد قوت (باطنی قوت) بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے ایسے لوگ اگر چہ محنت و مشقت اور ریاضت شاقہ کرتے ہیں مگر ان کو بیداری میں یہ شرف حاصل نہیں ہوتا البتہ نیند کی حالت میں یا بوقت ان میں بھی قوت باطنی موجود بالفعل ہو جاتی ہے۔

مخدومی حضرت خواجہ سید سید ابوالحسن احمد نوری قادری کشف القلوب میں فرماتے

ہیں کہ اس قسم کے لوگوں کو (جن کے دل سخت ہیں اور محنت شاقہ سے بھی نرم نہیں ہوتے) مایوس ہو کر نفور نہیں ہونا چاہیے۔ اور ذکر الہی، مجاہدہ و مکاسبہ باطن کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ سعادت ابدی، معرفت ربانی اور تکمیل نفوس، باطنی قوت پر نہیں ضرورت تو اس بات کی ہے کہ سوائے خدا کے سب سے تعلق جاتا رہے، اور یہ درجہ ذکر الہی اور محنت و ریاضت ہی سے بفضلہ تعالیٰ حاصل ہوتا ہے اور جو کچھ کہ کیفیات و واردات باطنی سے اس جہاں میں حاصل نہ ہوں وہ اس عالم میں (عالم آخرت) حاصل ہوں گی۔ (ان شاء اللہ)

مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں کے دل مجاہدہ اور ذکر الہی کی برکت سے صاف ہیں اور ان کے مزاج گرم اور دل نرم ہیں ان دلوں پر خطرات کا ورود ہوتا رہتا ہے۔ جو اکثر جلد یا کچھ وقفہ کے بعد من و عن صحیح ثابت ہو جاتے ہیں۔ البتہ مقتضائے بشریت اور بسبب دنیاوی انہماک کبھی کوئی خطرہ (خیال) غلط ہو تو ہو ورنہ تصفیہ و تذکیہ یافتہ دلوں میں خطرات بطور الہام پیدا ہوتے ہیں جو ہر حال میں درست ثابت ہوتے ہیں اور جو دل عدم تصفیہ و تذکیہ صاف نہیں ہوتے ان پر خطرات کا ورود بہت کم ہوتا ہے اور اکثر غلط ہوتے ہیں۔ البتہ کبھی بہ مشیت ایزدی ایسا خطرہ (خیال) بھی وارد ہو جاتا ہے جس کا وقوع بعینہ ویسا ہی ہوتا ہے۔

یہی باطنی قوت بچوں میں خورد سالی کے سبب زیادہ ہوتی ہے، اس لئے کہ عالم ظاہری کے تعلقات (جو عالم باطن کے لئے حجاب ہیں) اس حالت میں بہت کم عارض ہوتے ہیں، اور آئینہ دل کمسنی اور تعلقات عالم ظاہر کی کمی کے باعث صاف ہوتا ہے۔ جس قدر سن بڑھتا جاتا ہے اور عالم ظاہر کے تعلقات زائد ہوتے جاتے ہیں دل کی صفائی کم ہوتی جاتی ہے اسی طرح بانی استعداد (باطنی قوت) بھی کم ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جب حد بلوغ کو پہنچتا ہے اور جرائم و معاصی کا مرتکب ہونے کے ساتھ ساتھ طرح طرح کی غذاؤں اور نیند کی کثرت اور اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے کی وجہ سے ظاہری دل (جو باطنی دل کی سواری ہے) کے گرد چربی پیدا ہو جاتی ہے اور شیطان اس میں اپنا گھر بنا لیتا ہے تو اس وقت یہ

استعداد بہت ہی کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ آفتاب روح سینات اور معاصیات کی تاریکیوں میں چھپ جاتا ہے۔ لیکن طاعات و عبادات اور کثرت ریاضت سے گناہوں کی تاریکی نور سے بدل جاتی ہے اور آفتاب روح ظلمت جرائم سے نکل کر تابان و درخشاں ہو جاتا ہے۔ کثرت شب بیداری اور روزے کی گرمی سے وہ چربی جو ظاہری دل کے گرد جم گئی ہوتی ہے پکھل جاتی ہے اور آئینہ دل بھی صاف و شفاف ہو جاتا ہے۔ اور استعداد باطنی (باطنی قوت) زیادہ ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ موجود بالفعل ہو کر تجلیات ربانی اور مشاہدہ جمال خداوندی کا سبب بن جاتی ہے اور انسان بیداری میں بھی ایسے عجائب و غرائب دیکھتا ہے کہ جن کا ادراک حواس ظاہری سے کبھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک
نقشہا بینی بروں از آب و خاک

جب یہ معلوم ہوگا کہ ظاہری حواس کے ساتھ باطنی حواس بھی ہیں اور یہ کہ ہر نبی اور ہر ولی میں عام آدمیوں کی عقل و روح کے علاوہ ایک اور روح (حاسہ روحانی یا قوت باطنی) ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے علم (علم لدنی) کو حاصل کرتی ہے تو اب یہ معلوم کرنا باقی رہ گیا کہ علم لدنی کی آنے کی کیا صورتیں ہیں۔ لہذا آئندہ سطور میں ان شاء اللہ تفصیل کے ساتھ ان تمام صورتوں پر بحث کی جائے گی۔ سب سے اول یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ قرآن حکیم نے بندوں سے اللہ کریم کے کلام فرمانے کے کیا کیا طریقے بیان فرمائے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ
أَوْ يُرْسِلُ رَسُولًا فَيُوحِي بِلَاذِنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيُّ حَكِيمٌ ط

(پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ: آیت ۵۱)

”اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے طور پر یا یہ کہ وہ بشر پردہ عظمت کے ادھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اسکے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے۔“

اقسام وحی

علم لدنی کی پہلی صورت وحی ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ وحی کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ

وحی چو بود؟ گفتن از حس نہاں

وحی کیا ہے؟ پوشیدہ حس کے ذریعے سے کہنا یہ حس نبی اور ولی دونوں میں ہوتی ہے فرق یہ ہے کہ نبی حس مخفی کے ذریعے جو کہتا ہے وہ وحی ہے اور ولی جو کہتا ہے وہ الہام ہے۔ اولیاء کے الہامات پر لفظ وحی کا اطلاق نہیں کیا جاتا مگر مجاز الہام کو وحی کہا جاسکتا ہے۔ لیکن فرق مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے انبیاء کے لئے وحی اور اولیاء کے لئے الہام کا لفظ استعمال کرنا چاہیے۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

آگے چل کر ان شاء اللہ یہ معلوم ہو جائے گا کہ ایسا کرنا صرف فرق مراتب کی بنا پر ہی نہیں بلکہ حقیقتاً لفظ وحی کا اطلاق اولیاء اللہ پر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وحی اور الہام میں بڑا فرق ہے۔

اور اگر اولیاء کے لئے وحی کے لفظ کا اطلاق مجازاً کرنا مقصود ہو تو ایسی صورت میں صرف ظاہری اعتبار سے وحی کے لفظ کا اطلاق ہوتا نہ کہ حقیقی اعتبار سے اس لئے کہ نبی کے لئے جن اقسام کی وحی کا ثبوت ملتا ہے ولی کے لئے اتمام قسموں کے ذریعہ پوشیدہ حس سے ادراک کا ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ القا، الہام، کشف، خواب وغیرہ کہ یہ بھی اقسام وحی ہیں، کے ذریعے سے یہ ادراک واضح ہوتا ہے۔

نبی حس مخفی (حاسہ روحانی) کے ذریعے جو کہتا ہے وہ ایک ایسا علم ہے جو اسے بارگاہ رب العزت سے عطا ہوتا ہے اور وہ دنیاوی علوم و فنون کی طرح تعلم و تعلیم سے حاصل نہیں ہوتا۔

مولانا شبلی نعمانی سوانح مولانا روم میں اس کے ثبوت میں محدث ابن حزم کا ایک

استدلال پیش کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب المثل والنحل میں تحریر کیا ہے۔ ذیل میں اسکا اردو ترجمہ کیا جاتا ہے۔

ترجمہ: ”تو بداہتہ“ ثابت ہوا کہ ایک یا متعدد انسان ضرور ایسے ہوں گے جن کو خدا نے یہ فنون اور صنائع بغیر کسی معلم کے خود سکھائے ہوں گے۔ اور یہی نبوت کی صفت ہے۔“

مولانا محمد نذیر صاحب عرشی مجددی نقشبندی مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے دفتر اول جلد سوم کے ص ۸۷ پر انبیاء علیہم السلام کے علوم کا عوام کی عقل سے بالاتر ہونا مندرجہ ذیل بطور سے ثابت کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

”پس انبیاء علیہم السلام کا علم جو ذات الہی سے تعلق رکھتا ہے لامحالہ تعلیم الہی پر موقوف ہے جس کو لامعقول ولا محسوس کہتے ہیں کیونکہ عقل اپنے اس مبداء کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتی جو اس کی ذات پر موثر ہے پس جب عقول اپنے مبداء کے ادراک سے عاجز ہے تو ذات الہی کی کہنہ کیونکر ادراک کر سکتی ہیں اس سے ثابت ہوا کہ علوم انبیاء لامعقول ولا محسوس ہوتے ہیں؟“

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تعلیم الہی کی پہلی صورت وحی ہے۔ اب یہ دریافت طلب امر ہے کہ وحی کی کتنی قسمیں ہیں علماء و محدثین کے فرمان کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی طرح سے وحی آتی تھی۔

اول:

کبھی تو جبرائیل علیہ السلام انسان کی صورت میں متمثل ہو کر آپ کو کلام الہی پہنچاتے تھے۔

دوم:

کبھی آپ پر وحی کی آمد اس طرح ہوتی تھی کہ آپ لیٹ جاتے تھے اور آپ کو کپڑا اڑھا دیا جاتا تھا جب آپ اٹھتے تھے تو سخت سردی کے موسم میں بھی پسینے میں نہائے ہوئے ہوتے تھے۔

مطلب یہ کہ وحی کی اس صورت میں جب تک آپ لیٹے رہتے تھے تعلیم الہی جاری رہتی تھی اور آپ اسے حاصل کرتے رہتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”ایک دفعہ نزول وحی کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میرے زانو پر تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ میری ران بوجھ کے مارے ٹوٹ جائے گی“ جب سورہ مائدہ نازل ہوئی تو اس وقت آپ اونٹ پر سوار تھے اور اونٹ ثقل اور گرانی کی وجہ سے زمین پر بیٹھا جاتا تھا یہ ثقل و گرانی وحی کی وجہ سے تھی نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہر قسم کی وحی میں آپ کو تکلیف ہوتی تھی۔ مگر کسی وحی میں یہ تکلیف شدت کے ساتھ ہوتی۔

سوئم:

وحی کی ایک قسم یہ تھی کہ آپ کے گوشہائے اقدس میں گھنٹی کی طرح آواز آتی تھی۔ آپ فرماتے ہیں ”یہ حالت وحی میرے لئے سب سے زیادہ گراں ہوتی ہے“۔ جب آپ کو پیغام الہی پہنچ جاتا تو یہ حالت جاتی رہتی۔

مقام غور ہے کہ گھنٹی کی آواز سے کیا سمجھا جاسکتا ہے۔ عام انسان کو صرف یہی سمجھیں گے کہ گھنٹی کی آواز آرہی ہے۔ حالانکہ وہ محض ایک آواز ہی نہیں تھی بلکہ تعلیم الہی کا ایک ذریعہ تھا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ اگر کوئی کراچی سے لاہور کسی عزیز کو بذریعہ تار کوئی اطلاع دینا چاہے تو وہ کسی تار گھر میں آکر تار بابو سے عرض مدعا کرے گا تار بابو ایک فارم پر اس سے عبارت تحریر کروا کر اپنے قانون و قاعدے کے مطابق رقم وصول کر کے تار کے الفاظ لاہور کے تار گھر میں پہنچا دے گا۔ اور وہیں سے تار بھینچنے والے عزیز کو تحریری طور پر اس کی اطلاع کر دی جائے گی کراچی سے تار بابو لاہور کے تار گھر میں جو اطلاع بھینچے گا وہ ٹیلیفون یا وائر لیس وغیرہ کے ذریعے نہیں پہنچے گی بلکہ اپنی میز پر بیٹھا بیٹھا مشین کے ایک بٹن کو بار بار دباتا جائے گا اور کھٹ کھٹ کی آواز آتی جائے گی۔ بجلی کے تاروں کے ذریعے سے کراچی اور لاہور کے تار گھروں کا تعلق پہلے سے قائم ہے یہ کھٹ کھٹ کی آواز بعینہ لاہور کے تار گھر

میں سنائی دی جا رہی ہے اور وہاں بھی ایک کلرک بیٹھا ہوا ہے اور وہ اس آواز کو سن رہا ہے۔ کراچی کے تار گھر کا کلرک بٹن دبا کر تار کا مفہوم پہنچا رہا ہے اور لاہور کے تار گھر کا کلرک اس بٹن کی آواز (کھٹ کھٹ) کو سن کر اس کے مفہوم کو سمجھ کر الفاظ کا جامہ پہنا رہا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے مقدس کانوں میں گھنٹی کی آواز آتی تھی حضور ﷺ کا رب تعالیٰ کے ساتھ اور رب تعالیٰ کا حضور ﷺ کیساتھ تعلق قائم تھا۔ رب تعالیٰ جانتے تھے کہ اپنے محبوب علیہ السلام کو کیا تعلیم دے رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سمجھتے تھے کہ اللہ کریم جل شانہ و عم نوالہ اعظم برہانہ کیا ارشاد فرما رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ تعلیم الہی کے مفہوم کو سمجھتے جاتے تھے اور پھر اسی مفہوم کو عربی الفاظ کا جامہ پہنا دیتے تھے۔ یہی قرآن حکیم ہے رب العزت فرماتے ہیں إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿۱﴾ قرآن البتہ بڑھگ (رسول اللہ ﷺ) کا قول ہے اور اس قول میں جو مفہوم اور مطلب پوشیدہ ہے وہ وحی الہی ہے اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ کا کلام بے صوت اور الفاظ و حروف سے پاک ہے مذکورہ بالا تشریح سے اس عقیدہ کی بفضلہ تعالیٰ حقیقت واضح ہو گئی ہے۔

چہارم

وحی کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ آپ کو سچے اور اچھے خواب آیا کرتے تھے تفصیل ان شاء اللہ اپنے موقع پر بیان ہوگی۔

پنجم

بغیر کسی واسطے کے احکام کا نازل ہونا (جیسا کہ معراج کی رات رب تعالیٰ نے بلا واسطہ رسول اللہ ﷺ سے کلام فرمایا اور نماز منجگانہ فرض کی)

ششم

فرشتہ اپنی اصلی صورت میں آئے اور پیغام الہی پہنچائے (چنانچہ جبرائیل علیہ السلام اپنی اصل صورت میں متعدد بار حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں)

ہفتم

صرف آواز کے ذریعے سے کسی مشاہدہ کے بغیر پردے کے پیچھے سے حکم خداوندی پہنچے (جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے پردہ عظمت کے پیچھے کھڑے ہو کر رب تعالیٰ کا حکم سنا اس پردہ سے مراد سامع کا دنیا میں دیدار محبوب ہوتا ہے)۔

ہشتم

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں پیغام ربانی ڈالا جائے۔ جسے القا کہتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جبرئیل نے میرے دل میں دکھائی دیئے بغیر یہ بات ڈالی کہ کوئی انسان اپنا پورا رزق کھائے بغیر نہیں مرتا۔“

نہم

خواب یا بیداری کے عالم میں کشف کے ذریعے حکم الہی بتایا جانا اسے الہام بھی کہتے ہیں۔

ایک اعتراض

بعض طبیعتوں میں یہ خیال آتا ہے اور اس خیال کا آنا بادی النظر میں غلط بھی نہیں ہوتا کہ وحی تو ایک ایسی چیز ہے کہ جو انبیاء کرام کے علاوہ اور لوگوں پر بھی آتی ہے۔ آدمیوں کا تو کیا ذکر شہد کی مکھیاں بھی وحی الہی سے محروم نہیں رہیں ہیں جیسا کہ قرآن حکیم نے بیان کیا ہے:

وَ اُولٰٓئِیۡنَا نُنزِّلُ الْوَحٰیۃَ عَلٰی مَنۡ نَّشَآءُ ۚ وَ لَیۡسَ لَکَ عَلٰیہَا حَکْمٌ ۚ وَ لَیۡسَ لَکَ عَلٰیہَا حِیۡۃٌ ۚ وَ لَیۡسَ لَکَ عَلٰیہَا حِسَابٌ ۚ وَ اُولٰٓئِیۡنَا نُنزِّلُ الْوَحٰیۃَ عَلٰی مَنۡ نَّشَآءُ ۚ وَ لَیۡسَ لَکَ عَلٰیہَا حَکْمٌ ۚ وَ لَیۡسَ لَکَ عَلٰیہَا حِیۡۃٌ ۚ وَ لَیۡسَ لَکَ عَلٰیہَا حِسَابٌ ۚ

”اور وحی کی پروردگار نے شہید کی مکھی کی طرف“۔ (پارہ نمبر ۱۴ سورہ النحل: آیت ۶۹)

جب یہ ظاہر ہے کہ وحی شہد کی مکھی کے پاس بھی آئی ہے تو انبیاء کی وحی میں کیا تخصیص ہے اور کیوں ان کے ارشادات پر عمل کرنا ضروری سمجھا گیا ہے؟ اگر یہ کہا جائے

کہ انسان اور شہد کی مکھی میں بڑا فرق ہے۔ تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ انبیاء کے علاوہ لوگوں پر بھی وحی آتی رہتی ہے۔ جیسے موسیٰ کی والدہ کے پاس چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ -

”اور وحی کی ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف“۔ (پارہ نمبر ۲۰ سورہ قصص: آیت ۷)

اسی طرح سورہ مریم میں آتا ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے حکم سے روح

القدس آئے اور کہا میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں

لَا هَبَ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا۔ (پارہ نمبر ۱۶ سورہ مریم: آیت ۱۹)

کہ میں تمہیں (خدا کے حکم سے) ایک نفس اور صاف ستھرا صاحبزادہ دے جاؤں۔

ان آیات بینات سے یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ام موسیٰ پر بھی وحی بھیجی ہے۔

اور حضرت مریم پر بھی بلکہ حضرت مریم پر بھی بلکہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس روح القدس کا

(حضرت جبرئیل علیہ السلام) (آنا اور باتیں کرنا بھی صاف صاف ثابت ہو گیا ہے کہ جب یہ

دونوں مبارک نبی نہیں تھیں تو ان پر وحی آنے کے کیا معنی تھے لہذا صرف وحی کی وجہ سے ہم

کسی کو نبی کیونکر سمجھ لیں؟

دوسرا اعتراض یہ کیا جاسکتا ہے کہ انبیاء پر جن طریقوں سے احکام باری تعالیٰ

آئے اور جس طرح رب تعالیٰ نے ان سے باتیں کیں ان طریقوں کو تو آپ لفظ وحی سے

منسوب کرتے ہیں مگر اور لوگوں پر جو وحی آئی اسے آپ کشف، الہام اور القاء وغیرہ کا نام

دیتے ہیں حالانکہ قرآن حکیم نے دوسروں کی وحی کو بھی وحی کہا ہے۔ کشف والہام نہیں کہا

اس کی کیا وجہ ہے؟ مولانا عبدالعلی بحر العلوم فرماتے ہیں ”تا عامہ نفرت نہ گیرند نام علیحدہ

نہادہ شد“۔ یہ کہ دوسروں کی وحی کا نام القاء والہام اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ اس اشتراک

لفظی کی وجہ سے عوام نفرت نہ کریں لہذا فرق مراتب کے لحاظ سے اصلاح یہ قرار پاگئی کہ

انبیاء کو وحی اور دوسروں کی وحی کو الہام کہتے ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی عوام کے پاس خاطر کی

ضرورت نہ تھی جب کہ خود قرآن مجید نے یہ احتیاط نہ کی قرآن مجید میں خود حضرت موسیٰ

کیا ہر نفس اور اللہ تعالیٰ کے نفس کو لفظی اشتراک کی بناء پر مساوی درجہ دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ - ہر نفس سے مراد ہر جان اور يُحَدِّدْكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ - میں نفس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور معاصی کے ارتکاب سے روکتا ہے تاکہ تم اس عذاب سے بچو جو محض اس کی شان قہاریت کی وجہ سے صادر ہوگا۔ پس جہاں بھی رب تعالیٰ کی شان میں لفظ نفس مستعمل ہوگا وہاں اس کے معنی ذات باری تعالیٰ ہی کے لئے جائیں گے۔ لہذا یہ لفظی اشتراک محض ظاہری اعتبار سے ہوا۔ حقیقی اعتبار سے نہیں یہی حقیقت نبی اور غیر نبی کی وحی میں پنہاں ہے۔ ظاہری اعتبار سے ایسا کہنا بالکل غلط ہوگا۔ اس لئے کہ نبی پر جو وحی آتی اس کی کیفیتیں اس وحی سے بالکل جدا ہیں کہ جو وحی غیر نبی پر آتی ہے۔

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک

اصل بات تو یہ ہے کہ غیر نبی کی وحی کے لئے مجازاً بھی وحی کا لفظ استعمال نہ کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ غیر نبی کی وحی کے لئے قرآن حکیم نے الہام کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ اس لئے اسی لفظ کو ترجیح دینا بہتر ہے تاکہ فرق مراتب قائم رہے۔

اس اعتراض کا ایک جواب حضرت مولانا حافظ محمد حمید اللہ صاحب ماہر دہلوی نے اپنی تصنیف ”رؤف الرحیم“ کے صفحہ ۴۳۲ پر تحریر فرمایا ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے تاکہ مزید وضاحت ہو جائے۔ مولانا فرماتے ہیں:

”ذرا گہری نظر ڈالئے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ اعتراض ہی سرے سے غلط ہے اس لئے ارشادِ بانی ہے۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّنَ مِنْ بَعْدِهِ

(پارہ ۶ سورہ نساء: آیت ۱۶۳)

یقیناً ہم نے آپ پر وحی کی جیسے کہ نوح اور ان کے بعد کے نبیوں پر وحی کی تھی۔

لیجئے یہ شبہات خداوند قدوس ہی نے دور فرما دیئے۔ اگر صرف

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ - (پارہ ۶ سورہ نساء: آیت ۱۶۳)

فرماتے تو بے شک اعتراض کی جگہ تھی۔ کہ آپ پر وحی کی تو شہد کی مکھیوں موسیٰ علیہ السلام کی ماں اور حضرت مریم پر بھی وحی کی، بلکہ آسمانوں پر بھی وحی آئی پھر اس صورت میں صرف وحی کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سید الاولین و آخرین کس طرح مانا جائے۔ اور اگر آپ کو فخر دو عالم تسلیم کر لیں تو شہد کی مکھیوں کو کیا سمجھیں۔ یا آسمان کو کیا کہیں؟ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی مبارک ماؤں کو کیا خیال کریں؟ لیکن علام الغیوب یہ سب کچھ جانتا ہے۔ جب ہی تو ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَ النَّبِيِّنَ مِنْ بَعْدِهِ

”ہم نے آپ پر اسی طرح وحی کی جس طرح نوح اور ان کے بعد کے نبیوں پر بھیجی تھی۔“

(پارہ ۶ سورہ نساء: آیت ۱۶۳)

لیجئے صاحب ثابت ہو گیا کہ انبیاء اور دوسرے لوگوں کی وحی میں زمین آسمان کا فرق ہے اگر کسی انسان، آسمان یا شہد کی مکھی کے متعلق بھی یہ آیات ہوئی کہ ہم نے ان پر اس طرح وحی کی جس طرح نبیوں پر کی تھی مثلاً یوں ارشاد فرماتا ہے:

وَ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَ النَّبِيِّنَ مِنْ بَعْدِهِ

(پارہ ۶ سورہ نساء: آیت ۱۶۳)

تو بے شک معترضین کے اعتراضات بجا تھے۔ لیکن حق تبارک و تعالیٰ شانہ نے پہلے ہی آپ کو وحی کی تخصیص فرمادی کہ جس طرح اور نبیوں پر وحی آتی رہی، اسی طرح ہم نے آپ پر بھی وحی بھیجی۔

خدا کا براہ راست پیغام پہنچانا، فرشتے کا اپنی شکل میں آنا۔ یا انسان کی صورت میں پیغام الہی لانا، گھنٹی کی طرح آواز کی صورت میں نزول وحی ہونا، ندائے غیبی بلا کسی مشاہدے کے آنا، وحی کی یہی قسمیں اعلیٰ درجہ کی قسمیں ہیں۔ خواب یا بیداری میں اسرار غیبی

کے معلوم ہونے کا نام مکاشفہ یا الہام ہے جو اولیاء کرام کو ہوتا ہے جو بات خود بخود دل میں آئے اسے القا کہتے ہیں۔ جو عام مسلمانوں پر بھی ہو جاتا ہے۔ لہذا آسمان، شہد کی مکھیوں وغیرہ کو جس قسم کی وحی آئی وہ القا یا الہام یا مکاشفہ تھا۔ جو وحی کی ادنیٰ قسم ہے اور جس کے بغیر دنیا کا کام نہیں چل سکتا۔ ہوا کو حکم ہوتا ہے تو وہ چلنے لگتی ہے اسی طرح پانی کو حکم ہوتا ہے کہ بہے تو وہ بہہ نکلتا ہے۔ خدا کے حکم سے ہی زمین کے درخت اور درخت پھل اور پھول پیدا کرتے ہیں، تمام دنیا پر نظر ڈالی جائے یہی معلوم ہوگا کہ کائنات کا ہر ذرہ حکم الہی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے جسے جس طرح حکم ہوتا ہے وہ اسی طرح حکم الہی بجالاتا ہے دنیا کی تمام چیزیں محض انسان کی آسائش کے لئے پیدا کی گئی ہیں تو ان سب چیزوں پر جدا جدا احکام نازل ہوتے ہیں انبیاء کرام ﷺ خصوصاً حضور اکرم ﷺ کو تمام جہاں سے افضل پیدا فرمایا۔ پس جس طرح اس افضل ترین مخلوقات اور اعلیٰ ترین انبیاء کرام میں زمین و آسمان کا فرق ہے اسی طرح دونوں کی وحی میں بھی فرق بین ہے۔ انبیاء خصوصاً حضور اکرم ﷺ کی وحی اعلیٰ درجے کی وحی ہے کہ خود جبرائیل ایک دفعہ نہیں اکثر اوقات دربار رسالت میں آکر پیغام الہی پہنچاتے تھے اور دوسری چیزوں کی وحی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایک بات ڈالی اور انہوں نے اس پر عمل کر لیا۔

حضرت مولانا حافظ حمید اللہ صاحب ماہر دہلوی نے نبی اور غیر نبی کی وحی میں تفصیل کے ساتھ جو فرق ثابت کیا ہے اس کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی۔ تاہم نفس مضمون سے متعلق ایک بات اور بھی کہی جاسکتی ہے جس سے انبیاء اور دوسروں کی وحی کا فرق ثابت ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ انبیاء پر جو وحی ہوتی ہے وہ صرف ان کی ذات کے متعلق ہی نہ تھی۔ بلکہ اس کا تعلق ان کی امتوں سے بھی ہوتا تھا۔ اور حضور اکرم رسول معظم ﷺ سیاہ و سفید کی طرف رسول بن کر تشریف لائے اس لئے آپ کی وحی کا تعلق تمام کائنات سے ہے۔ غیر نبی کی وحی (جو صرف مکاشفہ القا اور الہام کی صورت میں ہے) کا تعلق صرف ان کی اپنی ذات سے ہے۔ اور یہ بھی ایک فرق عظیم

اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ وحی کے جتنے طریقے ہیں ان میں بعض طریقوں سے انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل ہوئی مگر رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب طریقوں سے وحی ہوئی نیز یہ حقیقت بھی روشن ہوگئی کہ ان طریقوں میں بعض ایسے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہیں ان طریقوں سے کسی دوسرے نبی پر وحی نازل نہیں ہوئی مثلاً گھنٹی بجنا اور جبرائیل علیہ السلام کا اصلی صورت میں رب تبارک و تعالیٰ کا پیغام لانا اس بحث سے یہ پتہ بھی چل گیا کہ وحی کے طریقوں میں بعض ایسے طریقے ہیں (مثلاً خواب، الہام، القاء وغیرہ) کہ ان کے ذریعے سے انبیاء کے علاوہ عام مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچتا ہے اور اس پیغام کو علم الہی یا علم لدنی کہتے ہیں۔

حقیقت خواب

خواب بھی ایک ذریعہ ہے کہ جس سے باطنی علم حاصل ہوتا ہے وہ اس طرح کہ جب آدمی سو جاتا ہے اور اس عالم ظاہر سے پوری غفلت ہو کر قوی اور حواس ظاہری جن کا تعلق علم ظاہر سے ہے معطل اور بے کار ہو جاتے ہیں خصوصاً حواس ظاہری کی راہیں جن سے ادراک متعلق ہے بند ہو جاتی ہیں اس وقت غلبہ نوم (نیند) میں استعداد باطنی (باطنی قوت یعنی حاسہ روحانی) جو انسان میں موجود بالقوة ہوتی ہے موجود بالفعل ہو کر جملہ قوی و حواس باطنی کے ساتھ کھل جاتی ہے اور انسان کو باطنی حالات معلوم ہونے لگتے ہیں اور عالم ملکوت و لوح محفوظ سے غیبی حالات کشف ہونے لگتے ہیں۔ اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہوتا ہے وہ بھی کشف ہو جاتا ہے اور پھر حالت بیداری میں کشف خواب کے مطابق خود بخود واقع ہوتا ہے یہاں تعبیر معلوم کرنے کے بعد بعینہ ظہور میں آتا ہے۔

اس سے یہ حقیقت کہانی کہ خواب کے معاملات علم ظاہر سے متعلق نہیں بلکہ ان کا تعلق علم باطن سے ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر یہ معاملات جس طرح خوب میں دیکھے تھے بالکل اسی طرح بیداری میں کس طرح وقوع میں آئے؟ خواب میں تو علم ظاہری جاتا رہا اور اس کے حاصل کرنے کے تمام آلات یعنی قوی و حواس ظاہری نرم اور سست پڑ گئے یہاں تک

کہ ان کی راہیں بھی مسدود ہو گئیں اور خواب میں جو کچھ دیکھا حالت بیداری میں بالکل وہی کچھ نظر آ گیا تو اس کے ساتھ یہ معنی ہیں کہ واقعات آئندہ جو خواب میں منکشف ہوئے وہ علم باطن ہی سے تعلق ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ معاملات خواب محض خیالی یا بے اصل ہوتے ہیں اور ان کا واقعہ ہونا حس مشترک اور حس متخلیہ سے تعلق رکھتا ہے اس طرح پر ہے کہ خواب کے وقت خیالی صورتیں حس مشترک میں منقوس ہوتی ہیں اس لئے حس مشترک ان تمام صورتوں میں شکلوں کو جنہیں حواس ظاہری ادراک کرتے ہیں اپنے اندر لے لیتی ہیں اور نفس ناطقہ پر پیش کرتی رہتی ہیں۔ نین میں حس مشترک کا نفس ناطقہ پر پیش کرنے کا عمل موقوف ہو جاتا ہے۔ مگر قوت متخلیہ جو ان تمام صورتوں کو یاد رکھتی ہے جو حواس ظاہری کے ذریعے سے حس مشترک میں آتے ہیں اور یہ کہ قوت متخلیہ بیداری کے وقت حس مشترک پر خارج سے صورت متعددہ کے توار اور عقل و وہم کے غلبہ کی وجہ سے اپنی یاد رکھی ہوئی صورتوں کے نقوش حس مشترک پر پہنچانے کی قوت نہیں رکھتی مگر جب خواب میں حس مشترک پر صورت و اشکال خارجہ کا توار منقطع ہوا اور اس نے حس مشترک کو خالی پایا تو اپنے منقوشات اسے پہنچانا شروع کر دیئے اسی سبب سے خواب میں طرح طرح کی صورتیں معلوم ہونے لگتی ہیں اور عجیب و غریب حالات دکھائی دینے لگتے ہیں یہی خواب کے معاملات و واقعات کی اصل ہے اس کے سوا کوئی اصل نہیں۔

حضرت خواجہ سید ابوالحسن احمد نوری قادری ماہر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”کشف القلوب“

میں اس اعتراض کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”ان حواس کو بوقت خواب ادراک میں کوئی مداخلت نہیں جب خواب میں آئندہ کے حالات و واقعات مدرك ہوتے ہیں اور دیکھے ہوئے کے مطابق صحیح اور درست واقع ہوتے ہیں اگر یہ محض تخیلی اور بے اثر ہوتے اور ان کا ادراک انہی حواس مذکورہ سے متعلق ہوتا تو ایسا ہونا چاہیے تھا کہ حالات صحیحہ مکشوف ہی نہ ہوتے۔ کیونکہ بقول

معرض یہ حالت مشترک اور حس متخلیہ سے متعلق ہیں اور حس مشترک حواس ظاہری سے محسوس ہونے والی صورتوں اور شکلوں کو اپنے اندر سما لیتی ہے اور قوت متخلیہ ان تمام صورتوں کو یاد رکھتی ہے۔ اور یہ سب حالت بیداری کی کیفیتیں ہیں جو وقوع میں آتی ہیں اب اگر بحالت خواب قوت متخلیہ حس مشترک کو خالی پا کر اپنے نقوش اس کو پہنچاتی ہے اور اس میں یہ نقوش حس مشترک ہی سے لے کر محفوظ کئے ہیں اور حس مشترک نے حواس خمسہ ظاہری سے اور یہ بیداری میں ظہور میں آچکے ہیں اب دوبارہ حالت نوم میں ان کا ظاہر ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ ان کو تو اب مکشوف ہونا ہی نہ چاہئے تھا۔ مولف اور جب حالات صحیحہ مکشوف ہوتے ہیں تو ان حواس معاملات خواب کا مدرک ثابت نہیں ہوتا۔“

کہا جاتا ہے کہ اکثر خواب محض تخیل ہی ثابت ہوتے ہیں۔ اور بہت کم خواب ایسے ہوتے ہیں جو صحیح ہوں۔ لہذا کمتر اکثر کے مقابلہ میں لائق اعتبار نہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ خواب کی صحت کی بہت سی شرطیں ہیں جن میں یہ شرطیں نہیں پائی جاتیں ان کے خواب اکثر تخیلی اور بے اصل ہوتے ہیں اور جن لوگوں میں یہ شرائط پائی جاتی ہیں ان کے خواب اکثر صحیح اور درست ہوتے ہیں۔ اور کمتر غلط۔ ”کشف القلوب“ میں اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ بمقتضائے بشریت اور اس علم ظاہری کے تعلقات جو عالم باطنی کے لئے حجاب ہیں کوئی خواب غلط یا خطا ہو جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور انبیاء علیہم السلام کے خواب محض نقوش قدسیہ ہوتے ہیں لہذا کبھی غلطی اور خطا واقع نہیں ہوتی۔

گزشتہ سطور میں یہ بتایا گیا ہے کہ خواب کی صحت و عدم صحت کی شرائط ہیں کہ اگر وہ خواب دیکھنے والے میں پائی جائیں تو خواب ان شاء اللہ صحیح ہوگا۔ اور عالم بیداری میں جلد یا بہ دیر اس کا وقوع ہوگا اور اگر خواب دیکھنے والا ان شرائط سے خالی ہے تو اس کا خواب محض ایک تخیل اور بے اصل ہوگا۔ ذیل میں اب ان شرائط کو لکھا جاتا ہے تاکہ خوابوں کے صحیح اور غلط ہونے کا اصل معیار معلوم ہو سکے اور یہ پتہ چل جائے کہ صحیح خواب آنے کی کیا

صورتیں ہیں؟ اور غلط خواب کن وجوہات کی بناء پر آتے ہیں؟

وہ اسباب جن کی بنا پر خواب سچے اور اچھے ہوتے ہیں۔ ان میں بعض نفس کے متعلق، بعض بدن کے متعلق اور بعض نفس و بدن دونوں کے متعلق ہیں ذیل میں لکھے جاتے ہیں:

متعلق بہ نفس

(۱) اللہ تعالیٰ کے نام اقدس کی طرف متوجہ رہنا (۲) عالم روحانی کی طرف نفس کی رغبت ہونا (۳) نواقض سے نفس کی طہارت اور مشاغل دنیاوی سے اعراض کرنا۔

متعلق بہ بدن

(۱) بدن کا صحیح ہونا (۲) مزاج اور دماغ کا اعتدال پر ہونا

متعلق بہ نفس و بدن:

- (۱) مزاج شخصی اور دماغ کا معتدل ہونا
- (۲) اور امر الہی میں افراط و تفریط کے درمیان اعتدال کی نگاہ رکھنا۔
- (۳) اول شب سے سونے کے وقت تک بے ضرورت اشغال میں مشغول نہ ہونا
- (۴) اطاعات و عبادات کا بجالانا۔
- (۵) ہمیشہ با وضو رہنا
- (۶) کثرت سے صدقہ و خیرات کرنا

وہ اسباب جن کی بنا پر خواب برے اور غلط ہوتے ہیں حسب ذیل ہیں:

- (۱) نفس کا لذائذ دنیا کی طرف مشغول ہونا
- (۲) مزاج شخصی اور دماغ کا معتدل نہ ہونا
- (۳) قوت متخلیہ کا تخیلات فاسدہ میں مشغول ہونا
- (۴) شہوات میں عاجز ہونا

(۵) رموزنا مشروع میں حریض ہونا۔ (ازکشف القلوب)

پس جو خواب دیکھنے والا اچھی اور پاکیزہ شرائط (جو مذکور ہوئی ہیں) کے ساتھ تصفیہ و تذکیہ قلب رکھتا ہے، تو اس عالم ظاہری کے تعلقات صفائی قلب و نفس کی وجہ سے کم عارض ہوں گے اور وہ استعداد باطنی کے ذریعے سے حالات علم باطنی سے عالم مثال میں صحیح مطلع ہوگا۔ پاک و لطیف ارواح سے ملاقات کرے گا۔ اور تجلیات ربانی کے مشاہدہ سے خواب میں مشرف ہوگا۔ اکثر بزرگوں نے عالم مثال میں بذریعہ خواب جمال خداوندی کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور اہل سنت کا مذہب بھی یہی ہے کہ جناب مثال احادیث کی رویت اس عالم ظاہر میں وقت خواب عالم مثال میں صحیح اور درست ہے۔

اگر خواب دیکھنے والا ان بری شرائط (جو مذکور ہوئی ہیں) کا شکار ہے تو اسے تصفیہ و تذکیہ قلب ہرگز حاصل نہ ہوگا۔ اور عالم ظاہری کے تعلقات صفائی قلب نہ ہونے کی وجہ سے کثرت سے عارض ہوں گے۔ اسکا نفس بھی مغلوب نہ ہوگا۔ ایسا شخص قوت علم باطنی کے ضعف کی وجہ سے حالات علم باطنی سے صحیح آگاہ نہ ہوگا۔

حضرت خواجہ ابوالحسن نوری قادری المقلب بہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کشف القلوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ”ایسے لوگ شاذ و نادر علم باطنی کی قوت جو ہر فرد بشر میں بالقوۃ موجود ہوتی ہے کی مدد سے خواب کی حالت میں اس عالم (عالم باطنی) سے صحیح طور پر مطلع وہ جایا کرتے ہیں۔ اور ایسا بہت کم واقع ہوتا ہے۔ جو قابل اعتبار نہیں۔“

صوفیائے کرام کی نظر میں خواب میں کیا حقیقت ہے؟ اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مارہروی قدس اللہ سرہ، العزیز تحریر فرماتے ہیں کہ ”صوفیائے کرام کے نزدیک خواب عالم مثال سے ہے۔ جو عالم اجسام اور عالم ارواح کے درمیان ایک نورانی عالم ہے اور وہ اس عالم کی جمیع صورتیں پر مشتمل ہے۔ اور یہ عالم باعتبار محسوس مقداری ہونے کے عالم اجسام سے مناسبت رکھتا ہے اور باعتبار لطافت و نورانیت کے عالم ارواح سے مشابہ ہے۔ اور جو کچھ کہ اس علم ظاہری میں ہو گیا یا مثال مطلق تک پہنچ چکا، تو جو کچھ اس میں

مشاہدہ کرے گا سب درست اور صواب ہوگا۔ اور جب خواب میں قوت مشترک اور قوت متخلیہ کا دخل ہوگا تو کبھی صواب ہوگا اور کبھی اس میں خطا کا احتمال ہوگا اور چونکہ عالم مثال عالم ظاہر کی طرح ہے اس لئے جو کچھ خواب میں مکشوف ہوتا ہے وہ ظاہری صور کے لباس میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔“

انبیاء ﷺ کے خواب بمنزلہ وحی کے ہوتے ہیں۔ اور ایسا ہی احادیث بلکہ قرآن مجید سے ثابت ہے اور یہاں احتمال کذب ممکن ہی نہیں۔ اولیاء و صلحاء کے خواب انبیاء ﷺ کے خواب سے درجہ کے اعتبار سے اگرچہ کم ہیں مگر ان کے خواب بھی غلطی سے دور ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ خواب الہام الہی کے تحت واقع ہوتے ہیں۔

صحیح خواب کبھی کبھی کافر کو بھی آسکتا ہے۔ مگر مومن اور کافر کے خواب میں بہت بڑا فرق ہے حضرت خواجہ سید ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ حسب ذیل بیان فرماتے ہیں۔

”مومن کے خواب کو اس کی روح قوت باطنی کی مدد کے ذریعہ سے الہام الہی کے موافق دیکھتی ہے اور یہ خواب انبیاء و صلحا کو حسب مراتب مختص ہے۔ اس قسم کے خواب کو خواب صالح کہتے ہیں اور کافر کا خواب اس کی روح دل کی نظر سے اپنی قوت علم باطنی سے بغیر الہام باری تعالیٰ کے مشاہدہ کرتی ہے یعنی جس قدر رب تعالیٰ نے اس کی روح کو قوت علم باطنی کی عطا کی ہے وہ اس کی قوت و زور کے موافق کبھی صحیح خواب دیکھ لیتا ہے۔ جو منجانب اللہ بطور الہام واقع نہیں ہوتا۔ اس قسم کے خواب کو خواب صادق کہتے ہیں۔“

مومن کا خواب کافر کے خواب سے بہتر ہے۔ اس طرح عالم کا جاہل سے مرد کا عورت سے، آزاد کا غلام سے، ہوشیار کا مست سے، صالح کا شقی سے، سلطان کا رعیت سے، بہر حال جو زیادہ پارسا اور راست گو ہوگا اس کا خواب اتنا ہی صحیح اور درست ہوگا۔ انبیاء ﷺ کے خواب باقی تمام لوگوں کے خواب سے افضل ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کا وقوع وحی خدا کے تحت ہوتا ہے اور ان میں کذب کا ادنیٰ شائبہ بھی پایا جانا محال ہے۔ ذیل کی سطور میں

افضل الانبياء والمرسلين حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض دیگر مرسلین صلی اللہ علیہم وسلم کے خوابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ اس امر کی تصدیق ہو جائے کہ انبیاء کے خواب بمنزلہ وحی ہوتے ہیں۔ اور یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ وحی حصول علم لدنی کا سب سے افضل ترین سبب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب

رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي آرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ -

(پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل: آیت ۶۰)

”اور ہم نے نہیں کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو“۔

بعض مفسرین رویا کو رویت یعنی بیداری میں دیکھنے کے معنی میں لیتے ہیں اور اس سے کریمہ کا تعلق واقعہ معراج سے ثابت کرتے ہیں۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ ہم (خدا) نے آپ کو معراج کی شب دکھایا اور آپ نے دیکھا وہ لوگوں کی آزمائش کا سبب ہوا۔ کیونکہ حالات معراج سننے کے بعد بعض ضعیف اسلام مرتد ہو گئے۔ منافقوں نے طنز بازی شروع کر دی اور کفار کا انکار زیادہ ہو گیا اور مومنوں نے تصدیق کی بعض نے کہا کہ معراج پہلے خواب میں واقع ہوئی۔ اور بعدہ جو کچھ خواب میں دیکھا تھا وہی حالت بیداری میں جسم و روح کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا اور یہ واقعہ عام لوگوں کے امتحان کا سبب بن گیا۔

تفسیر حسینی میں مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں درج ہے کہ جنگ حدیبیہ کے سال میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ نے عمرہ کر کے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اور صفاء و مروہ میں سعی کر کے سر مبارک کے بال اتروائے یہ خواب سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خانہ کعبہ کی طرف عمرہ کی نیت سے متوجہ ہوئے۔ مگر اس سال عمرہ میسر نہ ہوا۔ منافقوں نے زبان طعنہ کھولی اور یہ کہنا شروع کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب پورا نہ ہوا۔ حالانکہ حکم الہی اس طرح تھا کہ اس خواب کی تعبیر آئندہ سال ظاہر ہوگی۔ علماء کو اس قول میں تردد ہے۔ اس

لئے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور قصہ مدینہ طیبہ میں واقع ہوا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب مکہ معظمہ میں دیکھا اور مدینہ منورہ میں بیان کیا تو ایسا کہنا درست ہے۔ بعضوں نے کہا جو خواب لوگوں کی آزمائش کا سبب ہوا وہ یہ تھا کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم رویا (خواب) میں دیکھا ہے بنی امیہ آپ کے منبر پر بندروں کی طرح اچھلتے کودتے ہیں اور فتنہ یہ تھا جو بنی امیہ کی طرف کی حکومت کے زمانے میں واقع ہوا۔ بہر حال کوئی قول ہو دیکھنا صرف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خواب دیکھا وہ عالم ظاہر میں عملی طور پر وقوع پذیر ہوا۔ یعنی جو بات علم لدنی کے ذریعہ سے عالم خواب میں دیکھی تھی وہ اس عالم میں پوری ہوئی۔ لہذا ثابت ہوا کہ انبیاء کے خواب بمنزلہ وحی ہوتے ہیں اور وحی حصول علم الہی کا ایک ذریعہ ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری نبوت و رسالت کا دور یعنی علم الہی کا آپ پر نزول سچے خوابوں ہی سے ہوا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث سے ظاہر ہے:

عن عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا انہا اول ما بدئ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الوحی الرویاء الصالحۃ فی النوم نکان لا یرى رذیاء الاجات مثل فلق الصبح ثم حب الیہ الخلام وکان وکان یخلو بغار حراء۔

”ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پہلے پہل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی آئی وہ اچھے اچھے اور سورج کی طرح سچے اور روشن خواب تھے۔ جو سوتے میں آپ کو دکھائی دیتے تھے پھر آپ کو خلوت سے محبت ہو گئی اور آپ غار حراء میں تخلیہ کے لئے چلے جاتے۔“

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ رات کو عالم خواب میں ملاحظہ فرماتے وہ صبح کے وقت عالم بیداری میں سپیدہ صبح کی طرح سچ ہو جاتا ایسا کیوں ہوتا تھا؟ اس لئے کہ وہ خواب بطور وحی دکھائی دیتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے خوابوں کا سلسلہ نبوت کے بعد بھی قائم رہا۔ اور کبھی کبھی اس صورت سے بھی وحی نازل ہوتی رہی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ترکی خیمہ میں رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا اور پھر درمیانی عشرہ میں ایک روز اپنے خیمہ سے سر مبارک نکال کر ارشاد فرمایا ”میں نے پہلے عشرہ میں شب قدر کو تلاش کرنے کے لئے اعتکاف کیا تھا۔ پھر اعتکاف کیا میں نے درمیانی عشرہ میں ”پس آیا میرے پاس ایک فرشتہ اور اس نے بتایا کہ شب قدر آخری عشرہ میں ہے۔ مجھے شب قدر خواب میں دکھائی گئی تھی۔ پھر میں بھول گیا (یعنی خدائے تعالیٰ نے بھلا دیا) میں نے خواب میں اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ میں شب قدر کی صبح کو کچھڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔“ راوی کا بیان ہے کہ جس رات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر دیکھی تھی۔ اس رات کو مینہ برسا تھا اور مسجد کی چھت کھجوروں کی شاخوں کی تھی جو بارش کی وجہ سے ٹپکی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر مٹی اور پانی کا نشان دیکھا اور یہ اکیسویں (ماہ رمضان المبارک) کی صبح تھی۔

(مشکوٰۃ شریف)

سعید بن منصور، عمر بن شریل سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا کہ میں سیاہ بکریوں کے پیچھے جا رہا ہوں پھر دیکھتا ہوں کہ سفید بکریوں کے پیچھے جا رہا ہوں اور سیاہ بکریاں سفید بکریوں میں جذب ہو گئی ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سیاہ بکریاں عرب کے مسلمان ہیں۔ اور سفید بکریاں عجم کے مسلمان جو اپنی کثرت کے سبب عرب مسلمانوں سے بڑھ جائیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ ہے۔

(تاریخ الخلفاء)

ابن سعد نے محمد بن سیرین سے روایت کی ہے کہ اس امت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے بہتر تعبیر خواب بتاتے والے تھے۔ ابن سعد بن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب دیکھا اور حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیان فرمایا کہ گویا میں اور تم دونوں اس طرح ساتھ بھاگے ہیں اور میں تم سے ڈھائی ہاتھ آگے نکل گیا ہوں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی معفرت اور رحمت میں بلا لیں گے اور میں آپ کے ڈھائی سال بعد زندہ رہوں گا۔ (تاریخ الخلفاء)

کیسی صحیح تعبیر ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صرف ڈھائی سال زندہ رہے۔ آپ کی مدت خلافت بھی دو سال چھ ماہ ہے۔ سعید بن منصور نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ گویا میرے گھر میں تین چاند اترے ہیں۔ انہوں نے خواب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارا خواب بہت اچھا ہے تمہارے گھر میں دنیا کے سب سے بہتر تین آدمی مدفون ہوں گے۔ جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ تو آپ نے فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) تمہارے تین چاندوں میں کا یہ سب سے بہترین چاند ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کا مزار اقدس ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں بنا۔ وہیں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی دفن ہوئے۔ یہی ”دنیا کے سب سے بہتر تین آدمی ہیں جن کی طرف ام المومنین رضی اللہ عنہا نے خواب کی تعبیر بتاتے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا تھا اور ساتھ ہی انہیں یہ بھی بتا دیا تھا کہ دنیا کے بہتر آدمی تمہارے مکان میں دفن ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں خون کا پیشاب کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنی عورت کے پاس حالت حیض میں بھی جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے توبہ کر اور پھر ایسا نہ کرنا۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بہت بڑے عالم علم لدنی

تھے۔ آپ نے نزول وحی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اکثر بارگاہ رسالت میں وقت گزارا اور سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو کچھ ایسا منور کر دیا تھا اور وہ جلا بخشش دی تھی کہ آنے والے حالات و واقعات آپ کے قلب پر بطور الہام و القا کشف ہو جاتے اور آپ جو فرما دیتے وہ درست و صحیح ہوتا۔ آپ کی تعبیر رویا کے سلسلہ میں اوپر جو کچھ نقل کیا گیا ہے اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خوابوں کی صحیح تعبیر وہی بتا سکتا ہے جسے علم لدنی سے وافر حصہ ملا ہو۔ اور وہ علم الہی کا عالم ہو۔ اس لئے کہ اولیاء و صلحاء کے خواب بذریعہ کشف و الہام واقع ہوتے ہیں اور کشف و الہام علم لدنی حاصل کرنے کے اسباب سے ہیں۔

الغرض علم تعبیر رویا ایک ایسا علم ہے کہ علوم الہیہ سے ہے جس کو اس سے کچھ حصہ ملا ہے۔ مشاہدات کے دروازے کھل گئے اور اس نے خواب و بیداری میں عجائب و غرائب کو ملاحظہ کیا۔

آئینہ دل جوں شو و صافی و پاک
نقشہا بنی بروں از آب و خاک

(خواجہ رومی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منیٰ کے میدان میں بحالت خواب ذبح کرنے کا متواتر حکم پایا تو بیداری میں اس خواب کا تذکرہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کیا۔ جس کی تفصیل قرآن کریم میں موجود ہے۔ رب تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئِيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ إِنِّي أَذْبَحُكَ
فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا بَتِ افْعَلْ مَا تَأْمُرُ مَرُّ ذَسْتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ

(پارہ ۲۳ سورۃ الصفت: آیت ۱۰۲)

اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ○

ترجمہ: ”پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا۔ میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔ کہا اے میرے باپ کیجئے جس بات کا حکم ہوتا ہے۔ خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔“

بعض مفسرین نے کہا البسعی سے مراد مقام سعی ہے کہ جو صفا مروہ کے درمیان میں اور بعض نے کہا کہ مقام منیٰ میں چلنا مراد ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام شام سے مکہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دیکھنے تشریف لائے تھے۔ یہاں تین شب برابر خواب دیکھا کہ کوئی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کا حکم کرتا ہے۔ چنانچہ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر میدان منیٰ میں تشریف لائے اور یہاں آ کر ان سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا اور یہ دریافت کیا کہ وہ ذبح ہونے کے لئے تیار ہیں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ کہ انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ جس پر عمل کرنا ان کے لئے اسی طرح ضروری ہے جس طرح بیداری کی حالت میں نزول احکام پر عمل ضروری ہوتا ہے۔ مگر صرف اس خیال سے کہ فوراً اس پر عمل درآمد کیا گیا تو کہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس فعل سے وحشت نہ ہو۔ اس لئے ایسا کرنے سے پہلے ان کی رائے معلوم کی جائے تاکہ اطاعت امر الہی کے لئے وہ بہ رغبت تیار ہوں۔ چنانچہ اس فرزند ارجمند نے رضائے الہی پر فدا ہونے کا کمال شوق سے اظہار کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس خیال سے بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے اپنے خواب کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہوگا تاکہ انہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی فراست اور باطنی بصیرت کا امتحان بھی ہو جائے اور یہ معلوم کر لیا جائے کہ اس کٹھن منزل کو طے کرنے کے لئے ان کی کیا کیفیات ظہور میں آتی ہیں۔ چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خواب کا واقعہ سماعت فرماتے ہی ارشاد کیا اے میرے باپ کر

گزریے جس بات کا حکم ہوتا ہے۔ یہاں سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی باطنی بصیرت کی داد دینی چاہئے کہ والد محترم سے ظاہر ایک خواب کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں (در حال یہ کہ وہ خود بھی جانتے ہیں کہ خواب منجاب اللہ ہے) مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام اسے محض خواب ہی نہیں سمجھتے بلکہ وہ اسے ایک حکم خدا جانتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے پدر بزرگوار گزریے جو آپ کو کرنے کا حکم ہوا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کمسنی میں بھی یہ جانتے تھے کہ یہ خواب وحی الہی ہے۔ اس لئے کہ ان کے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک جلیل القدر نبی اور خدا کے خلیل تھے۔ اور نبی کو خواب میں اگر کسی کام کا حکم دیا جائے تو بیداری میں وہ کام کرنا اس پر فرض ہو جاتا ہے۔ ایسا کرنا کسی دوسرے آدمی کے لئے جائز نہیں۔ اگرچہ وہ ولی ہو۔ البتہ ولی کا خواب مباحات اور حکم شرح حکم کی تعمیل تا سید ہو تو نافذ ہو سکتا ہے مگر جلت و حرمت میں موثر نہیں ہو سکتا۔

سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب سن کر یہ فرمانا کہ اَفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ کیجئے جو آپ کو حکم ہوا ہے۔ یہ اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک الوالعزم نبی کی اولاد اور ان کا گوشت پوست ہیں۔ اور یہ کہ اولاد میں عقل و دانش اور فہم و فراست ایسی ہی ہوگی جیسی کہ باپ میں، پس حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اَفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ فرمانا اسی فراست کی وجہ سے تھا جو والد محترم کی طرف سے ان کو وارث ملتی تھی۔

دوسرے یہ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ایسا ارشاد کرنا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے نور نبوت اور ان کی باطنی توجہ کی برکت سے تھا۔ جیسا کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
 سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندگی
 خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
 ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

اکبرالہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے بنود در سے پیدا
علم ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا
علامہ اقبال اور اکبرالہ آبادی کے نظریات سے یہ معلوم ہوا کہ حصول علم الہی کا
ایک ذریعہ اہل اللہ کی نظر میں ہے کہ ان کے فیض توجہ سے بھی ایسے راز ہائے سر بستہ پر
آگاہی ہوتی ہے کہ جو یہ ذریعہ علم ظاہر معلوم نہیں کئے جاسکتے۔ اس پر ان شاء اللہ کسی دوسرے
مقام پر مفصل بحث کی جائے گی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب

سورۃ یوسف کا شان نزول

”تفسیر خزائن العرفان“ میں اس طرح پر لکھا ہے کہ ”علماء یہود نے اشراف عرب
سے کہا تھا کہ سید عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو کہ اولاد حضرت یعقوب علیہ السلام ملک شام سے
مصر میں کس طرح پہنچی؟ اور اس کے وہاں جا کر آباد ہونے کا کیا سبب ہوا؟ اور حضرت
یوسف علیہ السلام کا واقعہ کیا ہے؟ اس پر یہ سورت مبارکہ نازل ہوئی۔“
سورۃ یوسف میں رب تعالیٰ نے بے شمار پر از حکمت باتیں بیان فرمائی ہیں۔ جو
عبرت آموز ہونے کے ساتھ ساتھ حقیقتوں کی نقاب کشائی بھی کرتی ہیں۔ ان میں حضرت
یوسف علیہ السلام کا واقعہ خواب بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَ

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ○ (سورۃ یوسف پارہ ۱۲: آیت ۴)

ترجمہ: ”یاد کرو جب یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ میں نے
گیارہ تارے اور سورج چاند دیکھے۔ انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔“

حضرت یوسف علیہ السلام نے شب قدر کی رات جو شب جمعہ واقع ہوئی تھی۔ دیکھا

کہ آسمان سے گیارہ ستارے سورج اور چاند اترے ان سب نے آپ کو سجدہ کیا۔ ستاروں کی تعبیر گیارہ بھائی اور سورج آپ کے والد اور چاند آپ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ چونکہ آپ کی والدہ راحیل کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے قمر سے آپ کی خالہ مراد ہیں۔ جب آپ نے یہ خواب دیکھا اس وقت آپ کی عمر ایک روایت سے سات سال اور دوسری روایت سے بارہ سال اور تیسری روایت کے سترہ سال ثابت ہے۔

اس خواب کو سن کر یعقوب علیہ السلام نے جان لیا کہ یوسف علیہ السلام بہت بلند مرتبہ پائیں گے۔ آپ نے خیال فرمایا کہ اگر یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ خواب سن لیا تو وہ تعبیر خواب میں ملکہ رکھنے کی بناء پر جب یہ معلوم کریں گے کہ یہ گیارہ ستاروں سے گیارہ بھائی اور سورج چاند سے والدین مراد ہیں تو یوسف علیہ السلام کی ہلاکت کا قصد کریں گے۔ لہذا آپ نے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں سے تذکرہ خواب کرنے کی ممانعت کر دی۔ چنانچہ قرآن کریم میں بیان ہوتا ہے۔

قَالَ يٰۤاِبْنِيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَاتِكَ فَيَكِيدُوْا لَكَ كَيْدًا ط

(سورہ یوسف پارہ ۱۲: آیت ۵)

ترجمہ: ”کہا اے میرے بچے اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا کہ وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے۔“

کیونکہ وہ اس کی تعبیر کو سمجھ لیں گے اور حسد کریں گے۔ اس بنا پر اندیشہ ہے کہ کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت کے لئے برگزیدہ فرمائیں گے۔ اور دارین کی نعمتیں اور شرف و مجد عطا کریں گے لہذا فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تٰوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَ يَتِمُّ
نِعْمَتَهُ عَلٰٓيْكَ وَ عَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَا اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبُوَيْكَ مِنْ
قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ اسْحٰقَ ط اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ع

(سورہ یوسف پارہ ۱۲: آیت ۶)

ترجمہ: ”اور اسی طرح تجھے تیرا رب جن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم و اسحاق پر پوری کی۔ بے شک تیرا رب علم و حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو برگزیدہ کرتا یعنی جن لیتا ہے تو اسے اپنے فیض سے مخصوص کرتا ہے۔ طرح طرح کی کرامات اور قسم قسم کے کمالات بے سعی و محنت عطا فرماتا ہے۔ یہ خاص انبیاء کا مرتبہ ہے اور ان کی بدولت ان کے مقربین، صدیقین، شہداء و صالحین بھی اس نعمت سے سرفراز کئے جاتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیشگوئیاں صحیح ثابت ہوئیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے شاندار نوازشات سے نوازا۔ انہیں علم بخشا، حکمت عطا کی۔ نبوت دی اور خاص طور پر تعبیر خواب کا ایسا علم سکھایا کہ آپ اپنے زمانہ میں اس فن میں یکتا تھے۔ قرآن حکیم نے آپ کی تعبیر خواب کے دو اہم واقعات بیان فرمائے ہیں۔ جو ان شاء اللہ آئندہ صفحات کی زینت بنیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔ آپ نے جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر اکثر مفسرین کے قول کے مطابق چالیس سال بعد اور بقول خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اسی سال بعد ظاہر ہوئی۔ جب کہ ان کے والدین اور تمام بھائی مصر میں گئے۔ جیسا کہ رب تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ط وَقَالَ يَا بَنِي هَذَا
تَأْوِيلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ذَقْدُ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ط

ترجمہ: ”اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لئے سجدے میں گرے اور یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ میرے خواب کی تعبیر ہے۔ بے شک اسے میرے رب نے سچا کیا۔“

(سورہ یوسف پارہ ۱۳: آیت ۱۰۰)

خواب کی قسمیں

تفسیر مواہب الرحمن پارہ ۱۲ سورۃ یوسف کے صفحہ ۶۴ پر خواب کی قسمیں مع تشریح اس طرح بیان کی گئی ہیں۔

خواب شرح میں تین طرح کا معلوم ہوتا ہے ایک خواب احلام ہیں اور وہ شیطانی ہیں۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جب آدمی ایسا مکروہ معاملہ (خواب میں) دیکھے تو (آنکھ کھلنے پر) بائیں طرف تین بار تھوکے اور کروٹ بدل لے اور اس کو کسی سے ذکر نہ کرے۔ ان شاء اللہ کچھ مضر نہ ہوگا اگر دل کو نورانی خیالات سے صاف رکھا جائے اور اس میں دنیاوی شہوات کو جگہ نہ دی جائے تو شیطان کا اس میں داخل نہ ہو سکے گا۔

دوسرا خواب وہ ہے جس کی تعبیر کی حاجت ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سچا خواب چھتیس یا چھیالی اجزائے نبوت میں سے ایک جز ہے اور یہ مخصوص سعادت ازلی ہے۔

تیسرا خواب وہ ہے جو بالکل صریح اور صاف ہو اور یہ اکثر مخصوص بہ نبوت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور حلم (بد خوابی جو پیٹ کی خرابی سے ہو) شیطان کی طرف سے، گرم میں سے جو کوئی ایسی بات دیکھے جس کو وہ پسند کرتا ہے تو کسی سے بیان نہ کرے مگر جس کو محبوب رکھتا ہو اس سے کہے۔ اور جب ایسی بات دیکھے جو بری جانتا ہو تو اس کو بیان نہ کرے۔ اور بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دیا اور اللہ عزوجل سے پناہ چاہے۔ شیطان رجیم اور اس کے شر و بدی سے تو وہ خواب اس کو مضر نہ ہوگا۔

واضح ہو کہ نیک بد خواب سب کا خالق اللہ عزوجل ہے اور جو حکمت الہیہ تدبیر عالم میں جاری ہے وہ یہاں موثر ہے۔ اس کے پیدا کرنے میں شیطان کو کچھ دخل نہیں۔ پس حدیث میں جو نیک خواب کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا تو یہ اس کی نعمت کا شکر ادا کرنے کی جہت سے ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں صحیح مذکور ہے کہ اس کے شکر یہ میں اللہ

تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا اور مکروہ خواب کی شیطان کی طرف نسبت بوجہ مناسبت کے ہے کہ شیطان بہ سبب عداوت کے موقع پا کر وسوسہ کے طور پر ایسے مکروہ واقعہ کو حاضر کر کے آدمی کو ایذا دیتے اور غمگین کرنے سے خوشی اور راضی ہوتا ہے۔ اسی واسطے اپنے قلب سے شیطانی اثر دور کرنے کے لئے حدیث میں استعاذہ کا حکم ہے کہ شیطان کی بری پناہ مانگے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک دل میں آئے گا اور شیطان کی جگہ نہ ملے گی۔ کیونکہ شیطان کو اسی قلب میں جگہ ملتی ہے جو یاد الہی سے خالی ہو یا قلب کا سویدا جو آنکھ کی پتلی کی مثل ہے وہ خالی ہو۔ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جو کوئی تم میں سے ایسا خواب دیکھے جس کو پسند کرتا ہے تو اس کو بیان کرے اور اگر ایسا دیکھے جس کو مکروہ جانتا ہے۔ تو کروٹ بدل لے اور بائیں طرف تین مرتبہ تھکا رو دے۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی گمراہی سے پناہ مانگے اور کسی سے اس کو بیان نہ کر لے۔ تو وہ اس کو کبھی ضرر نہ دے گا۔

امام احمد اور بعض اہل سنن نے معاویہ بن حیدہ القشیری سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الرِوایاءُ عَلٰی رَجُلٍ طَائِرٍ

الحدیث یعنی خواب اس کے دیکھنے والے پر جب تک تعبیر نہ دیا جائے پرندے کی طرح پرواز کرتا رہتا ہے۔ اور جب تعبیر دیا جاتا ہے۔ تو گر پڑتا ہے نہیں سے یہ حکم لیا گیا ہے کہ نعمت کو پوشیدہ رکھنا چاہئے۔ یہاں تک کہ وہ موجود اور ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

اِسْتَعِينُوا عَلٰی قَضَاءِ الْحَوَائِجِ بِكُتْمَانِهَا۔

”اپنی حاجتوں کے پورا ہونے تک ان کو پوشیدہ رکھنے سے استعانت چاہو کیونکہ ہر نعمت والا محسود ہوتا ہے۔ کوئی نہ کوئی اس سے حسد کرتا ہے۔“

کہا جاتا ہے کہ برے خواب جلد پورے ہو جاتے ہیں اور اچھے خوابوں کے پورا ہونے میں دیر لگتی ہے اور بعض اوقات اچھے خواب عرصہ دراز کے بعد پورے ہوتے ہیں

جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب ایک روایت کے مطابق اسی سال کے بعد پورا ہوا۔ اس کی وجہ تفسیر مواہب الرحمن جلد ۱۲ صفحہ ۱۶۵ پر بدیں الفاظ تحریر ہے۔ حکماء ربانی نے کہا کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ رحمت الہی مقتضی ہوئی کہ بدی سے اسی وقت خبر ہو یا اس کا ظہور قریب میں ہوتا کہ غم و اندوہ کم ہو۔ اور خیر سے آگاہی بہت پہلے ہو جاتی ہے تاکہ اس کے حاصل ہونے کی توقع میں مدت سے خوشی مناتا رہے۔

مطلب یہ کہ برا خواب فوراً ہی معمولی دیر کے بعد اس لئے پورا ہو جاتا ہے کہ خواب دیکھنے والے اس کے برے اثر سے جلدی دوچار ہو جائے اور اس سلسلہ میں جو غم اندوہ لاحق ہوتا ہے وہ ہو جائے تاکہ اس کے دل سے برے خواب کا اثر زائل ہو جائے اور اچھے خواب کے پورا ہونے میں اس وجہ سے دیر ہوتی ہے کہ اچھا خواب دیکھنے والا اس امید پر کہ اس کے خواب کے نتائج خوشگوار ہوں گے ایک عرصہ تک اسی خیال سے مسرور ہوتا رہے۔

اولیاء اللہ کے خواب

قلائد الجواہر میں شاہباز لامکانی، غوث الصمدانی، محبوب سبحانی، ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی الکیلانی رضی اللہ عنہ کے ایک خواب کا ذکر ہے۔ جو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے خود بیان فرمایا ہے وہ بلفظ درج ذیل ہے، فرمایا

”ایک دن ظہر سے قبل میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا میرے فرزند تم وعظ ونصیحت کیوں نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا میرے بزرگوار والد ماجد میں ایک عجمی شخصی ہوں، فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح زبان کھولوں۔ فرمایا اپنا منہ کھولو آپ نے سات مرتبہ میرے منہ لعاب دہن مبارک ڈالا۔ پھر فرمایا جاؤ وعظ ونصیحت کرو اور حکمت عملی سے لوگوں کو نیکی کی طرف بلاؤ۔ ظہر کی نماز پڑھ کر بیٹھا تو مخلوق میرے پاس جمع ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو (خواب میں) دیکھا آپ نے فرمایا منہ کھولو۔ چنانچہ آپ نے

میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا میں نے عرض کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آپ بھی سات مرتبہ لعاب دہن ڈالیں، فرمایا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتا ہوں۔ بعدہ میں نے دیکھا کہ غواص فکر دل کے دریا میں غوطے لگا کر حقائق و معارف کے موتی نکالے گا۔ میری زبان میں قوت گویائی پیدا ہوگئی اور میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے لگا۔ میرے پاس حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے تاکہ اولیاء کی طرح میرا بھی امتحان کریں ان کے ساتھ جو میری گفتگو ہونی تھی وہ مجھ پر منکشف کر دی گئی پھر جب آپ سکوت عالم میں تھے تو میں نے آپ سے کہا آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ تم میرے ساتھ نہ رہ سکو گے۔ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ میں کہتا ہوں اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا آپ میرے ہمراہ رہ سکیں گے اگر آپ اسرائیلی ہیں تو آپ اسرائیلی ہوں گے اور میں محمدی ہوں۔“

علم آں ، بایہ کہ آیہ از خدا
در درون انبیاء و اولیاء

اس سے ثابت ہوا کہ علم الہی (علم لدنی) کے حصول کا ایک ذریعہ مقربان بارگاہ الہی کی توجہ بھی ہے کہ اس توجہ کی برکت سے ظاہری و باطنی علوم کے دروازے کھل جاتے ہیں اور آدمی دنیاوی مکتبوں اور درسگاہوں کا چکڑ کانٹے اور کتابوں کی ورق گردانی کے بغیر ایک ایسا عالم بن جاتا ہے کہ علماء و ظواہر اس کے ادنیٰ شاگردوں میں ہوتے ہیں۔ مقام غور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کی علمی برتری اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ایک فضیلت علم وَعَلِيٌّ بَابُهَا سے ظاہر ہوتا ہے ایسی عظیم المرتبت ہستیوں نے صرف لعاب دہن کے ذریعے سے حضور غوث الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم و فضل کی اس مسند پر بٹھا دیا کہ یہ بے چارہ مولف اس کے کمالات بتانے سے بالکل عاجز ہے لعاب دہن اقدس رسول المعظم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو عَالَمٌ مَا كَانَ وَمَا يَلُونَ ہیں اور لعاب دہن مبارک حضرت علی المرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بحالت خواب اپنے دہن تشریف میں لے لینے کے بعد حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا پایہ علم کس عروج پر پہنچ گیا اس کے متعلق خود ان کی زبان حق ترجمان عقیدہ غوثیہ میں یوں گوہر افشانی کرتی ہے۔

وَاطْلَعَنِي عَلَى سِرِّ قَدِيمٍ وَقَلَّدَنِي وَاَعْطَانِي سُؤَالِي

”اور مجھے اپنے ازلی و قدیمی بھید پر آگاہ کیا اور مجھے مامور فرمایا اور میری آرزو یا میرے سوال کو پورا کر دیا۔“

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، عالم علم، خفیج و جلی، امام السالکین، سیدی و مرشدی الحاج سید ابوالفیض قلندر علی شاہ قبلہ سہروردی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب صحیفہ الغوثیہ شرح قصیدہ غوثیہ میں قلندری کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ”جس طرح قلاوہ گلے میں ڈالنے اور جسم پر رنگ لگانے یا نشان کرنے سے قربانی کا جانور پہچانا جاتا ہے اس طرح سرکار بغداد بھی دیگر اولیاء اللہ سے ممتاز نظر آتے ہیں تقلید کے معنی دراصل گردن میں تمغہ امتیاز ڈالنا ہوتا ہے۔“

یعنی غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رب تبارک و تعالیٰ نے اپنے ازلی اور قدیمی راز پر مجھے مطلع ہو کر علم و فضل کا ایسا قلاوہ میری گردن میں ڈال دیا کہ مجھے علماء و ظواہر و علماء بواطن پر ایک امتیازی نشان پیدا ہوگئی اور یہ مقام کسی دوسرے کو نصیب نہ ہو سکا چنانچہ

قَدِمِي هَذِهِ عَلَى رِقَابِ كُلِّ وَلِيِّ اللَّهِ

”میرا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر“

آپ کا فرمان موجود ہے پھر فرماتے ہیں:

طُبُوْلِي فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ دُقْتُ وَشَاوَسِ السَّعَادَةِ قُدْبَدَالِي

”میری زندگی کا نقارہ زمین و آسمان میں بج چکا ہے اور میری سعادت و نیک بختی کا قاصد بالتحقیق ظاہر ہو چکا ہے۔“

ارشاد ہوتا ہے:

فَمَنْ نَبِيٍّ أَوْلِيَاءُ اللَّهِ مِثْلِي وَمَنْ فِي الْعِلْمِ وَالتَّصْرِيفِ حَالِي -

”گروہ اولیاء اللہ میں میری مانند کون ہیں جو علم اور حال کے بدلنے میں میری برابری کرے۔“

مؤلف کے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ شارح قصیدہ غوثیہ اپنی کتاب صحیفہ غوثیہ میں اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

”اس شعر میں جس حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے وہ کسی بے جا تعالیٰ اور بے معنی تفوق پر محمول نہیں ہے۔ بلکہ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علوم مرتبت اس دعویٰ میں قطعاً حق بجانب ہے۔ آخر حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس نانا بزرگوار، صاحب لولاک، متصرف افلاک، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی نواسے ہیں۔ جنہوں نے **اَیُّکُمْ مِثْلِیْ** فرما کر دنیا بھر کے اشتباہ مماثلت کو مٹا دیا تھا کہ **اِیْنِیْ لَسْتُ کَہِیْتِکُمْ** کے ارشاد کے پچھو مائیوں اور پچھو مائیوں کے دانت توڑ دیئے تھے۔

شیخ ابو طاہر عبداللطیف بن ابو طاہر بغدادی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے برس منبر فرمایا کہ جو کچھ لوح محفوظ میں ہے، میں دیکھتا ہوں، اے آسمان اور زمین کے رہنے والو! **وَ اَوْ عَلِمَ طَرِیْقَتِیْ** مجھ سے سیکھو، اے اہل عراق میرے نزدیک وجد و حال مثل ایک پیر ہن کے ہیں۔ میں جس کو چاہوں پہنادوں، یہاں ولایت و درجات ہیں۔ اور یہاں خلعت عطا ہوتے ہیں یہاں زندہ اولیاء اپنے جسموں اور مردہ اپنی روحوں سے تشریف لاتے ہیں۔ میں ملائکہ اور جن و انس سب کا شیخ ہوں۔ میں ان لوگوں سے کلام کرتا ہوں جو پردہ قاف سے آتے ہیں۔ قدم ان کے ہوا میں اور دل ان کے خدا میں ہوتے ہیں۔ آتش شوق ابھی ان کے صدور میں اس قدر شعلہ زن ہے کہ ان کے کلاہ و طوق کو جلا دیتی ہے۔

یہ وعظ فرمایا جا رہا تھا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرزاق جو منبر کے قریب بیٹھے تھے بے ہوش و بے خود ہو گئے اور ان کے پیر ہن کا گریبان جلنے لگا۔ حضور غوث اعظم منبر سے اتر آئے اور آگ بجھا کر فرمانے لگے۔ اے عبدالرزاق تو بھی اسی گروہ سے ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ کی بے ہوشی کا سبب

کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اوپر کی جانب دیکھا تو مجھے مردان غیب کثرت سے ہوا میں کھڑے نظر آئے کہ تمام کرہ ہوا ان سے بھرا ہوا تھا اور سب کے سب سر جھکائے حضرت کا وعظ سن رہے تھے۔ کوئی آہ و فغاں کرتا تو کوئی ہوا میں اڑتا اور کوئی بے ہوش ہو کر زمین میں گر جاتا تھا۔ بعض کے کپڑوں میں آگ لگ رہی تھی۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ط

(پارہ ۲۸ سورہ جمعہ: آیت ۴)

ان واقعات سے قارئین کرام نے یہ معلوم کر لیا ہوگا کہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کیسے عالم ربانی تھے۔ کہ جن کی مجلس وعظ میں کثرت سے رجال الغیب بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ اور اثر وعظ سے ان پر وجد و حال کی بے پناہ کیفیات طاری ہو جایا کرتی تھی۔ یہ علم الہی (علم لدنی) کی برکت تھی کہ جو انہیں رب تعالیٰ علیم وخبیر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے عطا فرمایا۔ اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ دونوں برگزیدہ ہستیوں نے اپنا اپنا لعاب دہن غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے منہ میں ڈالا اور آپ چشم و زدن میں ظاہری و باطنی علم کے عالم اجل بن گئے۔

ان واقعات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مقربین بارگاہ الہی کی توجہ کیسی سریع الاثر ہوتی ہے کہ آنکھ جھپکنے سے پہلے اپنا کام کر جاتی ہے یہ توجہ بھی علم الہی کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس پر ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی جائے گی۔

کفار کے خواب

جب سیدنا حضرت یوسف علی نبینا علیہ السلام قید خانہ میں تھے۔ تو وہاں کے ان کے ساتھ دو اور کافر جو ان قید ہو کر آئے۔ ایک مرتبہ ان جوانوں نے علیحدہ علیحدہ خواب دیکھا اور دونوں نے اپنا اپنا خواب حضرت یوسف علیہ السلام سے اس طرح بیان کیا کہ ایک جوان نے کہا:

إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ط (پارہ ۱۲ سورہ یوسف: آیت ۳۶)
تحقیق میں نے خواب دیکھا کہ میں شراب نچوڑتا ہوں دوسرے نے کہا:
إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ -

(پارہ ۱۲ سورہ یوسف: آیت ۳۶)

تحقیق میں نے دیکھا کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں
دونوں جوانوں نے خواب ذکر کرنے کے بعد عرض کیا:

نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ج اِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ط (پارہ ۱۲ سورہ یوسف: آیت ۳۶)
”اس کی تعبیر بتائیے بے شک ہم آپ کو نیکو کار دیکھتے ہیں۔“

حضرت یوسف علیہ السلام نے خوابوں کی تعبیر بتانے سے قبل ارشاد فرمایا کہ روزانہ جو
تمہیں کھانا ملا کرتا ہے وہ قبل اس کے کہ تمہارا بے پاس آئے میں تمہیں اس کی تعبیر سے آگاہ
کر دوں گا۔ یعنی کھانا آنے سے پہلے بتا دوں گا کہ کیا کیا چیزیں تمہارے کھانے کے لیے
آئیں گی اور یہ بتانا ان علموں میں سے ایک علم ہے مِمَّا عَلَّمْنِي رَبِّي جو میرے رب نے
مجھے سکھایا ہے۔ ساتھ ہی حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں تبلیغ شروع کر دی۔ بت پرستی
چھوڑنے، شرک سے باز آنے اور توحید باری تعالیٰ کو قبول کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور بعد
ازاں ان کے خوابوں کی تعبیر اس طرح ارشاد کی۔

يَا صَاحِبِي السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمْ فَسَيُقَىٰ رَبَّهُ خَمْرًا ط وَ أَمَّا
الْآخَرُ فَيُصَلَّبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ ط قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ
تَسْتَفْتِينَ ٥

ترجمہ: ”اے قید خانہ کے دونوں ساتھیوں! ایک تو اپنے رب (بادشاہ) کو شراب پلائے
گا، رہا دوسرا تو وہ سولی دیا جائے گا۔ تو پرندے اس کا سر کھائیں گے۔ حکم ہو چکا اس بات
کا جس کا تم سوال کرتے ہو۔“

(پارہ ۱۲ سورہ یوسف: آیت ۴۱)

حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے جوان سے فرمایا تو حسب سابق بادشاہ کا ساتی بنے گا۔ اور تین دن کے قید سے رہا ہو کر اپنے سابقہ عہدے ساتی گری پر مقرر ہو جائے گا۔ دوسرا جوان شاہی مطبخ و طعام کا مہتمم تھا۔ اس سے فرمایا کہ جس جرم کی پاداش میں تجھے جیل میں ڈالا گیا ہے تیرا وہ جرم ثابت ہو جائے گا۔ اور تجھے پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ تیرے مرنے کے بعد تیرے سر کو پرندے کھائیں گے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تعبیر سن کر ان دونوں جوانوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا خواب تو ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ ہم ہنسی کر رہے تھے۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِينَ -

”تم نے جس کا بات کا سوال کیا اس کا حکم ہو چکا ہے“۔ (پارہ ۱۲ سورہ یوسف: آیت ۴۱)

یعنی تمہارے خوابوں کی تعبیر میں نے بتا دی۔ ہے اسی کے مطابق وقوع میں آئے گا۔ اور خلاف نہیں ہوگا۔ تعبیر کے مطابق تین دن گزرنے کے بعد دونوں جوان قیدیوں کو جیل سے نکال لیا گیا ایک کو ساتی گری کے عہدے پر بحال کر دیا گیا اور دوسرے کو دار پر لٹکا دیا گیا۔ اس کی لاش پھینک دی گئی۔ اور اس کے سر کو پرندوں نے کھانا شروع کر دیا۔ ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھا اس نے اپنے درباری علماء کو جمع کیا اور ان کے سامنے اپنا خواب بیان کر کے تعبیر پوچھی رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَ سَبْعٌ سُنْبُلَاتٍ خُضِرٌ وَأُخْرَى يَبْسُتُ ط يَأْتِيهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُءْيَايَ إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَى يَا تَعْبُرُونَ ○ قَالُوا أَأَضْغَاثُ

أَحْلَامٍ ○ وَ مَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَلَمِينَ ○

ترجمہ: ”اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا سات گائیں فرہ کہ انہیں سات گائیں دبلی کھا رہی ہیں۔ اور سات بالیس ہری اور دوسری سات سوکھی، اے درباریو!

میرے خواب کا جواب دو! آگ تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہو، بولے پریشان خوابیں ہیں۔
اور ہم (ایسے) خواب کی تعبیر نہیں جانتے۔“ (پارہ ۱۲ سورہ یوسف: آیت ۴۳، ۴۴)

تفسیر حسینی میں ہے کہ بادشاہ نے درباریوں سے کہا کہ میں نے دیکھا کہ سات گائیں موٹی خشک نہر سے باہر نکلیں اور اس کے بعد سات دبلی گائیں نمودار ہوئیں انہوں نے سات موٹی گائیں کھا ڈالیں، مگر ان کے شکم جیسے تھے ویسے ہی رہے وہ بڑھے نہیں اور میں نے دیکھا کہ سات خوشے سرسبز و ہرے اور سات خوشے خشک اور سوکھے ہوئے ہیں۔ یہ خشک خوشے ان سبز خوشوں پر لپٹ گئے اور ان کو بھی خشک کر دیا۔ بادشاہ نے درباریوں سے کہا کہ! اگر تم اپنے علم کی بناء پر اس خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو تو مجھے اس سے آگاہ کرو۔ درباری علماء نے جواب دیا کہ یہ پریشان خواب ہیں، ایسے خوابوں کی تعبیر بتانے سے ہم معذور ہیں۔ ہم تو سچے خوابوں کی تعبیر بتا سکتے ہیں۔ جھوٹے خوابوں کی تعبیر کیا بتائیں۔ بادشاہ مصر جس کا نام ملک ریان تھا درباریوں کے اس جواب سے متفکر ہوا۔ اور اسے یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اپنے خواب کی تعبیر کس سے دریافت کرے؟ بادشاہ کا ساتی جو چند روز پہلے جیل خانہ میں تھا وہاں اس نے جو خواب دیکھا تھا۔ اس کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے جیسی بتائی تھی اسی کے مطابق تعبیر رونما ہوئی تھی۔ اس ساتی نے بادشاہ سے کہا کہ قید خانہ میں یوسف نامی ایک برگزیدہ اور نیک و صالح شخص قید ہے جو خوابوں کی صحیح تعبیر بتاتا ہے۔ اسے بلوا کر اپنے خواب کی تعبیر پوچھی جائے۔ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلوا بھیجا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر بیان کی۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ ذَآبًا ۖ فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سِنْبِلِهِ
إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَاكُلُونَ ۝ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ
يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَحْصِنُونَ ۝ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ
بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْرِوْنَ ۝

ترجمہ: ”کہا تم کھیتی کرو گے سات برس لگاتار۔ جو کاٹو اسے اس کے بال میں رہنے دو؛ مگر تھوڑا جتنا کھا لو۔ پھر اس کے بعد سات برس کرے آئیں گے کہ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لئے جمع کر رکھا تھا۔ مگر تھوڑا جو بچا لو۔ پھر ان کے بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو مہینہ دیا جائے گا اور اس میں رس نچوڑیں گے۔“

(پارہ ۱۲ سورہ یوسف: آیت ۴۷، ۴۸، ۴۹)

سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام نے جو تعبیر میں یہ جو فرمایا کہ ”کھیتی کرو گے سات برس لگا کر“ تو یہ سات موٹی گایوں اور سات سبز بالوں کی طرف اشارہ تھا۔ اور ”سات کرے برس“ کا ذکر فرما کر دہلی گایوں اور سوکھی بالوں کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی آپ نے ملک ریان کو آنے والے سات سالہ حالات سے آگاہ کر دیا اور بتایا کہ متواتر سات سال تک سرزمین مصر میں خوب کھیتی باڑی کا کام کیا جائے اور غلہ اور اناج بویا جائے۔ اور جو کچھ ان سات سالوں میں پیداوار ہو اس میں حسب ضرورت ہر سال خرچ کی جائے اور باقی بالوں میں ہی رہنے دی جائے اس طرح اناج کی حفاظت بہتر طور پر ہوگی اور وہ محفوظ رہے گا اور ایسا اس لئے کیا جائے کہ ان سات سالوں کے بعد فوراً ہی ملک میں زبردست قحط رونما ہوگا۔ اور متواتر سات سال تک قحط سالی کا عالم رہے گا۔ اس زمانہ میں گزشتہ سات سالوں کا جمع شدہ غلہ (جو موٹی گایوں اور سبز بالوں کی مثل ہیں) سات سالہ زمانہ قحط (جو سات دہلی گایوں اور خشک بالوں کی مانند ہے) میں مصر کے لوگ استعمال کریں گے اور اس تدبیر سے زندہ رہیں گے۔ اور جو بچے رہیں گے اور پھر یہ چودہ سال گزر جانے کے بعد ایک سال (پندرہواں سال) ایسا آئے گا کہ اس میں خوب خوشحالی اور آبادانی ہوگی۔ اور لوگ نہایت فارغ البال ہو جائیں گے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر ملک ریان کے خواب کی جو تعبیر بیان فرمائی بالکل اس طرح معرض وجود میں آیا یہاں تک کہ بادشاہ نے چودہ سال تک اس طرح غلہ و اناج کا انتظام کرنے سے معذوری ظاہر کی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس انتظام کے لئے اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے فرمایا:

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ○

(سورہ یوسف پارہ ۱۳: آیت ۵۵)

ترجمہ: ”مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے تحقیق میں نگہبانی کرنے والا اور خوب جاننے والا ہوں چنانچہ سارے ملک کا انتظام حضرت یوسف کے سپرد کر دیا گیا۔“

مقام غور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں قیدیوں کے خوابوں کی جب تعبیر بتائی تو انہوں نے کہا کہ خواب تو ہم نے کوئی نہیں دیکھا۔ یوں ہی ایک بات ہم نے دل میں گڑھ لی تھی جو آپ کے سامنے بیان کر دی، آپ ایسی باتوں کی جو تعبیر بیان فرما رہے ہیں وہ کیونکر پوری ہو سکتی ہے؟ یعنی یہ تعبیر کبھی واقع نہیں ہوگی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ تم نے خواب دیکھا ہے تب بھی اور نہیں دیکھا ہے تب بھی میں نے جو تعبیر بتادی ہے۔ بعینہ اسی طرح ظہور میں آئے گا چنانچہ تعبیر کے عین مطابق قیدیوں کا معاملہ ہوا۔ ایک بادشاہ کا ساقی بن گیا اور دوسرا پھانسی پر لٹکا کر مار ڈالا گیا اور اس کے مردہ سر کو پرندوں نے کھانا شروع کر دیا۔ قیدیوں کو نبی کے مقام کا کیا علم تھا۔ اگر انہوں نے خواب دیکھا تھا تو تعبیر خواب کے مطابق دے دی گئی اور اگر انہوں نے خواب نہیں دیکھا تھا اور یوں ہی دل سے گھڑ کر سنا دیا تھا تو ان کو کیا معلوم کہ جو کچھ وہ گڑھ کر سنا رہے ہیں وہ تقدیر الہی کے عین مطابق ہو اور لوح محفوظ پر اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ وہ تو اپنے خیال کے مطابق ایک خود ساختہ خواب بیان کر رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ قدرت ان کی زبان سے حقیقت کا اظہار کر رہی ہے۔ اور انہیں کیا معلوم کہ جس کو وہ خواب سنا رہے ہیں اس کا مقام کیا ہے؟ یوسف علیہ السلام نبی ابن نبی تھے۔ نبی اپنی مرضی سے بات ہی کب کرتا ہے وہ جب بولتا ہے رب تعالیٰ کی مرضی سے بولتا ہے وہ دنیا کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے کوئی انسان اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھتا ہے۔ قیدی جو ان خواب کو بیان کر رہے تھے اور یوسف علیہ السلام کی نگاہیں لوح محفوظ پر تھیں وہ ملاحظہ فرما رہے تھے کہ ایک وقت آئے گا یہ نوجوان مصر کے قید خانہ میں ہوں گے۔ یہاں وہ ایک خواب دیکھیں گے (یادل میں گڑھ لیں گے) اور پھر اس

کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام ابن یعقوب علیہ السلام سے پوچھیں گے۔ جو اس موقع پر ان کے ساتھ جیل خانہ میں ہوں گے اور اس خواب کی تعبیر وہی ہوگی جو حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان حق ترجمان سے بیان ہوگی۔ اور یوسف (علیہ السلام) ایک ایسی ذات گرامی ہوگی جس کو رب تعالیٰ نے علم تعبیر خواب میں کمال عطا کیا ہوگا۔ وہ جس خواب کی جو تعبیر بیان کرے گا وہ تقدیر الہی کے عین مطابق ہوگی۔ اس لئے یوسف (علیہ السلام) کا علم، علم الہی کا آئینہ ہوگا۔

یہی حقیقت بادشاہ مصر کے خواب اور اس کی تعبیر میں پوشیدہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کفار کو بھی سچے خواب آسکتے ہیں۔ اور سچے خواب علم الہی (علم لدنی) کے تحت وقوع پذیر ہوا کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ سید ابوالحسن احمد نوری قادری مارہروی کشف القلوب میں مومن اور کافر کے خواب کی بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ”مومن کے خواب کو اس کی روح قوت باطنی کی مدد کے ذریعہ سے الہام..... کے موافق دیکھتی ہے اور یہ خواب انبیاء و صلحاء کو اعلیٰ حسب مراتب مختص ہے۔ اس قسم کے خواب کو خواب صالح کہتے ہیں۔ اور کافر کا خواب اس کی روح دل کی نظر سے اپنی قوت علم اور باطن سے بغیر الہام سے باری تعالیٰ کا مشاہدہ کرتی ہے۔ یعنی جس قدر رب تعالیٰ نے اس کی روح کو قوت علم باطنی عطا کی ہے۔ وہ اس کی قوت و زور کے موافق کبھی صحیح خواب دیکھ لیتا ہے جو منجاب اللہ بطور الہام واقع نہیں ہوتی، اس قسم کے خواب کو خواب صادق کہتے ہیں۔

بہر حال یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ خواب بھی علم لدنی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ جس کے مدارج مختلف ہیں۔ جن کی تفصیل گزشتہ اوراق میں مفصل بیان کی جا چکی ہے۔

ایک استفسار اور اس کا جواب

حضرت خواجہ فرید الدین عطار سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دل	چہ	باش	مطلع	انوار	حق
دل	چہ	باشد	منبع	اسرار	حق

پیش سالک عرشِ رحمنِ ستِ دل

جملہ عالمِ چوں تن و جانِ ستِ دل

معنی کلی و جزئی اندرو

چوں مشاہدِ گشتِ او را دلِ بگو

حضرت خواجہ شیخ سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔

آپ کا مزار پر انوار انبالہ شہر میں ہے۔ جب شاہ صاحب وارد انبالہ ہوئے تو ایک جگہ متکمن ہو گئے۔ آپ کی درویشی کی دھوم پڑ گئی اور ہر وقت آپ کے گرد و پیش مخلوق خدا کا ایک ہجوم رہنے لگا۔ علماء ظواہر کو آپ کے یہاں تشریف لانے سے نقصان ہونے لگا۔ ان کی آمدنی کم ہونے لگی۔ اور ان کے علم و فضل کی دوکانیں ماند پڑ گئیں کیونکہ لوگ حضرت عشاہ صاحب کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جو خلقِ خدا کی خدمت اور تبلیغ کو محض فی سبیل اللہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چند مولوی صاحبان امتحان کی غرض سے شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ یہ لوگ جانتے تھے کہ شاہ صاحب امی محض ہیں لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ لوگ مسائل پوچھنے کے لئے بھی انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ آپ ناخواندہ و بے علم ہیں اس لئے معاذ اللہ جاہل ہیں۔ ان سے بھرے مجمع میں چند مشکل سوال کریں۔ یہ جواب تو نہ دے سکیں گے اور اس طرح آپ کے معتقدوں کے سامنے آپ کی قلعی کھل جائے گی اور سب کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ عالم نہیں ہیں۔ اور ہمیں یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ جو درویشِ خاتمِ بدہن محض جاہل ہے۔ وہ لوگوں کو شریعت کے مسائل سے کیونکر آگاہ کر سکتا ہے۔ اور یہ کہ ایسا ناخواندہ شخص درویش کہلانے کا کیونکر مستحق ہو سکتا ہے؟

یہ مولوی صاحبان جب حاضر ہوئے تو حضرت شاہ صاحب نے ان کو بڑے

احترام سے بٹھایا اور آنے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ہم چند مسائل پوچھنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں پڑھا لکھا ہوا نہیں ہوں بالکل ناخواندہ ہوں۔ آپ خود عالم ہیں اور اگر آپ کو کچھ مسئلے پوچھنے ہیں تو کسی عالم سے پوچھئے۔

مولوی صاحبان نے محض ظاہری اور رسمی طور پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل کے گن گانے شروع کر دیئے اور مصر ہوئے کہ وہ ان مسائل کا جواب مرحمت فرمائیں۔ یہ حضرات دل میں خوش تھے کہ آج شاہ صاحب کی حقیقت لوگوں پر واضح ہو جائے گی اور اس طرح ان کی دکانیں پھر حکمنے لگیں گی۔ لوگان کی طرف متوجہ ہوں گے اور آمدنی کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو جائے گا۔

شاہ صاحب نے جب دیکھا کہ مولوی صاحبان اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ وہ ان کے سوالات کے جواب دیں تو آپ نے فرمایا ”اچھا پوچھو کیا پوچھتے ہو؟“ یہ سن کر جھٹ ایک مولوی صاحب آگے بڑھے اور فلسفہ کا ایک سوال کر کے جواب کے لئے شاہ صاحب کا منہ تیکنے لگے۔ شاہ صاحب کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اور پاس ہی لکڑی کی ایک تختی پڑی ہوئی تھی۔ حضرت نے چھڑی سے تختی پر چند ضربیں لگائیں اور اس کے بعد فلسفہ کے سوال کا ایسا دنداں شکن جواب مرحمت فرمایا کہ مولوی صاحبان پھکنگے رہ گئے۔ فلسفی پیچھے ہٹ گیا۔ اسے دوبارہ سوال کرنے کی ہمت نہ ہوئی ایک اور مولوی صاحب آگے بڑھے انہوں نے علم تفسیر سے متعلق ایک سوال کیا۔ حضرت نے تختی پر پھر چھڑی سے کچھ ضربیں لگائیں بعدہ اس سوال کا ایسا شافی جواب دیا کہ مولوی صاحبان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ فوراً قدموں سے لگ گئے۔ معافی چاہی اور اس کے ساتھ ہی عرض کرنے لگے کہ حضور ہمیں معلوم ہے کہ آپ محض امی ہیں یہاں تک کہ آپ دستخط تک کرنا نہیں جانتے مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے ہمارے دقیق سوالوں کا جواب کیوں کر دیا؟ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ”بھائیو! میں واقعی ایسا ہوں جو جیسا تم کہتے ہو مگر جب تم نے مجھ سے سوال پوچھنے شروع کر دیئے تو میں علم و خیر رب تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا اور اسی سے مدد کا طالب ہوا۔ اس نے اپنے فضل و کرم سے میری مدد فرمائی اور تمہارے فلسفہ کے سوال کا جواب دینے کے لئے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور علم تفسیر کے سوال کا جواب دینے کے لئے حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی ارواح کو بھیج دیا اور یہ جوابات انہوں نے ہی دیئے ہیں۔ تختی

بجا کر میں ان کو بلارہا تھا اور بحمد اللہ وہ آگئے اور اس طرح رب تعالیٰ نے فقیر کی لاج رکھ لی۔“
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

نَرَفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَأٍ ط وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝

(سورہ یوسف پارہ ۱۳: آیت ۷۶)

ترجمہ: ”ہم جس کا چاہیں درجہ بلند کرتے ہیں اور ہر عالم کے اوپر (اس سے بڑا) ایک عالم ہے۔“

اگر بغور دیکھا جائے تو دراصل یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو بظاہر امی تھے۔ جیسا کہ قرآن حکیم نے بیان فرمایا ہے:

نَبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُجِدُونَهُ أَن كُتُبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاتِ

(پارہ نمبر ۹ سورہ الاعراف: آیت نمبر ۱۵۷)

وَالْأَنْجِيلِ ۝

ترجمہ: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم امی کہ جن کو کہ وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔“

مگر اس کے باوجود آپ نے ان عرب کے جاہلوں کو بڑے مختصر عرصہ میں استاد و مقتدائے زمانہ بنا دیا۔ آپ درگاہِ صمدیت سے تمام علوم سیکھ کر تشریف لائے تھے۔ آپ کے استاد خود رب العزت تھے۔ جنہوں نے اپنے یہاں سے سب کچھ لکھا پڑھا کر بھیجا تھا۔ تاکہ دنیا کے کسی انسان کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ فلان شخص آپ کا استاد ہے۔ اور اس سے آپ نے علم حاصل کیا ہے۔ آپ کی امت میں قیامت تک آپ کے اس معجزہ (صفتِ امیت) کا ان شاء اللہ ظہور ہوتا رہے گا۔ اور ہر زمانہ میں ایسے علماء باطن پیدا ہوتے رہیں گے جو نہ کسی انسان کے شاگرد ہوں گے اور نہ کسی درگاہ کے طالب علم۔ انہیں رب تعالیٰ خاص اپنی طرف سے علم عطا فرمائے گا۔ وہی علماء ربانی اور علم لدنی کے حامل ہوں گے۔ اور علم انہی کے پاس ہوگا۔

مقربین کی صحبت بھی ذریعہ حصول علم الہی ہے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ۚ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ۚ ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۙ ط (سورہ مؤمنون پارہ ۱۸: آیت ۲، ۱۳)

ترجمہ: ”اور بے شک ہم نے آدمی کو چینی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر اسے پانی کی بوند کیا۔ ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔ پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا۔ پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی، پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں، پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا۔ پھر اسے صورت میں اٹھان دی۔ تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔“

مذکورہ بالا آیات کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تب وحی کو لکھوار ہے تھے۔ جس کا نام عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح تھا۔ جب وہ اس جملہ **ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ** تک لکھ چکا تو ایک عجیب کیفیت کا ظہور ہوا۔

☆ حضرت مولانا عبدالعلی بحر العلوم شارح مثنوی مولانا روم **رحمۃ اللہ علیہ** فرماتے ہیں:

”نور وحی بردل دی تافت، داز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بردی وارد شد و گفت **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ**۔ پس فرمود آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم بنویس چنین نازل شدہ است، پس شیطان در دل دی، انداخت کہ اگر این وحی می بود، پس بر تو ہم وحی نازل شد پس او از دین برگشت و مرتد شد، و اندانست کہ این پر تو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بود۔“

”وحی کا نور اس (عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح) کے دل پر چکا۔ اور یہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے اس پر وارد ہوا اور اس نے کہا فَتَبَّرَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔ (تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکھو اسی طرح وحی نازل ہوئی ہے۔ شیطان نے اس (عبداللہ بن سعد بن سرح) کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اگر یہ وحی تھی تو تجھ پر بھی وحی نازل ہوگئی۔ وہ (عبداللہ بن سعد بن سرح) دین سے پھر گیا۔ اور مرتد ہو گیا اور نہ سمجھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے فیضان کا نتیجہ تھا۔

☆..... حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ دفتر اول میں فرماتے ہیں:

پرتو آں وحی بروی تافتی
او درون خویش حکمت یافتی

ترجمہ: ”وحی کا چمکار اس کی دل پر پڑا اور اس نے اپنے دل میں حکمت کو پایا۔“

عین آں حکمت بفرمودی رسول
زیں قدر گمراہ نشد آں ابوالفضول

ترجمہ: ”عین وہی حکمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اتنی سی بات سے وہ (عبداللہ بن سعد) نالائق گمراہ ہو گیا۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا کہ لکھو وحی الہی اس طرح نازل ہوئی ہے۔ تو ابن سعد کو بوسوسہ شیطان یہ گمان ہوا، جس طرح سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی ہوا ہے اسی طرح مجھ پر بھی ہوا۔ مگر اس مکر شیطان کی وجہ سے وہ دین سے پھر گیا مرتد ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن بن گیا۔ اور اس کا دل سیاہ ہو گیا اور وہ کہیں کا نہ رہا۔ عارف رومی فرماتے ہیں:

مصطفیٰ فرمود کای کبر و عنود
چوں سیسہ گشتی اگر نور از تو بود

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے تکبر و عناد کے مجسمے اگر وہ نور (جس نے بقول

تیرے تیرا دل منور کر دیا اور اس میں تجھے وحی الہی منکشف ہوگئی) تیری وجہ سے تھا تو گمراہ اور سیاہ دل کیوں ہو گیا؟

مولانا عبدالعلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”ندانست کہ اس پر تو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بود“۔ اس نے یہ نہ جانا کہ یہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا پر تو ہے کہ اس کا عکس اس کے دل پر پڑا۔ اور وہ بھی قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ چنانچہ اس کی برکت سے صرف ایک آیت علوم الہی سے اس کے دل پر کشف ہو گئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمانے سے قبل ہی اس نے اس آیت کا ذکر کر دیا۔

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی صحبت میں بیٹھنے سے جب وہ توجہ فرماتے ہیں اور نزول وحی کے وقت جب اس وحی کا نور نبی کے دل سے اٹھ کر کسی شخص پر تجلی افگن ہوتا ہے تو خود وحی اس کے دل میں اتر آتی ہے۔ لیکن اس شخص کا یہ کہنا کہ وحی مجھ پر نازل ہوئی ہے اس میں نبی کے فیض صحبت اور نور نبوت کا کیا دخل ہے؟ سراسر فریب نفس ہے۔ حالانکہ ایسا محض نبی کے فیض صحبت اس کی پاکیزہ توجہ اور اس کے نور نبوت کے عکس کی برکت سے ہوا۔ عارف رومی رحمہ اللہ نے مثنوی کے دفتر سوم میں ایک واقعہ نظم کیا ہے۔ جس کو اس واقعہ کی تائید میں اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرنے کے لئے پایہ اقدس سے موزے اتارے اور وضو فرمایا۔ بعد فراغت وضو

دست ہوئی موزہ برد آں خوش خطاب
موزہ رابر بود دازستش عقاب

آپ نے اپنا دست کرم موزہ کی طرف بڑھایا اور اٹھالیا مگر اچانک ایک عقاب اس موزہ کو جھپٹ کر لے گیا۔

موزہ را اندر ہوا برد اد چو باد
پس نگوں کر وہ ازاں مارے فتاد

عقاب اس موزہ کو ہوا کی طرح بلندی پر اڑا کر لے گیا۔ اور پھر اسے الٹا کیا تو اس سے ایک سانپ نکل کر زمین پر گرا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ عقاب نے تو موزہ میں سانپ دیکھ لیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ ہوا کہ موزہ میں سانپ ہے۔ حالانکہ آپ کو علوم غیبیہ عطا کئے گئے تھے تو اس کا جواب مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

گرچہ ہر غیبی خدا مارا نمود
دل دران لحظہ بخود مشغول بود

اگرچہ رب تعالیٰ نے ہمیں ہر غیب پر مطلع کیا ہے۔ مگر اس وقت اپنے ساتھ مشغول تھا۔ اس لئے موزہ میں سانپ کو نہ دیکھا جاسکا۔

مولانا عبدالعلی بحر العلوم ”دل بخود مشغول بود“ کی شرح یوں بیان فرماتے ہیں کہ ترجمہ: ”دل حقیقت دل کو مشاہدہ کرتا تھا اس مشاہدہ میں استغراق کی وجہ سے اس عالم مومن و فساد کی توجہ نہ تھی۔ اس بنا پر موزہ اقدس میں سانپ ملاحظہ نہ کیا گیا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عقاب نے بلندی پر اڑتے ہوئے سانپ کو موزہ میں کس طرف دیکھ لیا؟ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مار در موزہ بہ بینم در ہوا
نیست از من عکس تست اے مصطفیٰ

عقاب نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہوا میں اڑتے ہوئے سانپ کو موزہ میں دیکھنا ہر میرا کمال نہ تھا بلکہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کے نور اقدس کا فیض ہے کہ اس کی برکت سے موزہ میں سانپ نظر آ گیا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے دل پر نور نبوت کے عکس کی برکت سے وحی منکشف ہوتی ہے۔ تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ تو میرا ہی کمال ہے کہ مجھ پر نزول وحی ہوا۔ مگر ایک پرندہ (عقاب) ایک موزہ میں سانپ دیکھتا ہے اور اسے اونچا ہوا میں لے جا کر الٹ دیتا ہے اور سانپ نکال دیتا ہے مگر اس عظیم الشان کام کو وہ اپنا کمال نہیں جانتا۔ بلکہ سمجھتا ہے کہ یہ نور نبوت کی جہاں تابوں کا اعجاز ہے کہ اس کی شعاعوں میں میں نے یہ سانپ دیکھ لیا اور علم الہی حاصل ہوا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَّشَاءُ - (پارہ ۲۸ سورہ جمعہ: آیت ۴)

آصف بن برخیا اور بلقیس کا تخت

ایک مرتبہ سیدنا حضرت سلیمان علی نبینا علیہ السلام نے پرندوں کا جائزہ لیا تو ان میں ہد ہد پرندہ موجود نہ تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ہد ہد کو میں نہیں دیکھتا یا واقع وہ غیر حاضر ہے۔ میں اسے اس کی غیر حاضری کی وجہ سے ضرور سخت سزا دوں گا یا وہ کوئی ایسی دلیل پیش کرے کہ جس سے اس کا غیر حاضر ہونا معقولیت پر مبنی ہو۔ تھوڑے سے وقفے کے بعد ہد ہد حاضر ہو گیا اور کہا کہ میں ملک سبا چلا گیا تھا وہاں کی حکمران ایک عورت ہے۔ اسے دنیا کی ہر چیز حاصل ہے۔ اور اس کا تخت بہت بڑا ہے وہ اور اس کی قوم سورج پرست ہے سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں کہ میں بہت جلد تیرا امتحان لوں گا تاکہ تیرا سچ اور جھوٹ ظاہر ہو جائے۔ آپ نے اپنا ایک خط ہد ہد کو دے دیا اور فرمایا کہ اسے بلقیس کے پاس ملک سبا میں لے جا اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتی ہے؟ ادھر ہد ہد آپ کا گرامی نامہ لے کر روانہ ہوا اور ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے درباریوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قُلْ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ○ قَالَ عِفْرِيْتُ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٍّ أَمِينٌ ○ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفَكَ ط فَلَمَّا رَأَى مُسْتَقَرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي قَف -

ترجمہ: ”فرمایا سلیمان (علیہ السلام) نے اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس (بلقیس) کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔ ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت حضور حاضر کر دوں گا۔ قبل اس کے کہ حضور اجلاس

برخواست کریں اور میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔ اس نے عرض کیا کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے (تخت کو) حضور میں حاضر کروں گا۔ ایک پل مارنے سے پہلے پھر جب سلیمان (علیہ السلام) نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کا فضل ہے۔“

(پارہ ۱۹ سورہ نمل: آیت ۳۸، ۳۹، ۴۰)

بلیقیں اور اس کی قوم کے حاضر ہونے سے پہلے اس کا تخت منگوانے کا مقصد یہ تھا کہ تخت حاضر کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اپنی نبوت پر دلالت کرنے والا معجزہ دکھا دیں بعض نے کہا کہ آپ نے چاہا کہ اس کے آنے سے قبل اس کی وضع بدل دیں اور اس طرح اس کی عقل کا امتحان فرمائیں کہ تخت پہچان سکتی ہے یا نہیں آپ کا اجلاس صبح سے دوپہر تک ہوتا ہے اور جن نے کہا تھا کہ اجلاس برخاست کرنے سے قبل ہی میں بلیقیں کا تخت حاضر حضور کروں گا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں اس سے جلد تر چاہتا ہوں اس پر آپ کے وزیر حضرت آصف بن برخیا جو اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتے تھے کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا آپ نبی ابن نبی ہیں اور جو رتبہ بارگاہ الہی میں آپ کو حاصل ہے یہاں کس کو میسر ہے۔ آپ دعا فرمائیں تو تخت آپ کے پاس ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو اور دعا کی اسی وقت تخت زمین کے نیچے نیچے چل کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے پاس نمودار ہو گیا۔

(کنز العرفان)

تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے وزیر آصف بن برخیا کو تخت لانے کی اجازت دی تو وہ یا حی یا قیوم، بعض نے کہا ذوالجلال والا کرام کہتا ہوا سجدہ میں گر گیا اور دعا کرنے لگا۔ ادھر ملک سبا میں بلیقیں کا تخت زمین میں دھنس گیا اور چشم زدن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کے سامنے زمین سے ظاہر ہو گیا جب حضرت سلمان علیہ السلام نے تخت ملاحظہ فرمایا تو ارشاد کیا کہ یہ کرامت میرے رب کے فضل سے ہے۔ جو کام آصف بن برخیا نے خدا کا نام لے کر دعا کے ذریعہ سے کیا وہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام بھی کر سکتے تھے کیونکہ آپ نبی ابن نبی تھے۔ خدا کے نزدیک ولی کے مقابلہ

میں نبی کا درجہ بڑھ چڑھ کر ہے۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ درباریوں سے پوچھا کہ تم میں سے ایسا کون ہے کہ بلقیس کے تخت کو اس کے آنے سے پہلے میرے دربار میں حاضر کر دے ایسا کرنے سے حضرت سلیمان علیہ السلام یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ میں تو نبی ہوں۔ اور میرا مرتبہ تمام امت سے وراء الوراء ہے لیکن میرے درباریوں میں میرے فیض صحبت کی وجہ سے ایسے ایسے حضرات موجود ہیں کہ کٹھن سے کٹھن کام بفضلہ تعالیٰ چشم زدن میں کر ڈالیں۔

آصف ابن برخیا نے اسم اعظم کی تعلیم حضرت سلیمان علیہ السلام سے حاصل کی تھی اور شب و روز ان کی توجہ سے سرفرار رہتا تھا۔ اس لئے آپ کے فیوض ظاہری و باطنی سے مالا مال تھا اور استعداد باطنی کو بالقوة اس کے اندر موجود تھی وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعلیم و توجہ اور تجلیات نبوت کی برکت سے بالفعل موجود ہو گئی اور اس نے وہ کام کر دکھایا جو انسانی عقل و فہم سے بہت بالا ہے بلقیس کے تخت کا اس طرح آنا قدرت باری تعالیٰ کے تحت ایک طرف تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے اور دوسری طرف آصف بن برخیا کی کرامت ہے۔ کہ اسے قادر و قدیر کی قدرتوں کا ظہور ہوا۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ - (پارہ ۲۸ سورہ جمعہ: آیت ۴)

چار ماہ کے بچے کی فراست

جب ذلیحانے سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام پر اپنی برات و صفائی کی خاطر الزام تراشا اور اپنے شوہر عزیز مصر کے سامنے کہا:

قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ

أَلِيمٌ ○ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا

إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُلٌّ مِّنْ قَبْلِ فَصَدَقْتُ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ○ وَ

إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدِّمَ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبْتُ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ○ فَلَمَّا

رَاقِمِصَّةٌ قَدْ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ طَائِفًا كَيْدِكُنَّ عَظِيمٌ

(سورہ یوسف پارہ ۱۲: آیت ۲۳، ۲۵، ۲۶)

ترجمہ: ”بولی کیا سزا ہے اس کی جس نے تیری گھر والی سے بدی چاہی مگر یہ کہ قید کیا جائے یا دکھ کی مار۔ کہا اس (یوسف) نے مجھ کو لبھایا کہ میں اپنے خود حفاظت نہ کروں اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ میں نے گواہی دی اگر ان کا کرتہ آگے سے چڑا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کہا اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے چاک ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں پھر جب (عزیز مصر نے) اس کا کرتہ پیچھے سے چڑا دیکھا تو بولا بے شک یہ تم عورتوں کا مکر ہے بے شک تمہارا مکر بڑا ہے۔“

زلیخا نے جب یوسف علیہ السلام کو برائی سے متہم کیا تو آپ نے عزیز مہر کے سامنے فرمایا کہ یہ مجھ سے فعل قبیح کی طلب گار ہوئی میں نے اس سے انکار کیا اور بھاگا۔ عزیز نے کہا یہ بات کس طرح باور کی جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ گھر میں زلیخا کے ماموں کا چار ماہ کا بچہ پالنے میں پڑا ہے اس سے دریافت کیا جائے۔ عزیز نے کہا چار ماہ کا بچہ کیا جانے اور کیسے بولے؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو گویائی دینے اور اس سے میری بیگناہی کی شہادت دلانے پر قادر ہے۔ عزیز نے اس بچہ سے دریافت کیا قدرت الہی سے وہ بچہ گویا ہو اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تصدیق کی اور زلیخا کے قول کو باطل بتایا۔

چار ماہ کا بچہ ایسی صحیح گواہی دینا ظاہری علم سے متعلق نہ تھا بلکہ وہ بطور الہام والقاء تھا جو اسے رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہوا۔

إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا۔ (پارہ ۷ سورہ حج: آیت ۳۹)

اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے خود مدافعت کرتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نبی تھے۔ ظاہر ہے کہ نبی سے بڑھ کر اس کی امت میں کوئی مومن کامل نہیں ہوتا۔ اب جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی ہیں اور ایمان میں سب سے مکمل و اکمل ہیں۔ بلکہ ایمان کی طرف لوگوں کی

رہنمائی کرنے والے ہیں تو مولیٰ تعالیٰ نے عادت کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کی مدد فرمائی۔ اور ایک چار ماہا بچہ کو طاقت گویائی محض اس لئے بخش دی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی کی گواہی دے۔ چنانچہ وہ باطنی قوت کہ جو الہام والقاء کو سمجھتی ہے۔ اور جو ہر شخص میں قدرتی طور پر موجودہ بالقوۃ ہوتی ہے بچہ میں حکم الہی سے موجود بالفعل ہو گئی۔ اور یوسف علیہ السلام کے معجزہ کے طور پر وہ گویا ہو کر یوسف علیہ السلام کے حق میں اور زلیخا کے خلاف گواہی دینے لگا۔

☆..... حضرت خواجہ ابوالحسن احمد نوری قادری رحمۃ اللہ علیہ کشف القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”یہ قوت باطنی خورد سالی کی وجہ سے بچہ میں زیادہ ہوتی ہے اس لئے کہ وہ گویائی نہیں رکھتا اور یہ کہ تعلقات عالم ظاہری جو عالم باطنی کے لئے حجاب ہیں بچپن کی وجہ سے بہت کم غرض ہوتے ہیں اور آئینہ دل میں صغریٰ اور عالم ظاہری کے ساتھ تعلقات کی کمی کے باعث صاف ہوتا ہے۔ جوں جوں سن (عمر) بڑھتا جاتا ہے اور اس عالم ظاہر سے اس کے تعلقات زائد ہو جاتے ہیں۔ دل کی صفائی کم ہو جاتی ہے اور اسی قدر یہ استعداد باطنی (باطنی قوت) بھی کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ حد بلوغ کو پہنچ کر جب انسان سے جرائم و معاصی کثرت سے سرزد ہوتے ہیں نیز طرح طرح کی غذائیں استعمال کرنے اور رب تعالیٰ سے غافل رہنے کے سبب ظاہری دل کے گرد چربی پیدا ہو جاتی ہے شیطان اس میں گھر بنا لیتا ہے اس وقت یہ استعداد بہت ہی کم ہو جاتی ہے۔“

بی بی زلیخا کے ماموں کا چار ماہ لڑکا بے شک خورد سال تھا۔ اس میں قوت باطنی زیادہ تھی۔ عالم ظاہری سے اس کے تعلقات نہ ہونے کے برابر تھے۔ اس کا آئینہ دل صغریٰ کے باعث صاف تھا مگر یہ کہنا پڑے گا کہ اس بچہ کا گویا ہونا درحقیقت حضرت یوسف علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور زلیخا کے گھر میں رہتے تھے۔ بارہا اس بچہ کو حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا ہوگا اور بارہا اس پر پر تو نبوت پڑا ہوگا جس نے اس بچہ کے

دل کو اور بھی صاف تیز اور مضبوط کر دیا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر سے فرمایا کہ گھر میں چار ماہ کا بچہ پالنے میں پڑا ہے اس سے میرے حالات دریافت کئے جائیں۔ نبوت کا اشارہ پاتے ہی بچہ پالنے میں کھڑا ہو گیا اور اس عظیم الشان طریقے سے حضرت یوسف علیہ السلام کی برات و پاکیزگی بیان کی کہ بچہ پکاراٹھا کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو بی بی زلیخا سچی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس کی طرف رغبت رکھتے تھے۔ مگر بی بی زلیخا بچنا چاہتی تھی۔ اور آمنے سامنے کی کشمکش کی بنا پر یوسف علیہ السلام کا کرتہ آگے سے پھٹ گیا اور کرتے کا پیچھے سے پھٹنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یوسف علیہ السلام بی بی زلیخا سے بچنا چاہتے تھے۔ وہ بچاؤ کے لئے بھاگے زلیخا بی بی پیچھے بھاگ کر ان کو پکڑتی رہیں اور اس کشمکش میں حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا۔ چار ماہ کے بچے نے یوسف علیہ السلام اور بی بی زلیخا کے درمیان ثالثی کا وہ حق ادا کیا کہ کوئی ہوش مند انسان اس کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عزیز مصر نے بچے کے فیصلے کے موافق جب حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ دیکھا تو واقعی وہ پیچھے سے پھٹا ہوا نکلا چنانچہ اسے پورا یقین ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بالکل سچے ہیں تو کہنے لگا۔

يُوسُفُ أَعْرَضُ عَنْ هَذَا وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ

الْخَاطِئِينَ ○

ترجمہ: ”اے یوسف تم اس کا خیال نہ کرو اور انے عورت تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ

(پارہ ۱۲ سورہ یوسف: آیت ۲۹)

بے شک تو خطاواروں میں ہے۔“

یہ ہے معجزہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کہ جنہیں رب تبارک و تعالیٰ نے علم لدنی بالخصوص علم تعبیر رویا میں کمال عطا کیا تھا۔ یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہی کی برکت تھی۔ اور ان کے خداداد علم کا فیض تھا۔ جوان کی مصاحبت کی وجہ سے بی بی زلیخا کے کس چار ماہ ماموں زاد بچے کو حاصل ہوا اور اسی برکت و فیض کا اثر تھا کہ یوسف علیہ السلام اور بی بی زلیخا کے معاملہ میں اصل حقیقت جو علم الہی میں تھی بچے کے دل پر منکشف ہو گئی۔ اور اس طرح حضرت

یوسف علیہ السلام کی طہارت اور ازلی عصمت کا ڈنکا تمام عالم میں بج گیا۔

یہی برکت و فیض بی بی زلیخا کے خود اپنے معاملے میں بھی کار فرما ہے۔ جب کہ انہوں نے مصر کی عورتوں کے سامنے اپنی صفائی پیش کی۔ ان عورتوں نے بی بی زلیخا کے متعلق گھر گھر کہنا شروع کیا تھا کہ عزیز مصر کی بی بی ایک نوجوان پر فریفتہ ہے۔ اس کی محبت اس کے دل میں پیر گئی ہے اور ہم اسے صریح از خود رفته پاتے ہیں جب جگہ جگہ یہ چرچا ہونے لگا اور بی بی زلیخا نے اس میں اپنی بدنامی دیکھی تو ان تمام عورتوں کو گھر پر دعوت دی۔ قرآن عزیز میں ہے کہ بی بی زلیخا نے ان عورتوں کے لئے مسندیں تیار کیں اور ان میں ہر ایک کو ایک ایک چھری دی تاکہ اس سے گوشت کاٹیں اور میوے تراشیں۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ ہر عورت کے سامنے علیحدہ علیحدہ پلیٹیں تھیں اور ہر پلیٹ میں ایک ایک لیمو بھی تھا۔ بی بی زلیخا کی باطنی بصیرت اور ان کی فراست کو داد دینی چاہیے کہ انہوں نے سوچی سمجھی اسکیم کے تحت یہ طریق کار اختیار کیا یوسف علیہ السلام کو ایک خوبصورت پردے کے پیچھے بٹھا دیا گیا تھا اور ان سے بی بی زلیخا نے یہ کہہ دیا تھا کہ جب میں پردے کو ہلاؤں تو آپ فوراً عورتوں کے مجمع کے سامنے تشریف لے آئیں۔ بی بی زلیخا کو اپنے طریق کار کی کامیابی پر سو فیصد یقین تھا۔ اور ناکامی کا کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ کھانے دوران ایک وقت ایسا ضرور آئے گا کہ ہر عورت کے بائیں ہاتھ میں لیمو ہوگا اور دائیں ہاتھ میں چھری۔ اور ہر عورت چھری سے لیمو کاٹے گی اور یہ عمل بیک وقت سب کی طرف سے عمل میں آئے گا۔ بی بی زلیخا کو بھی معلوم تھا کہ جب یہ مرحلہ درپیش ہوگا تو میں فوراً پردہ ہلا دوں گی یوسف علیہ السلام چندے آفتاب و چندے ماہتاب اپنے بے پناہ حسن و جمال کے ساتھ اچانک جب ان عورتوں کے سامنے تشریف لائیں گے تو ان کی نگاہیں خیرہ ہو جائیں گی۔ وہ دید جمال یوسف علیہ السلام میں کچھ اس طرح مستغرق ہوں گی کہ انہیں اپنا ہوش بھی نہیں رہے گا اور سب چھری سے لیمو کے ساتھ ساتھ انگلیاں بھی کاٹ ڈالیں گی۔ ان کی محویت کو دیکھ کر مجھے اپنی صفائی کا موقع مل جائے گا اور میں کہہ سکوں گی۔

فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنِي فِيهِ ط وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ ط

ترجمہ: ”یہ ہیں وہ جن پر تم مجھے طعنہ دیتی تھیں بے شک میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچایا۔“

مطلب یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر جب مصر کی عورتیں مہبوت ہو جائیں گی اور ان کے ہوش اڑ جائیں گے تو میں کہوں گی کہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر جب تم ہزار جان سے قربان ہو گئیں اور بے ساختہ اس کی تعریف تو صیف شروع کر دی۔ اور یہاں تک کہا

مَا هَذَا بَشَرًا ط اِنْ هَذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ - (پارہ ۱۲ سورہ یوسف: آیت ۳۲، ۳۱)

یہ تو جنس بشر سے نہیں، یہ تو نہیں ہے مگر کوئی معزز فرشتہ اور پھر یہ کہ تم نے صرف پہلی مرتبہ دیکھا مگر میں تو اس حسن و جمال کے مجسمہ کو ہر وقت دیکھتی ہوں۔ جب کی ایک مرتبہ دیکھنے سے تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے تو بھلا ہر وقت دیکھنے سے میری کیا حالت ہو گی۔ مطلب یہ کہ میرا حضرت یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہونا اختیاری نہیں بلکہ تمہاری طرح اضطراری ہے۔ یعنی اس کی زبردست خوبصورتی پر دل خود بخود قربان ہوا چلا جا رہا ہے۔

مقام غور ہے کہ اپنی برات کے لئے بی بی زینحہ کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا اور پھر جلد ہی اس خیال کے عین مطابق واقعات رونما ہوئے کیا یہ علم الہی کا اعجاز نہیں؟ کہ جس کا عکس بی بی زینحہ کے دل پر پڑا اور اس عکس کی روشنی میں ان کے دل پر علم الہی منکشف ہو گیا اور انہیں کامل یقین ہو گیا کہ میں اگر اس کے مطابق عمل کروں گی۔ اس طرح ایک طرف مصری عورتوں کی طعنہ بازیاں ختم ہو جائیں گی اور دوسری طرف میری معذوری و مجبوری کا اظہار ہو جائے گا۔

سوال یہ ہے کہ پر تو علم الہی کیونکر بی بی زینحہ کے دل پر پڑا اور یہ مقام انہیں کس طرح حاصل ہوا؟ اس کے متعلق سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت اور ان کے فیض و محبت کا اثر تھا کہ بی بی زینحہ کا دل مثل آئینہ کے صاف

ہو گیا اور اس پر علوم الہی کشف ہونے لگے۔

صحبت صالح ترا صالح کند

حضرت خواجہ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ایک مٹی کا ذکر فرماتے ہیں جو چند دن گلاب کے درخت کے جوار میں رہنے سے ایسی ہو گئی کہ اس کی خوشبو سے دماغ معطر ہوتے تھے۔

گلے	خوشبوی	درحمام	روزی
رسید	از	محبوبے	بدستم
بدگفتم	کہ	مشکی	عیوی
کہ	از	بوئے	تو مستم
بگفتا	گل	ناچیز	بودم
ولیکن	مدتے	باگل	نشتم
جمال	ہمنشیں	درمن	اثر کرد
وگر نہ	من	ہماں	خاکم کہ ہستم

فرماتے ہیں کہ ایک روز جب کہ حمام میں نہا رہا تھا تو ایک دوست نے مجھے خوشبودار مٹی دی۔ میں نے اسے سونگھا اور سوال کیا کہ تو مشک ہے عنبر کہ تیری خوشبو سے میں مست ہو جا رہا ہوں اس نے جواب دیا کہ میں درحقیقت ناچیز مٹی ہوں لیکن کچھ عرصہ گلاب کے پھول کی صحبت میں رہی ہوں اس کی ہم نشینی کی وجہ سے اس کے جمال نے مجھ پر اثر کیا ہے اور دراصل یہ گلاب ہی کی خوشبو ہے میں کیا اور میری حقیقت کیا میں تو ایک عام سی مٹی ہوں، اچھی صحبت انسان کو اچھا بنا دیتی ہے اور بری صحبت خراب کر دیتی ہے۔ لوہار کی دکان پر جانے سے دھوئیں سے کپڑے ہی کالے ہوں گے مگر عطر فروش کی دکان پر چند منٹ قیام کرنے سے کپڑے معطر ہو جائیں گے اور وہ دوسروں کے مشام جان کو معطر کر دیں گے۔

اسی طرح جب انسان مقربین بارگاہ الہی کی صحبت اختیار کرتا ہے، ان کی

مجلسوں میں آتا جاتا ہے اور ان کی نگاہ کرم اس پر پڑتی رہتی ہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسے پاک لوگوں کی صحبت کی وجہ سے ان کے کمالات کا اثر اس انسان میں بفضلہ تعالیٰ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی ان کی طرح مظہر صفات الہیہ بن جاتا ہے اور اس میں بھی کن فیکونی صفتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اس کا سینہ کھل جاتا ہے۔ دل روشن ہو جاتا ہے۔ آنکھوں کے حجاب دور ہو جاتے ہیں اور یہ خواب بیداری میں کشف الہام کے ذریعے سے علم الہی پر مطلع ہو جاتا ہے اور آنے والے زمانے کے حالات پر آگاہ ہوتا ہے۔ تو اسکی آگاہی کے مطابق واقعات معرض وجود میں آتے ہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ توجہ فی الوقت ہوتی ہے اور انسان کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے۔ آقائے نامدار، فخر موجدات، رسول مختار، نبی معظم، رحمت عالم، خاتم المرسل، ہادی سبل، محبوب الہ، نور من نور اللہ سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نگاہ کرم کی برکت سے صحابہ کرام علوم الہیہ کے ایسے عالم ہو گئے کہ رہتی دنیا تک ان کے علم و عرفان کے سمندر سے مخلوق خدا فیضیاب ہوتی رہے گی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا سی توجہ سے چشم زدن میں ان کے سینے علم لدنی کے گنجینے بن گئے۔ اور ان پر مشاہدات کے وہ دروازے کھلے کہ شاید اب کسی پر نہ کھل سکیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے چشم زدن میں انہوں نے وہ منزلیں طے کر لیں کہ ساہا سال کے مجاہدات و ریاضات سے بھی وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے اور خاص خاص صحابہ رضی اللہ عنہم مجلس میں موجود تھے۔ معرفت الہیہ کے خاص مسائل بیان ہو رہے تھے۔ دوران گفتگو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَاَلِدِهِ
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ -

ترجمہ: ”تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی اولاد و والدین

سے بڑھ کر مجھے محبوب نہ جانے۔“

ایک حدیث میں نفسہ کا لفظ بھی آیا ہے یعنی اپنے نفس (ذات) سے بڑھ کر محبوب خیال نہ کرے۔ اس مجلس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑھ کر محبوب تو رکھتا ہوں مگر اپنے نفس سے محبوب نہیں رکھتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر خاص توجہ فرمائی تاکہ وہ مذکورہ حدیث شریف کا مفہوم سمجھیں اور مقام رسالت سے کما حقہ آگاہ ہوں۔ یہ توجہ باطنی طور پر فرمائی گئی۔ اور قلب اطہر سے ایک نورانی شعاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر پھینکی گئی۔ شعاع کے پڑتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل منور ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات سے محبوب سمجھنے کا راز سمجھ میں آ گیا۔ فوراً پکارا اٹھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میں آپ کو دنیا و مافیہا سے بڑھ کر محبوب جانتا ہوں۔

☆ اقبال رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

قوت قلب و جگر گرد و نبی

از خدا محبوب تر گرد و نبی

ایمان والوں کی نشانی تو یہ ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ اور اہل محبت کی پہچان یہ ہے کہ وہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ سے بھی زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہی سے خدا کی محبت حاصل ہوگی۔ حضور علیہ السلام کی محبت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی محبت کا دل میں پیدا ہونا ناممکن ہے۔

☆ ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

”فرمادیتے ہیں“ اگر تم اللہ کو دوست رکھنے والے ہو تو میری اتباع کرو اس طرح اللہ تمہیں

(پارہ ۳ سورہ آل عمران: آیت ۳۱)

محبوب بنا لے گا۔

قلائد الجواہر میں جو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب میں نہایت معتبر کتاب

ہے۔ اس میں شیخ الشیوخ حضرت خواجہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب واقعہ درج ہے۔

☆ حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

”ایک مرتبہ مجھے میرے چچا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت عالیہ میں لے گئے اور عرض کیا کہ یہ میرا بھتیجا ہے علم کلام میں مشغول رہتا ہے۔ میں نے ایسا کرنے سے کئی دفعہ منع کیا مگر یہ نہیں مانتا فرمایا عمر (رحمۃ اللہ علیہ) تم نے علم کلام کی کون کون سی کتاب پڑھی ہے۔ میں نے عرض کیا فلاں فلاں۔ آپ نے میرے سینے پر اپنا دست مبارک پھیرا تو مجھے ان کتابوں میں سے کسی کا ایک لفظ بھی یاد نہ رہا۔ میرے دل سے علم کلام کے تمام مسائل نسیا منسیا ہو گئے۔ مگر اسی وقت اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں علم لدنی بھر دیا۔ جب میں آپ کے آستانہ سے روانہ ہوا تو علم لدنی میری زبان سے جاری تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم عراق کے آخر مشاہیر سے ہو۔“

”ہفتاد اولیاء“ میں لکھا ہے کہ شیخ الشیوخ حضرت خواجہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک فلسفی خلیفہ بغداد کے مصاحبوں میں شامل ہو گیا۔ اس فلسفی نے ایک کتاب لکھی تھی اور اسی کتاب کی وجہ سے اسے درباریوں میں ایک خاص مقام دیا گیا تھا۔ ایک دفعہ کچھ لوگوں نے حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ فلسفی کے نظریات و عقائد فلسفیانہ ہیں۔ اندیشہ ہے کہ یہ کہیں خلیفہ وقت کو گمراہ نہ کر دے اور پھر یہ گمراہی عوام کی خرابی کا باعث بن جائے۔ آپ اصلاح احوال کی طرف توجہ فرمائیے، حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حالات سے بے خبر نہیں ہوں۔ مجھے خود اسکی فکر ہے۔ ان شاء اللہ وقت آنے پر یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

ایک روز حضرت شیخ الشیوخ رضی اللہ عنہ دولت سرائے میں بیٹھے بیٹھے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور خلیفہ بغداد کے محل کی طرف روانہ ہو گئے اس وقت خلیفہ اور فلسفی محل کے ایک خاص کمرے میں بیٹھے ایک فلسفیانہ مسئلہ پر بات چیت کر رہے تھے۔ حضور محل میں داخل

ہو کر سیدھے اسی خاص کمرے میں پہنچ گئے۔ خلیفہ اور فلسفی حضرت کی اچانک آمد سے حیرت میں پڑ گئے۔ اور احتراماً کھڑے ہو گئے۔ حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تو وہ بھی بیٹھ گئے۔ کچھ دیر سکوت کا عالم رہا اور پھر حضرت نے فرمایا آپ خاموش کیوں ہیں؟ میں تو آپ کی باتیں سننے آیا ہوں۔ خلیفہ اور فلسفی نے ٹالنے کی کوشش کی۔ مگر حضور کے اصرار پر فلسفی نے کہا میں خلیفہ کے سامنے فلسفہ کا ایک مسئلہ بیان کر رہا تھا۔ اور انہیں بتا رہا تھا کہ حرکت تین قسم کی ہے۔ اول حرکت طبعی، دوم حرکت ارادی، اور سوم حرکت قصری۔ یہ آسمان حرکت طبعی کی وجہ سے متحرک ہے۔ اس کی حرکت نہ قصری ہے نہ ارادی۔ حضرت نے فرمایا غلط ہے۔ آسمان حرکت قصری میں ہے اور کسی کے حرکت دینے سے متحرک ہے۔ آپ نے اس کے ثبوت میں سرور عالم حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پیش فرمائی۔ فلسفی حدیث سن کر ازراہ تمسخر ہنسا اور کہنے لگا کہ یہاں حدیث کا کیا کام یہ تو فلسفہ کا مسئلہ ہے۔ کوئی فلسفیانہ دلیل پیش کریں۔ حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ اس فلسفی کی اس حرکت سے جذبے میں آ گئے اور نہایت جوش کے عالم میں خلیفہ اور فلسفی کا ہاتھ پکڑ کر انہیں کھینچتے ہوئے کمرے سے باہر صحن میں لے آئے۔ اور باگاہ رب العزت میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی۔ ”اے خدائے بزرگ و برتر ان دونوں کو ان راز ہائے سر بستہ سے آگاہ فرما کہ جو تو اپنے خاص بندوں پر مشکف فرمایا کرتا ہے۔“ اس دعا کے ساتھ ہی خلیفہ اور فلسفی کی نگاہوں سے تمام حجاب اٹھ گئے اور ان دونوں نے ان کے وقت کھلی آنکھوں سے یہ دیکھا کہ آسمان کو فرشتے حرکت دے رہے ہیں۔ جب عین الیقین کے درجہ پر فائز ہوئے تو پتہ چلا کہ آسمان حرکت قصری کی وجہ سے متحرک ہے۔ اور شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا تھا وہی درست ہے۔ یہ ہے مقرب بارگاہ صمدیت کی کرامت کہ اس کی توجہ کی برکت سے رب تعالیٰ نے خلیفہ اور فلسفی کو وہ مقام عطا کر دیا جو سالہا سال کی عبادت و ریاضت کے بعد بھی حاصل ہونا مشکل ہے۔

حقیقت کشف

کشف کے لغوی معنی کشادہ اور برہنہ کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں

بغیر ظاہری و باطنی واسطہ کے محض فیضان الہی کے واسطہ سے کسی امر کے منکشف ہو جانے کو کشف کہتے ہیں۔

حدیث نبوی میں اسے فراست سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اتَّقُوا مِنْ فِرَاسَتِ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ -

ترجمہ: ”مومن کی فراست (دانائی) سے ڈرو تحقیق وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

یہاں مومن سے مراد ولی کامل ہے۔ جو حقیقتاً مکمل ایمان رکھتا ہے۔ اور مکمل

ایمان والے ہی اللہ کے ولی ہوتے ہیں۔

إِنَّ وَلِيَّ الدِّينِ آمَنُوا -

کتاب ”معارف و طریقت“ میں کشف کی مندرجہ ذیل چار قسمیں ہیں:

(۱) کشف کوئی (۲) کشف الہی (۳) کشف ایمانی (۴) کشف عقلی

(۱) کشف کوئی

کائنات کے مادی حالات سے بعض کا انکشاف ہو جانا کشف کوئی ہے۔ یہ کشف عبادت و ریاضت بدنی کا نتیجہ ہے۔ اعمال و صالح کی برکت سے عالم رویا (خواب) اور مراقبہ رو پذیر ہوتا ہے اس کا تعلق زیادہ تر تزکیہ نفس سے ہے۔ نفس جتنا آلاش دنیا سے صاف اور صقیل ہوگا اتنا ہی کائنات کے مادی حالات بذریعہ کشف معلوم ہوں گے۔

نفس کیا ہے؟ اور اس کا تزکیہ (صفائی) کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟ اس کے متعلق عارف باللہ حضرت شیخ خواجہ مخدوم علی بن عثمان الہجوری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ اللہ سرہ العزیز اپنی کتاب ”کشف المحجوب“ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ”جاننا چاہئے کہ نفس لغت کی رو سے کسی کا وجود اور اس کی حقیقت و ذات ہے اور لوگوں کی عبادت و عادات جاریہ میں مختلف و متضاد و معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک گروہ کے نزدیک روح کے معنی ہیں اور دوسرے کے نزدیک مروت کے معنی ہیں۔ تیسرے کے

نزدیک جسم کے معنی ہیں۔ اور چوتھے گروہ کے نزدیک خون کے معنی میں آتا ہے، لیکن جماعت صوفیہ کے محققین کے نزدیک اس لفظ سے ان مذکورہ معانی میں سے کوئی معنی بھی مراد نہیں۔ اور وہ اس حقیقت میں سب موافق ہیں کہ یہ (نفس) شرکاً منبع اور برائی کا رہنما ہے۔ لیکن ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ ایک عین چیز ہے جو جسم میں ایسے ہی ودیعت کی گئی ہے جیسے روح۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ زندگی کی طرح جسم کی ایک صفت ہے۔ اور اس بات پر سب متفق ہیں۔ کہ کمینے اخلاق اور برے افعال کا اطہار اسی کے سبب ہوتا ہے۔ کیونکہ نفس محل شر ہے جو ردی اوصاف، تکبر، بخل، کینہ، غصہ وغیرہ باطن میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ ظاہر کے اچھے اوصاف سے پاک ہو جاتے ہیں اور جو بدفعال ظاہر میں پیدا ہوتے ہیں وہ باطن کے پسندیدہ اوصاف سے دور ہو جاتے ہیں۔“

کشف المحجوب کی اس عبارت سے نفس کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ اور یہ پتہ بھی چل گیا کہ نفس کی صفائی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ انسان کو چاہئے کہ ظاہر و باطن اچھے اور پسندیدہ اوصاف و افعال اختیار کرے تاکہ خفی اور جلی برائیاں دور ہوں اور تزکیہ نفس حاصل ہو، تزکیہ نفس کا ایک طریقہ اس کی خواہشات کی مخالفت ہے۔

☆..... حضرت داتا گنج بخش شیخ مخدوم خواجہ علی البجوری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”نفس کی مخالفت تمام عبادات کا اصل اور مجاہدات کا کمال ہے۔ اور بندہ مخالفت نفس کے بغیر حق تعالیٰ کی طرف راہ نہیں پاتا۔ نفس کی موافقت بندہ کی ہلاکت اور اس کی مخالفت بندہ کی نجات کا باعث ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے نفس کے خلاف کوشش کرنے والوں کی تعریف اور اس کی موافقت کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ -

”جس نے نفس کو خواہشات سے باز رکھا۔ پس اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔“

(پارہ ۳۰ سورۃ التّٰرٰط: آیت ۴۱، ۴۰)

اَفْكَكَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ اَنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ۔

”پس جب کبھی تمہارے پاس رسول وہ احکام لے کر آیا جن کو تمہارے نفس نہ چاہتے تھے تو تم اکڑ بیٹھے۔“

(پارہ سورہ بقرہ: آیت ۸۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کرنا چاہتا ہے تو بَصْرَةً بَعِيُوبٍ نَفْسِهِ اس کو نفس کے عیوب دکھا دیتا ہے۔ سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کر کے رب تعالیٰ نے فرمایا ”اے داؤد اپنے نفس سے عداوت رکھ فَاِنَّ وِدِّي فِي عَدَاوَتِهَا“ تحقیق میری محبت اس کی عداوت میں ہے۔

نفس کی مخالفت گویا مجاہدہ نفس ہے۔ اور نفس کے ساتھ جنگ کرنے والا بہت بڑا مجاہد ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نفس کے مجاہد کو جہاد اکبر فرمایا ہے۔

☆ ارشاد ہوتا ہے:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى جِهَادِ الْاَكْبَرِ۔

”ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ حضور جہاد اکبر کیا ہے۔ قَالَ الْاَوْحَىٰ مُجَاهِدَةُ النَّفْسِ فرمایا، خبردار وہ مجاہدہ نفس ہے۔

☆ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”رسول اللہ ﷺ نے مجاہدہ نفس کو جہاد پر فضیلت دی ہے۔ اس لئے کہ اس کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ جہاد خواہش نفس کو مٹانا ہے اور مجاہدہ اس کا مغلوب کرنا ہے۔ جب محققین نے مجاہدات کا اثبات کیا ہے اور ان کو مشاہدہ کے اسباب بتایا ہے۔

الْمَشَاهِدَاتُ مَوَارِثُ الْمُجَاهِدَاتِ۔

”مشاہدے مجاہدوں کی میراثیں ہیں یعنی نتائج ہیں۔“

پس معلوم ہوا کہ جو مجاہدہ نفس میں زیادہ تیز ہوگا اور عبادات و ریاضات کے ذریعے سے جس کا نفس آلاش دنیا سے جتنا صاف و صیقل ہوگا۔ اتنا ہی اسے کائنات کے

مادی حالات بذریعہ کشف معلوم ہوں گے۔

مولانا مودودی صاحب تزکیہ نفس کے ان طریقوں کے جو صوفیائے کرام نے کتاب و سنت کی روشنی میں وضع کئے ہیں مخالفت کرتے ہیں۔ اور انہیں قرآن و حدیث سے ہٹے ہوئے قرار دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غیب پر ایمان پر مطمئن ہو گئے تھے۔ انہیں مشاہدے کی طلب نہ تھی۔ اس لئے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی کوشش نہیں کی تھی، آپ اپنی کتاب رسائل و مسائل میں کہتے ہیں۔

”اہل تصوف میں ایک مدت سے تزکیہ نفس کا جو مفہوم رائج کیا گیا ہے اور اس کے جو طریقے عام طور پر ان میں چل پڑے ہیں وہ قرآن و حدیث کی تعلیم سے بہت ہٹے ہوئے ہیں۔ صحابہ کرام نے تو عالم بالا کے معاملہ میں صرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اعتماد پر غیب کی ساری حقیقتوں کو مان لیا تھا۔ اس لئے صحابہ کرام کو مشاہدے کی طلب نہ تھی۔ نہ اس کے لئے انہوں نے کوئی سعی کی۔ وہ بجائے اس کے کہ پردے کے پیچھے جھانکنے کی کوشش کرتے۔ اپنی ساری قوتیں اس جدوجہد میں صرف کرتے تھے۔ کہ پہلے اپنے آپ کو پھر ساری دنیا کو خدائے واحد کا مطیع بنائیں.....“

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غیب کی تمام حقیقتوں کو اس طرح مان چکے تھے کہ انہیں مشاہدات کی قطعاً طلب نہ رہی، یا انہوں نے مشاہدات کی ضرورت نہ سمجھی۔ اس لئے انہوں نے کوئی ایسی کوشش نہیں کی کہ جس کا مقصد حصول مشاہدات ہونا۔ مولانا دراصل تزکیہ نفس اور اس کے طریقوں کی ضرورت نہیں سمجھتے، حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی مشاہدات کا انحصار تزکیہ نفس پر ہی تھا۔ اور تزکیہ نفس کے لئے انہوں نے وہی طریقے اختیار کئے جو کتاب و سنت کے مطابق تھے۔ اور اس طرح انہوں نے صرف غیب پر ایمان لانے پر ہی اکتفا نہیں کیا اور غیب کے پردوں کے پیچھے صرف جھانکنے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ وہ پردوں کو ہٹا کر بالکل اندر ہی داخل ہو گئے اور علم الیقین سے عین الیقین اور پھر حق الیقین کے درجہ پر فائز ہو گئے۔ ذیل کی حدیث نبوی

جو..... کشف المحجوب سے نقل کی جاتی ہے۔ سے مذکورہ الصدر خیال کی تائید ہوتی ہے۔

”حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا

کیف اصبحت یا حارثہ قال اصبحت مومنًا باللہ حقًا۔“

اے حارثہ تو نے صبح کیسے کی؟ عرض کیا کہ میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں اللہ پر سچا

ایمان رکھنے والا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حارثہ جو بات تو کہہ رہا ہے اس میں

غور کر، کیونکہ ہر ایک چیز کی کوئی حقیقت ہوتی ہے۔ پس بتا تیرے ایمان کی کیا حقیقت

ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ عَزَلْتُ نَفْسِي وَصَرَفْتُهَا عَنِ الدُّنْيَا میں نے اپنے نفس کو دنیا

سے الگ کر لیا۔ اور اس سے ہٹا لیا ہے۔ میرے نزدیک اس کے پتھر، سونا، چاندی اور

مٹی کا ڈھیلا سب برابر ہے۔ پس میں رات کو بیدار اور دن کو پیا سا رہا۔ یہاں تک کہ

میری یہ حالت ہو گئی کہ گویا میں اپنے رب کے عرش کو کھلم کھلا دیکھ رہا ہوں۔ اور اہل

جنت کو دیکھتا ہوں کہ وہ وہاں آپس میں ملاقات کر رہے ہیں اور اہل دوزخ کو دیکھتا

ہوں کہ وہ آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک دوسرے کو

شر مسار کر رہے ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عَرَفْتُ فَالْزِمُ تو نے اپنے رب کو

خوب پہچانا۔ پس اس ایمان اور عرفان کو اپنے اوپر لازم کر لے۔“

☆..... حضرت مولانا خواجہ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو مثنوی کے اول دفتر میں

پوری تفصیل سے نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب رسول اکرم، نور مجسم، صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم سے ان کے ایمان کی حقیقت دریافت فرمائی تو انہوں نے عرض

کیا کہ

گفت تشنه بودہ ام من روز ہا

شب تخفتم ز عیش و سوز ہا

گفت خلقاں، چوں بہ بیند آسماں

من بہ بینم عرش را باعرشیاں

ہفت جنت ، ہفت دوزخ پیش من
ہست پیدا ہچوبت پیش شمن
یک بیک دامی شناسم خلق را
ہچو گندم من ز جو در آسیا

”میں دن کو (بہ سبب روزہ کے) پیاسا رہا اور رات عشق الہی اور سوز محبت کی وجہ سے نہیں سویا اور شب بیدار رہا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح لوگ آسمان کو دیکھتے ہیں۔ اسی طرح میں عرش اور عرشوں کو دیکھ رہا ہوں۔ سات جنتیں اور دوزخیں میرے پاس اس طرح ہیں جیسے پجاری کے سامنے بت۔ میں جنتوں اور دوزخیوں کو اس طرح شناخت کر رہا ہوں کہ جس طرح گندم کو جو سے پہچانا جاتا ہے اور یہ میرے ایمان کی حقیقت ہے۔ یعنی میں ایمان کے اس درجے پر پہنچ چکا ہوں کہ جہاں غیر مشاہدہ میں تبدیل ہو چکا ہے۔“

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے تزکیہ نفس کے لئے دن کو روزہ رکھنا اور شب کو بیدار رہنا ضروری سمجھا اور نفس کو مجاہدہ میں ڈالا۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دن کے وقت ہوش اور بیداری میں انہوں نے عرش، ساکنان عرش، جنت، دوزخ اور وہاں کے رہنے والوں کو چشم سر سے دیکھا۔ یہی نہیں بلکہ جنتوں کو آپس میں ملاقات کرتے اور دوزخیوں کو آپس میں جھگڑتے اور ایک دوسرے کو شرمسار کرتے دیکھا۔ مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتماد پر غیب کی ساری حقیقتوں کو مان لیا تھا۔ اس لئے ان کو مشاہدے کی طلب نہ تھی۔“ کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان کا دعویٰ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں تصوف اور صوفیائے کرام سے بغض و اعداد ہے۔ کہ جس کی بنا پر ایسی باتیں لکھ گئے کہ جن کے ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی معقول دلیل نہیں۔

مودودی صاحب کا یہ کہنا بھی کس قدر غلط بیانی پر مبنی ہے کہ تزکیہ نفس کے لئے

اہل تصوف میں جو طریقے چل پڑے ہیں۔ وہ قرآن و حدیث کی تعلیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔ حالانکہ تزکیہ نفس کے لئے صوفیائے حضرات نے وہی طریقے اختیار فرمائے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اختیار کئے تھے۔ مولانا عبدالعلفی بحر العلوم نے بھی مذکورہ بالا حدیث کہ جس میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے مشاہدات کا ذکر ہے۔ شیخ الشیوخ حضرت خواجہ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ کی کتاب ”آداب ارشاد المریدین“ سے مثنوی کی شرح میں نقل کی ہے جس کا جی چاہے وہاں ملاحظہ کر لے۔

(۲) کشف الہی

ذات و صفات اسمائے الہیہ سے متعلق حقائق و معارف عالم ارواح و ملائکہ کا کشف، کشف قبور اور کشف قلوب، کشف الہی کے افراد ہیں۔ یہ کشف اشغال و اذکار باطنی کا ثمرہ ہے اور تصنیف قلب سے متعلق ہے۔

ذات باری کی کہنہ کو پہنچنا انسانی فہم و عقل کا کام نہیں اور ذات میں غور و فکر کرنا بھی درست نہیں۔ اس لئے وہ ذات بے مثل و بے عدیل ہے۔

☆..... حضرت خواجہ مصلح الدین سعدی شیرازی سہروردی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اے برتر از خیال و قیاس و گمان وہم
وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت بنایاں رسید عمر
ما بچنین در اول و صف تو ماندہ ایم

یعنی رب العزت کی ذات اقدس، خیال و قیاس و گمان وہم سے بالکل بالاتر ہے۔ اور انسان کے لئے حقیقت ذات معلوم کرنا امر محال ہے، البتہ صفات الہیہ پر غور و فکر کرنے سے اس کی ذات کی طرف نشان دہی ہوتی ہے اس لئے

تَفَكَّرُوا نَبِيَّ صِفَاتِهِ وَلَا تَفَكَّرُوا نَبِيَّ ذَاتِهِ -

”جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو جانا۔“

یعنی اس کی صفات میں غور کرو۔ اور اس کی ذات میں غور مت کرو کا حکم دیا گیا ہے، جوں جوں اس کی صفات پر غور کیا جائے گا۔ اس کی ذات کے متعلق یقین کامل تر ہوتا چلا جائے گا۔ یہی ذات کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے اپنے نفس (ذات) پر اس طرح غور کیا کہ یہ کس طرح عدم سے وجود میں آیا۔ یہ اپنی ساخت اور بناوٹ کے سلسلہ میں کن کن مراحل سے گزرا؟ اسے کیوں پیدا کیا گیا؟ اور اس کا انجام کیا ہوگا؟ ان سوالات کا جواب اسے اپنے وجود کے اندر ہی ملے گا۔ کوئی کہنے والا کہے گا کہ یہ عجائب و غرائب کا مجسمہ خود بخود معرض وجود میں نہیں آیا۔ اس کا کوئی بنانے والا ضرور ہے۔ اور یہی کوئی، خدا ہے جو نظر تو نہیں آتا۔ مگر اپنی بے پناہ صفات سے پہچانا ضرور جاتا ہے۔

☆..... خواجہ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انصال بے تکلیف بے قیاس

ہست رب الناس را باجان ناس

ذات و صفات سے گزر کر اسمائے الہیہ کا درجہ ہے اور پھر ان کے ظہورات، انوار اور مقتضیات کا پایہ ہے۔ ہر اسم نور و ظہور رکھتا ہے اور ہر اسم کے مقتضیات و آثار ہیں۔ اسمائے صفات کی معرفت کی شکل یہ ہے کہ ان کے معانی کے نتائج اور لوازم اس شرط کے ساتھ سمجھ لئے جائیں کہ حقیقی معنی مراد نہ ہوں۔ اسماء و افعال الہی کے حقیقی معنی تو اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہیں۔ مگر مخلوق اپنے خالق کو اس کی صفات سے ہی پہچان سکتی ہے اس لئے متعارف الفاظ ہی میں اس نے اپنی صفات و افعال کو ظاہر فرمایا ہے۔ تاکہ بندے الفاظ سے نتائج و لوازم اخذ کر کے اپنے معبود کو پہچان سکیں۔

کشف الہی میں ملائکہ کے انوار بھی نظر آیا کرتے ہیں اور کبھی کسی خاص جسمانیات کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ گئی رات گھر کے صحن میں قرآن حکیم کی تلاوت کر رہے تھے۔ اختتام پر جب آپ کی نظر اچانک اوپر کو اٹھی تو آپ

کو ایک نورانی سائبان فضا میں تپا ہوا دکھائی دیا۔ جس میں چھوٹے چھوٹے خوبصورت روشن چراغ نظر آتے تھے۔ صبح کو جب بارگاہ رسالت میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نورانی سائبان فرشتوں کے پر تھے جو انہوں نے فضا میں پھیلانے ہوئے تھے۔ اور جو روشن نظر آتے تھے۔ وہ فرشتوں کے چہرے تھے۔ فرمایا جہاں قرآن عزیز کی تلاوت ہوتی ہے فرشتے وہاں آتے ہیں کہ ”جس مقام پر قرآن حکیم پڑھا جاتا ہے فرشتے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آؤ تمہارا مقصود یہاں ہے“ اور یہی کیفیات ذکر الہی کی مجالس میں بھی معلوم ہوتی ہیں۔ بعض صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ذکر و فکر کے وقت بھینی بھینی خوشبو آنے لگتی ہے۔ یہ دربار رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے بشارت ہوتی ہے۔ جو فرشتوں کے ذریعے بھیجی جاتی ہے۔

☆ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

آئینہ - دل چوں شو و صافی و پاک
نقشہا بنی برون آرز اب و خاک

”جب اشغال و اذکار کے ذریعے سے دل کا آئینہ صاف اور صیقل ہو جاتا ہے تو اس میں ایسے نقش و نگار نظر آتے ہیں کہ جن کا آب و خاک و بار و نار سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔“

پانی کے کنارے کنارے اگر درخت اگے ہوئے ہوں اور پانی صاف و شفاف ہو تو ان درختوں کا پورا عکس پانی میں نظر آئے گا۔ اگر پانی گدلا اور میلا ہوگا تو باہر کی کسی چیز کا عکس اس میں دکھائی نہیں دے گا۔ اسی طرح جو شخص خدا کے ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے تو اس کا ذکر و فکر کا نور اس کے دل کو جلا بخش کر آئینہ کی طرح چمکدار بنا دیتا ہے۔ اور اس میں آلائش دنیا کا ذرہ بھر بھی اثر موجود نہیں رہتا۔ پھر جب اس کے سامنے کوئی شخص آتا ہے اور خواہشات دنیا اس کے دل میں موجود ہوتی ہیں تو وہی خواہشات اس کے صاف اور شفاف دل میں بطور عکس نظر آتی ہیں تو یہ آنے والے شخص کے حالات بغیر اس کے ذکر کے بتانا

شروع کر دیتا ہے۔ یہی کشف القلوب ہے اسی طرح عالم ارواح کا کشف ہوتا ہے کہ روہیں عالم مثال میں نظر آتی ہیں اور ہمکلام ہوتی ہیں۔

(۳) کشف ایمانی

خاص الہامات سے مشرف ہونا، ملائکہ سے مکالمہ، شب قدر اور عالم مثال میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملاقات، کشف ایمانی سے متعلق ہے۔ کشف ایمانی سے مراد یہ ہے کہ نور ایمان کے واسطے سے عالم غیب کا کوئی واقعہ متجلی ہو جائے۔ یہ کشف قوت ایمانی، یقین کامل اور اعتقاد و جازم کا نتیجہ ہوتا ہے اور تجلیات روحانی اور کمالات نبوت کے قرب کی دولت حاصل ہونے سے متعلق ہے۔ اسے جسے ایمانی طاقت، یقین کامل، اعتقاد راسخ زیادہ حاصل ہوگا اور جس کی روح زیادہ متجلی ہوگی اور جسے کمالات نبوت کا زیادہ قرب حاصل ہوگا اسے خاص الہامات سے نوازا جائے گا۔ وہ فرشتوں سے باتیں کرے گا۔ اسے شب قدر اور عالم مثال میں انبیاء اور اولیاء کی روحوں سے شرف ملاقات حاصل ہوگا۔

جاننا چاہئے کہ الہام کی دو قسمیں ہیں:

(۱) الہام عام (۲) الہام خاص

الہام عام سے ہر شخص مستفید ہوتا ہے یہ الہام تمام ذی روح میں نفوس کو پہنچتا ہے اور ان کے دلوں میں ارادے پیدا کرتا ہے۔ اس ارادے کا اطلاق فعل اور ترک فعل دونوں پر ہوتا ہے۔ الہام خاص وہ ہے کہ خدائے بزرگ و برتر بلا دخل فکر و اندیشہ اور بلا توسط حواس بندگان خاص کے قلوب پر القاء فرماتا ہے۔ ان کے ساز نفس سے یہ نعمات بے صورت منتشر ہونے لگتے ہیں۔ بعض اوقات خدائے تعالیٰ ملائکہ کے واسطے سے آواز و صوت کے ساتھ بھی اپنے اولیاء کو اپنا پیغام پہنچاتا ہے۔ اسے صدائے سروش بھی کہتے ہیں۔ اس صدائے سروش یا صدائے غیبی کا احساس سماعت سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اکثر یہ آوازیں گوش باطنی یعنی گوش دل سے سنی جاتی ہیں۔ گوش دل سے سننے سے مراد عالم استغراق میں یا مراقبہ

میں جب کہ ظاہری حواس ہو کر معطل ہو جائیں تو ایسے میں صدائے غیبی جب سنی جائے گی تو یہ گوش باطنی سے سننا ہوگا۔

☆ مولف کے شیخ طریقت مجدد تصوف حضرت خواجہ سید ابوالفیض قلندر علی شاہ قبلہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”الفقر فخری“ میں الہام کی تعریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

”کسی خیر اور اچھی بات کا بلا نظر و فکر اور بلا کسی سبب ظاہری کے من جانب اللہ قلب میں القاء ہونے کا نام ”الہام“ ہے۔ جو علم بہ طریقہ حواس ہو وہ ادراک حسی ہے۔ اور جو علم بغیر طور پر حس اور طور عقل من جانب اللہ بلا کسی سبب کے دل میں ڈالا جائے وہ الہام ہے۔ الہام محض موہبت ربانی ہے اور فراست ایمان جس کا حدیث میں ذکر آیا ہے۔ وہ من وجہ کسب ہے کشف اگرچہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے الہام عام ہے مگر کشف کا زیادہ تعلق امور حسیہ سے ہے۔ اور الہام کا تعلق امور قلبیہ سے ہے۔“

گزشتہ اوراق میں وحی کی اقسام کے ذکر کے دوران یہ بتایا گیا ہے کہ الہام بھی وحی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے جس سے اولیاء بھی سرفراز ہوتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں نبی اور غیر نبی کی وحی کے فرق کی بھی تفصیل سے وضاحت کی گئی ہے۔

☆ حضرت مجدد تصوف رحمۃ اللہ علیہ ”الفقر فخری“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”اصطلاح شریعت میں وحی اس کلام الہی کو کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ فرشتہ نبی کو بھیجا ہو۔ اور اس کو وحی نبوت بھی کہتے ہیں۔ جو انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر بذریعہ القافی القب ہو تو اس وحی کو الہام کہتے ہیں۔ جو اولیاء پر ہوتی ہے۔ وحی نبوت قطعی ہوتی ہے اور معصوم عن الخطا ہوتی ہے۔“

امت پر اس کا اتباع لازم ہوتا ہے۔ اور نبی پر اس کی تبلیغ فرض ہوتی ہے اور الہام ظنی ہوتا ہے اور معصوم عن الخطا نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرات انبیاء معصوم عن الخطا ہیں اور اولیاء معصوم نہیں۔ اسی وجہ سے الہام دوسروں پر حجت نہیں اور نہ الہام سے کوئی حکم شرعی ثابت ہو سکتا ہے۔ حتیٰ کہ استحباب بھی الہام سے ثابت نہیں ہوتا نیز علم احکام شرعیہ

بذریعہ وحی انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور غیر انبیاء پر جو الہام ہوتا ہے وہ از قسم بشارت یا از قسم تفہیم ہوتا ہے۔ احکام پر مشتمل نہیں ہوتا۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کو جو وحی الہام ہوئی وہ از قسم بشارت تھی۔ نہ کہ از قسم احکام اور بعض مرتبہ وحی الہام کسی حکم شرعی کی تفہیم اور افہام کے لئے ہوتی ہے۔“

قارئین کرام نے مسئلہ خواب اور اس کی قسموں کے مطالعہ کے دوران یہ معلوم کیا ہوگا کہ خواب مختلف الاقسام ہیں۔ مثلاً خواب صالحہ، خواب صادق اور خواب کاذب وغیرہ اسی طرح الہام کی بھی قسمیں ہیں مثلاً الہام فجور اور الہام تقویٰ وغیرہ۔

☆..... قرآن عزیز میں ارشاد بانی ہے:

فَالْهَمَّهَا فَجُورَهَا وَتَقْوَاهَا - (پارہ ۳۰ سورہ الشمس: آیت ۸)

☆..... حضرت مجدد تصوف سیدی و مرشدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”جس درجہ کا ایمان اور جس درجہ کی ولایت ہوگی اسی درجہ کا الہام ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ اگر میری امت میں کوئی محدث من اللہ ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے سو جاننا چاہیے کہ تحدیث من اللہ الہام کا ایک خاص مرتبہ ہے جو خاص اولیاء کو حاصل ہوتا ہے۔ جو ان کی زبان سے نکلتا ہے وہ حق ہوتا ہے اور صدق اور وحی خداوندی اس کی تصدیق کرتی ہے بلکہ خاص جل شانہ کی مشیت یہ ہوتی ہے کہ حق کا ظہور اور صدور اسی محدث من اللہ کی زبان سے ہو۔“

(۴) کشف عقلی

یہ کشف مسائل حکمت نظریہ اور علمیہ اور علوم طبیعیات و ریاضیات والہیات نیز ان کے مماثل انکشافات پر مشتمل ہوتا ہے۔

بعض احوال کا نور عقل سے معلوم کر لینا، کشف عقلی کہلاتا ہے۔ یہ ذکاوت ذہن اور قوائے شہوانیہ پر قوت عقلیہ کے استیلا کا اقتضاء ہے۔ یہ عقل کی صوابدید اور قوت فکر کے مطابق تہذیب و اخلاق سے متعلق ہے۔

تجلی

تجلی کے معنی انکشاف اور ظاہر ہو جانے کے ہیں۔ قلوب پر ہو یا چشم ظاہری پر جو انکشاف عالم غیب سے قلب پر ہوتا ہے اسے ”تجلی وجدانی“ کہتے ہیں۔ اور جو آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے اسے ”تجلی شہودی“ کہتے ہیں۔ ان میں ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔

جدانی کی قسمیں (۱) حالی (۲) کشفی

حالی

اگر غلبہ حال اور اس کی قوت، انکشافات کا سبب ہو جائے تو یہ تجلی حال ہے جیسے منصور علیہ الرحمۃ نے فرط شوق، کثرت طلب اور شدت شوق سے اپنے اندر تجلی حق دکھ کر اسے اپنا عین سمجھا۔ اور ”انا الحق“ کہہ اٹھا۔ اس حالت میں امر معلوم کا واقعہ کے مطابق ہونا ضروری نہیں۔ ممکن ہے مطابق ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ مطابق نہ ہو۔ مگر یہ صاحب حال اپنے قول میں صادق آتا ہے۔ کیونکہ اسے جو کچھ دکھلایا گیا ہے اس نے اسی کے ساتھ ادب کشفی کی۔

کشفی

تجلی کشفی میں غلبہ حال اور اس کی شدت، انکشاف کا سبب نہیں ہوتی بلکہ صفائے نفس اور جلانے قلب انکشاف حقیقت کا سبب بن جاتی ہے اور اصل واقعہ کہلاتی ہے جسے ہر ایک کوتاہ بین نہیں دیکھ سکتا۔

تجلی شہودی کی قسمیں (۱) نوری (۲) صوری

نوری تجلی

نوری تجلی وہ ہوگی کہ اس میں شکل و ہیئت نہ ہو اور نور خالص ظاہر ہو۔ یہ تجلیات

نورانیہ حسب استعداد طالبان حق پر مختلف اقسام اور متعدد رنگوں میں ظاہر ہوتی ہے۔

صوری تجلی

صوری تجلی وہ ہوگی جو شخصیات و تشکلات میں ہو۔ کسی شکل مخصوص یا شخص معین میں ہو یا مطلقاً شخصیات و تشکلات ہیں۔ (معارف و طریقت)

چند واقعات کشف

پہلا واقعہ

”قلائد الجواہر“ جس میں شہباز لامکانی، غوث صمدانی، محبوب سبحانی، حضور غوث اعظم ابو محمد، محی الدین، خواجہ سید عبدالقادر جیلانی، الگیلانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مستند حالات طیبہ و فضائل و مناقب درج ذیل ہیں میں لکھا ہے کہ

”۲۷ ذی الحجہ شریف ۵۲۳ھ میں بروز بدھ آپ قبرستان شونیز کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ اثناء زیارت میں آپ حضرت شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر تشریف لائے۔ یہاں آپ دیر تک ٹھہرے رہے۔ حتیٰ کہ آفتاب کی تپش زیادہ بڑھ گئی۔ واپس ہوئے تو چہرہ انور پر سرور نمایاں تھا۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ ۳۹۹ھ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ۱۵ شعبان کو جمعہ کے روز ہم لوگ شیخ موصوف (شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ جامع المصافہ میں نماز پڑھنے کی غرض سے بغداد سے نکلے۔ جب ہم یہود کے پل کے قریب پہنچے تو آپ نے مجھے پانی میں دھکیل دیا۔ اس وقت نہایت سردی کے دن تھے۔ جب آپ نے مجھے دھکیلا تو میں بِسْمِ اللّٰهِ نَوَيْتُ غُسْلَ الْجُمُعَةِ کہتا ہوا پانی میں کود پڑا۔ میں اس وقت صوف کا جبہ پہنے ہوا تھا۔ آپ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ مجھے اس وقت سردی سے تکلیف پہنچی۔ آپ کے بعض اصحاب نے پانی میں مجھے پھر دھکیلنا چاہا۔ آپ نے انہیں ڈانٹا اور فرمایا کہ میں نے تو امتحان کی غرض سے انہیں پانی میں دھکیلا تھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ پہاڑ کی طرح مضبوط آدمی ہیں۔“

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”میں نے قبر میں شیخ موصوف (شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ) کو جو اہر سے مرصع ایک نورانی حلہ پہنے، تاج یا قوتی سر پر رکھے۔ پیروں میں سونے کا نعلین دیئے ہوئے، ایک عمدہ صورت میں دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا یہ ایک ہاتھ صحیح اور ایک ہاتھ بیکار ہے۔ میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے اسی ہاتھ سے تمہیں پانی میں دھکیلا تھا۔ کیا مجھے تم اس کی معافی دے سکتے ہو؟ میں نے کہا میں آپ کو اس کی نسبت سے معافی دیتا ہوں۔ فرمایا اچھا میرے لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا مانگو کہ وہ میرے ہاتھ کو درست فرمادے۔ میں اسی لئے اتنی دیر تک کھڑا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہا۔ پانچ ہزار اولیاء اللہ میرے ساتھ دعا مانگ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرمائے۔ یہاں تک کہ اللہ کریم نے ان (شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ) کا ہاتھ درست کر دیا اسی ہاتھ سے آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔“

کشف القبور کے متعلق قارئین حضرات ”اذکار و اشغال“ کے باب میں تفصیلاً ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہاں ایک طریقہ تحریر کیا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز موثر ثابت ہوگا آپ اگر کسی صاحب مزار کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ تو مزار پر جا کر صاحب مزار کے سینے کے مقابل بیٹھ جائیے اور فاتحہ خوانی کیجئے۔ ایصالِ ثواب کے بعد مراقبہ کیجئے اور اپنے شیخ (پیر طریقت) کا تصور کیجئے۔ اس تصور میں پوری طرح کھو جائیے یہاں تک کہ غنودگی کی کیفیت طاری ہو جائے۔ خدا نے چاہا تو شیخ (جسے آپ تصور میں دیکھ رہے ہیں) سامنے سے ہٹ جائے گا اور اس کی جگہ صاحب مزار ہوگا۔

دوسرا واقعہ

☆..... اشرف علی تھانوی کی کتاب ”میلاد النبی علیہ السلام“ میں لکھا ہے کہ:

”سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ اپنی جوانی میں ایک بزرگ کی زیارت کو جا رہے تھے۔ ساتھ میں دو آدمی اور تھے۔ آپس میں گفتگو ہوئی۔ جس طرح راستہ طے کرنے والے دوستوں میں ہوا کرتی ہے کہ بھائی تم ان بزرگ کے پاس کس غرض سے جا رہے

ہو۔ ایک شخص نے تو کچھ دنیوی غرض بتائی کہ میں فراخی رزق کے لئے دعا کرانے جا رہا ہوں۔ دوسرے شخص نے جو ایک عالم تھا اور اس کا نام ابن السقاء تھا کہا میں ان بزرگ کا امتحان کرنے جا رہا ہوں کہ دیکھوں یہ خالی بزرگ ہی ہیں یا کچھ علم سے بھی متعلق ہے۔ میں ان سے ایسے پیچیدہ سوال کروں گا کہ جن کا جواب نہ بن پڑے گا۔ پھر حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے ان دونوں نے پوچھا کہ صاحبزادے! تم کس کام کے لئے جا رہے ہو۔ فرمایا میں تو صرف اس لئے جا رہا ہوں کہ یہ بزرگ اللہ کے مقبول بندے ہیں۔ شاید ان کی زیارت سے ہمارے نفس کی اصلاح ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ہمارے حال پر بھی فضل ہو جائے غرض تینوں کی نیت کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ اب یہ لوگ کچھ عرض بھی نہ کر پائے تھے کہ شیخ نے خود ہی سب کے سوالات کا جواب دے دیا۔ جو شخص دنیوی غرض سے آیا تھا اس سے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سونے چاندی کے ڈھیر تیرے پیروں کے نیچے ہوں گے (گویا اس کا مقصد پورا ہو گیا) ابن السقاء سے فرمایا کہ تیرا ایک سوال یہ ہے اور اس کا یہ جواب دوسرا سوال یہ ہے اس کا جواب سوالوں کے جواب تو یہ ہیں مگر تیرے چہرے پر آثار کفر نظر آ رہے ہیں اور میں وہ حالت دیکھ رہا ہوں جب کہ تو اسلام سے مرتد ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ شخص ایک مرتبہ خلیفہ وقت کی طرف سے ہرقل کے پاس کوئی پیغام لے کر گیا تھا۔ چونکہ بڑا عالم تھا اس لئے خلیفہ نے سفارت کے لئے اسے منتخب کر رکھا تھا۔ مگر اس نے ان بزرگ کے ساتھ گستاخی کی نیت کی تھی اس کے وبال میں ہرقل کے پاس جا کر اس کی کسی لڑکی پر فریفتہ ہو کر اس کے عشق میں نصرانی ہو گیا اور اسی حالت میں مرانعوذ باللہ منہ۔

اور حضرت عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات نظر آ رہی ہے کہ تم منبر بغداد

پر بیٹھے ہوئے ہو اور کہہ رہے ہو۔

قَدِمِيْ هَذِهِ عَلَي رِقَابِ كُلِّ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ -

”اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اولیاء اللہ کی گردنیں اس وقت جھک رہی ہیں۔“

☆ تھانوی یہاں تک لکھنے کے بعد تحریر کرتا ہے کہ:

”کتنا صحیح کشف تھا۔ کیونکہ یہ بات انہوں نے ایسے وقت فرمائی تھی کہ اس وقت حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بالکل بچے اور نوجوان تھے۔ اس کا کسی کو وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ کسی وقت اس درجے کو پہنچیں گے۔ مگر کشف بالکل صحیح تھا۔“

تیسرا واقعہ

☆ مولف شیخ طریقت امام السالکین حضرت خواجہ السید الحاج ابوالفیض صوفی خواجہ قلندر علی شاہ صاحب قبلہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ صحیفہ غوثیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مشہور واقعہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں بیان فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ) ایک مرتبہ خارقان کی سرحد پر تشریف لے گئے۔ اور بیٹھے بیٹھے فرمانے لگے کہ مجھے اس علاقہ (خارقان) سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے جو مجھ سے بعد پیدا ہوگا۔ دوستوں نے اس مرد خدا کے نشانات پوچھے، نام پوچھا۔ تو آپ نے نشانات من وعن بیان فرما کر اس کا نام ابوالحسن خرقانی فرمایا۔ چنانچہ وہ مرد خدا ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے تقریباً چالیس برس بعد خارقان میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے علم کے متعلق بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ ”یہ رمل و نجوم یا قیافیہ و حکمت نہ سمجھنا چاہئے۔ جس کی بنا پر بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ بلکہ یہ علم الہی تھا۔“

”حیات باقیہ“ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ قطب اقطاب حضرت خواجہ شیخ باقی باللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا اولیاء اللہ کو آنے والے زمانے کی خبریں کس طرح معلوم ہو جاتی ہیں؟ تو ارشاد فرمایا کہ

”ہرچہ میگویند بالہام حق سبحانہ و تعالیٰ یا بفرس کامل کہ ایشاں راحق سبحانہ و تعالیٰ عطا

کرده است دریافتہ حکم می کنند ائمہ مجتہدین از معانی قرآن نکات علوم شرعیہ استخراج کردند اولیاء اللہ حقائق و معارف از آل معانی فرار گرفتند، ہم دریں محل فرمودند کہ شخصے از حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم پرسید کہ شما از اہلبیت آل سرور صلی اللہ علیہ وسلم مستند از شما فریب تر دیگرے دبود؛ بشما چیزے گفتہ باشند کہ بہ دیگران از گفتہ اند فرمودند چنین نیست؛ آنچه بدیگران گفتہ اند۔ بما ہم گفتہ اند؛ آنچه بما گفتہ اند ہمہ گفتہ اند؛ اما ما را فہمے دور یافتے دادہ اند کہ دیگران را نہ دادہ اند۔ وایں بیت از مثنوی خواندند۔“

اہل دین از دور نامت بشنوند تا بقعر تار و پودت در روند

بلکہ پیش از زادن تو سالہا دیدہ باشندت تر ابا حالہا

ترجمہ: ”اولیاء اللہ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بناء پر کہتے ہیں یا اس دانائی کی بناء پر جو مولیٰ کریم نے انہیں عطا فرمائی ہے۔ حقیقت کو معلوم کر کے بیان کرتے ہیں ائمہ مجتہدین نے قرآن حکیم کے معانی سے علوم شرعیہ کی باریکیاں نکالیں۔ اور اولیاء اللہ نے ان معانی سے حقائق و معارف دریافت کئے۔ اس موقع پر فرمایا کہ ایک شخص نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا کہ آپ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں اور کوئی دوسرا آپ سے زیادہ ان کے قریب نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ آپ سے ارشاد فرمایا ہوگا وہ کسی دوسرے کو انہوں نے نہیں بتایا ہوگا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دوسروں کو بتایا وہ ہمیں بھی بتایا۔ اور جو کچھ ہم سے فرمایا وہ دوسروں سے بھی فرمایا۔ لیکن ہمیں جو فہم و ادراک دیا گیا ہے وہ دوسروں کو نہیں دیا گیا ہے۔“

اہل دین بہت دور دراز سے تیرا نام سنتے ہیں۔ یہاں تک کہ تیری حقیقتوں کی گہرائیوں تک چلے جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ تیری پیدائش سے سالہا سال قبل انہوں نے تیرا حال دیکھا ہوا ہوتا ہے۔ جو لوگ فی الوقت لوگوں کے روبرو بیان کرتے ہیں۔

اشغال و افکار

علم لدنی (علم الہی) کے حصول کے لئے اشغال و اذکار بھی ایک ذریعہ ہے۔ اس سلسلہ میں صوفیائے کرام نے ذکر و اذکار، اعمال اشغال بھی تجویز فرماتے ہیں جن پر اپنے شیخ یا کسی عامل کی اجازت کے بغیر عمل کرنا مفید نہ ہوگا۔ بعض اذکار و اعمال ایسے ہیں ان پر اپنی مرضی سے عمل کرنا سخت نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ اور یہ نقصان استعداد کی کمی اور غلط طریقہ اختیار کرنے سے ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کسی ذکر یا کسی عمل کو بطور چلہ یا وظیفہ عمل میں لانے سے پہلے کسی عامل کی اجازت حاصل کرے، تاکہ اس کی توجہ کی برکت سے خطرات نفسانیہ اور وساوس شیطان سے بفضلہ تعالیٰ محفوظ رہے۔ اور منزل مقصود پر پہنچ جائے۔ اشغال کے متعلق قارئین کرام آئندہ صفحات میں بعض مفید مطلب باتیں ملاحظہ کریں گے۔ یہاں ذیل میں چند اذکار مولف کے شیخ طریقت رحمہ اللہ کی کتاب ”الفقر فخری“ سے نقل کرتے جاتے ہیں:

(۱) تلاوت کلام اللہ

قرآن حکیم بہترین ذکر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے،

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ (پارہ ۱۴ سورہ حجر: آیت ۹)

اسکی تلاوت سب سے بہتر اور نہایت ضروری وظیفہ ہے۔ اس کی تلاوت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرف کلامی حاصل ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کروں تو قرآن کریم پڑھے۔ فجر کا وقت اس کی تلاوت کے لئے سب سے بہتر وقت ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ط (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل: آیت ۷۸)

”بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے نازل ہوتے ہیں۔“

یعنی نماز فجر میں رات کے فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے بھی

آجاتے ہیں۔

قرآن کریم کا پڑھنا عوام میں مختلف طریقوں سے رائج ہے۔ مگر صحیح طریقہ وہ ہے جو حفظ کر کے اور ترجمہ سمجھ کر نہایت غور و فکر سے پڑھا جائے۔ اور اس بات پر انتہائی سوچ بچار کو کام میں لایا جائے کہ ہمارے حکیم مطلق نے کیا تعلیم فرمائی ہے۔ قرآن کریم کے سمجھنے کے لئے ترجمہ وہ منتخب کرنا چاہئے جس سے مراد معنوی اور تاویلوں کا دخل نہ ہو ورنہ ایمان کا ضائع ہو جانا کوئی بعید نہ ہوگا۔ (العیاذ باللہ) فقیر کی دانست میں اکثر تراجم انہی نقائص کے حامل ہیں۔ اور حقیقت کے قریب ترجمہ حضرت اعلیٰ حضرت قبلہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو تلاوت کے وقت پیش نظر رکھنا چاہئے۔

اگر قرآن حکیم صحیح ترجمہ کے ساتھ غور و فکر سے پڑھا جائے اور اس میں تدبیر سے کام لیا جائے تو اس کے باطنی اسرار قاری پر منکشف ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اور انوار نظر آنے لگیں گے اور معرفت الہی کی منزلیں ان شاء اللہ طے ہونے لگیں گی۔

☆ اللہ کریم نے کفار کے حق میں فرمایا ہے:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا -

”لوگ قرآن میں تدبر (غور و فکر) کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر قفل پڑے

ہوئے ہیں۔“ (پارہ ۲۶ سورہ محمد: آیت ۲۴)

☆ تدبر کرنے والوں کے لئے ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط

”اور وہ جو لوگ ہم میں (خدا کی صفات اور آیات قدرت) میں کوشش کرتے ہیں

البتہ انہیں اپنا راستہ دکھاتے ہیں۔“ (پارہ ۲۱ سورہ العنکبوت: آیت ۶۹)

جو شخص یہ چاہے کہ اسے علم الہی حاصل ہو اور اس پر غیبی اسرار منکشف ہوں وہ

مذکورہ بالا قواعد کے تحت قرآن مجید کی تلاوت پابندی سے کرے۔ ان شاء اللہ الرحمن حسب دل خواہ کامیابی ہوگی۔

(۲) کلمات طیبات

اس سے مراد چھ کلمات طیبات ہیں۔ جو مسلمانوں میں معروف ہیں۔ جن کے ہر روز پڑھنے سے عامل شش جہات کی آفات و بلیات سے محفوظ رہتا ہے۔ پھر ان میں اول کلمہ توحید قاری کے دلوں کو نور اور آنکھوں کو سرور بخشتا ہے۔ بلکہ اصفیاء و اولیاء کے نزدیک معرفت الہی کا زینہ ہے۔ قاری کو چاہئے کہ ان چھ کلموں کو ملاحظہ معانی کے ساتھ نہایت ذوق و شوق الجانی اور خشوع و خضوع سے صحیح تلفظ میں ادا کرے۔ تاکہ ان کے برکات سے کما حقہ مستفید و مستفیض ہو سکے۔

(۳) درود شریف

ایک ایسا ذکر ہے کہ اس کو خود رب تعالیٰ اور اس کے فرشتوں نے اختیار کیا ہے۔ پس طالب حق کے لئے۔ اس سے بہتر ذکر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ درود خوانی میں اس کے اور اس کے فرشتوں کے ساتھ شریک ہوں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ درود شریف ہے یعنی سب سے افضل ذکر ہے۔ اس لئے کہ اذکار و نیک اعمال تو بارگاہِ صمدیت میں پیش ہوتے ہیں اور درود شریف بارگاہِ صمدیت کے علاوہ دربار رسالت میں بھی پیش ہوتا ہے۔ پس یہ افضل الذکر ہے۔

☆..... مولف کے شیخ طریقت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”درود شریف کا ورد کرنا نص قرآن سے ثابت ہے۔ جس کو تمام علماء صلحا امت نے وجوب کا درجہ دیا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ درود شریف کے بغیر کسی وظیفہ کی اجابت کسی دعا کی قبولیت اور کسی امر صالح میں برکت نہیں ہوتی۔ بلکہ باطنی کشود کار بغیر کسی درود شریف میں ایک امر محال ہے اولیاء کرام اور بزرگان انام کا تجربہ شاہد ہے

کہ جس قدر درود شریف میں کثرت کی جائے اتنی ہی جلد کشود کار اور مطلب برآری ہوتی ہے۔“

(۴) اسماء الحسنیٰ

یعنی رب العزت جل و علا شانہ کے ننانوے (۹۹) اسمائے مبارک کی تلاوت ہر روز بلکہ ہر نماز کے بعد ایک ایک بار یا صبح کے وقت تین بار کرنے سے بہت زیادہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ نفس و شیطان کی تسخیر اور ظاہری آفات و بلیات سے مامون و مصون رہنے کے لئے اس کو اہل اللہ نے سپر (ڈھال) فرمایا ہے۔ کسی اسم مبارک کو بطور عمل چلہ کشی کرنا بعض اوقات دیوانہ بنا دیتا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ رب العزت جل شانہ کے اسماء مبارک میں یہی تاثیر ہے کہ اپنے عامل کو پاگل بنا دے۔ بلکہ خود عامل ہی کی بے ڈھنگی تعلیم اور چل کشی اس کو اس حد تک پہنچا دیتی ہے جو عموم پاکیزگی میں بد پرہیزی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کو اپنی حقیقت کا نمونہ بنایا ہے اور اسے اپنی جلالی و جمالی صفتوں سے نواز کر سرفراز و ممتاز فرمایا ہے اور تمام نیکیوں اور سعادتوں کا منبع گردانا ہے اور اپنے نور سے منور کیا ہے۔ اس کے اندر لطائف ستہ پیدا فرمائے ہیں۔ ان لطائف کے فردا فردا ذکر سے چونکہ طوالت کا اندیشہ ہے۔ اور اختصار کرنے سے مطلب کی کما حقہ وضاحت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قارئین حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی اصل کتاب ”الفقر فخری“ کی طرف رجوع کریں اور لطائف ستہ نیز سلطان الاذکار کی حقیقت معلوم کریں۔ ذیل کے اذکار تفسیر حسینی سے اخذ کئے گئے ہیں:

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ -

کا دائمی ورد اسرار غیبی سے واقف کرتا ہے۔ اور ہر آفت سے بچاتا ہے۔

(۲) سورة یٰسین (پارہ ۲۲-۲۳)

۳۱ مرتبہ گلاب اور زعفران سے سفید کاغذ پر لکھ کر پینے سے دل میں نور حق پیدا ہو اور غیبی اسرار ظاہر ہوں۔

(۳) سورة محمد (پارہ ۲۶)

آب زم زم اور مشک سے لکھ کر پینے سے بفضلہ تعالیٰ عظمت و شان اور منصب عالی حاصل ہو اور قاری کے قول کو فروغ اور قبولیت کا درجہ نصیب ہو۔

(۴) سورة الملك (پارہ ۲۹)

یہ سورت ہر شب پڑھنے سے دولت دارین سے فائز المرام ہو۔ دل نور معرفت سے منور ہو۔ حقیقت کا دروازہ کشادہ ہو اور یاد حق سے کبھی غافل نہ ہو۔

(۵) سورة مزمل (پارہ ۲۰)

اگر اس کی روزانہ تلاوت جاری رکھے تو رسول اللہ ﷺ سے دیدار فیض آثار سے مشرف ہو۔

(۶) سورة النبأ (پارہ ۳۰)

اس کی تلاوت سے چشم بصارت اور نور دل کی افزونی ہو۔ امام ربانی شیخ الشیوخ شیخ خواجہ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سورہ کے پڑھنے والے پر علوم مرتبت کے سبب شمس و قمر رشک کرتے ہیں۔

(۷) سورة البروج (پارہ ۳۰)

روزانہ تین مرتبہ پڑھنے سے ستاروں کے بھید سے بخوبی واقفیت ہو۔

(۵) سورة القدر (پارہ ۳۰)

ہر روز ۲۱ مرتبہ پڑھنے سے دیدار باری تعالیٰ ہو، قبر مثل گلزار ہو، سوتے وقت پڑھنے سے دل وساوس سے پاک ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے وضو کے بعد تین مرتبہ اس سورہ

کے ورد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اذکار و اشغال کو بطور وظیفہ اختیار کرنے کے لئے چونکہ شیخ کامل کی رہنمائی کی ضرورت ہے اس لئے تذکرہ اشغال سے قبل بیعت کی اہمیت بیان کی جاتی ہے۔ رب تعالیٰ حق کہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

بیعت

علم لدنی کے حصول کا پہلا زینہ مرشد کامل کی بیعت ہے۔ جو مذہباً سنی، پابند شریعت اور صحیح المسلك ہو۔ اور کسی بزرگ کا مرید ہو۔ اور اسے رشد و ہدایت کے لئے اجازت و خلافت حاصل ہو۔

بیعت کا مطلب مرشد کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کرنا ہے۔ اور یہ بات متفق علیہ ہے کہ بغیر بیعت کے دل کی کھیتی میں معرفت و ہدایت کا بیج بویا نہیں جاسکتا۔ جب علم ظاہر بغیر استاد کے حاصل کرنا مشکل ہے تو باطنی علم جو معرفت الہی کا ذریعہ اور اشرف العلوم ہے بغیر مرشد رہنما اور استاد کے کیونکر حاصل ہو سکتا ہے؟

اس راہ پر چلنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک ایسے راہبر کے ساتھ چلے جو اسے راستہ کے تمام خطرات سے آگاہ کرتا رہے۔ اور صراط مستقیم سے بھٹکنے نہ دے۔ اور اقوال و افعال و احوال میں اسے شریعت مصطفویٰ کی طرف ترغیب دیتا رہے۔ طالب کو چاہئے کہ ہمیشہ با وضو رہنے کی کوشش کرے کیونکہ ظاہری پاکی باطنی پاکی کی دلیل ہے۔ ہر نماز تازہ وضو سے ادا کرے۔ اس لئے کہ نماز تمام عبادتوں کی اصل ہے۔ اور اکثر روزہ رکھے تاکہ بھوک و پیاس کی وجہ سے جو حرارت پیدا ہو۔ وہ اس چربی کو گداخت کر دے جو انواع و اقسام کی غذاؤں کے کھانے، کثرت سے سونے اور اللہ تعالیٰ سے غافل رہنے کی وجہ سے قلب ظاہر کے گرد جمع ہو گئی ہے۔ اور یہ کہ راتوں کو بالخصوص رات کے تیسرے حصے میں ضرور شب بیدار رہے۔ کہ ایسا کرنا مستحب ہے اور شب بیداری اس راہ کی اہم مہمات میں اصل الاصول ہے۔ رات کے آخری حصے میں طہارت وغیرہ سے فارغ ہو کر وضو

کرے۔ اور نماز تہجد (جس کی بارہ رکعتیں ہیں) اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین تین بار سورۃ اخلاص پڑھے۔ اور دو دو رکعت کی نیت باندھے۔ نماز سے فارغ ہو کر حضور قلب سے مناجات پڑھے اسی طرح روزانہ کرتا رہے۔ اور ظاہر و باطن حق سبحانہ و تعالیٰ کو سمیع، بصیر اور علیم جانے اور امیدار رہے کہ اللہ تعالیٰ کے انوار سمعی و بصیری اور تجلیات علمی و علام الغیوبی سے اس کا دل متجلی ہو۔ اور اس پر کشف و الہام کے دروازے کھل جائیں اور علم باطن سے لبریز ہو جائے۔ (از کشف القلوب)

وہ اشغال کہ جن کے استعمال سے استعداد باطن (باطنی قوت) موجود بالفعل ہو جاتی ہے اور تجلیات ربانی کا مشاہدہ اور علم باطنی کا ادراک و معائنہ ہونے لگتا ہے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جو حضرت خواجہ سید ابوالحسن احمد نوری قادری مارہروی اہم قلب بہ میاں صاحب قدس سرہ العزیز کی کتاب ”کشف القلوب“ سے مختصراً نقل کئے گئے ہیں۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس کسب (تصور شیخ) کو دیگر اکساب پر اس لئے تقدم (اولیت) حاصل ہے کہ یہ تمام کسبوں کا اصل الاصول ہے۔ مرید کو چاہئے کہ تکمیل و عقید و محبت کے بعد مشرد کی یاد سے کسی وقت غافل نہ ہو اور اکثر اوقات اس کا ذکر اچھے پیرائے میں کیا کرے اور جب موقع ملے پیر کے سامنے (اگر موجود ہو) دوزانوں بیٹھ کر اس کی صورت دیکھے۔ پھر یہ خیال کرے کہ قلب میرا میرے مرشد کے دل کے نیچے لب بلب ملا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فیضان الہی اور انوار عرفانی، پیران عظام کی ارواح طیبہ کے ذریعہ سے سلسلہ بسلسلہ قلب مرشد میں پہنچنے ہیں۔ وہی فیضان و انوار واسطہ قلب مرشد میرے قلب میں بھی اترتے ہیں۔ اور اس کی برکت سے میرے دل کی سیاہی دور ہوتی اور اس میں ذکر الہی کی محبت پیدا ہوتی ہے اور یقین زائد ہوتا ہے اور دل تذکیہ و تصفیہ پاتا ہے۔ اور سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر طرف سے بے تعلق ہو جاتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ مرید کی طرح تخیل میں خاموش بیٹھا ہوا ظاہری آنکھ سے پیر کی صورت دیکھتا رہے اور اگر خاموش بیٹھنے میں شیطانی خطرات دل میں آنے لگیں تو ان خطرات کو دفع

کرنے کے لئے دل کو ذکر اللہ اللہ میں مشغول کر دے اور مرشد کے دل کو فیضان و انوار الہی کا صرف ایک خاص توجہ کے ماتحت میرے حق میں دعا فرمائیں گے تو وہ میرے دل میں ان انوار و فیضان کے فائز ہونے کے باب میں قبول ہوں گی۔ اس لئے کہ پیر درحقیقت ان فیوض و انوار کا پہچاننے والا نہیں۔ اور نہ یہ فیوض و انوار اس کے قبضہ اختیار میں ہے۔ دراصل میرے قلب میں ان فیوض و انوار کا پہچاننے والا اللہ تعالیٰ ہے اور باقی سب محض آلہ و واسطہ ہیں۔

اور اگر مرشد نظروں سے غائب ہو یا اس جہاں سے رخصت ہو گیا ہو تو امور مذکورہ کے لزوم کے بعد کسی مقام پر تنہا بیٹھ کر آنکھیں بند کر لے۔ اور دوزانوں ہو کر شیخ کی صورت کا تصور کرے اور یہ سمجھے کہ اس کی صورت میرے سامنے موجود ہے اور یہ عقیدہ نہ کرے کہ وہ صورت حاضر و ناظر ہمارے ہر حال سے واقف ہے۔ ایسا تصور بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے جائز نہیں۔ بلکہ شرک ہے۔ جب تصور میں مرشد کی صورت آجائے تو پھر یہ تصور کرے کہ میرا قلب اس کے قلب سے ملا ہوا ہے وہ میرے قلب میں پہنچتے ہیں اور میرا دل ان فیوض و برکات سے کدورت نفسانی اور حواس شیطانی سے صاف ہوتا ہے اور اس میں ازیاد محبت الہی اور ماسوی اللہ سے بے تعلقی پیدا ہوتی ہے۔ یہ تصور خوب مضبوط جمائے اور جب غائب ہو جائے تو پھر جمالے اور اس میں خوب متوجہ ہو کر مداومت اختیار کرے ایسا کرنے سے فیضان الہی کی جو برکت اس کے قلب میں آئے گی اور مرشد کی توجہ کامل پڑے گی تو آئینہ قلب ملوثات دنیاوی سے صاف ہو جائے گا اور استعداد باطنی (باطنی قوت) موجود بالفعل ہو جائے گی اور اس کے ذریعے سے عالم باطنی کا ادراک ہونے لگے گا اور تجلیات ربانی اور مشاہدہ جمال الہی سے استفادہ ہوگا۔“

وہ انوار ابتداء میں چمک چمک کر غائب ہو جایا کریں گے اور پھر جب تصور برزخ شیخ پر زیادہ ربط کیا جائے گا تو وہ انوار ظاہر ہو کر ٹھہرا کریں گے۔ مگر تھوڑی دیر ٹھہر کر چھپ جایا کریں گے۔ پہلی مرتبہ جو انوار ظاہر ہوں گے ان کو لوا مع اور لوا مع کہتے ہیں

اور دوسری مرتبہ ظاہر ہونے والے انوار کو طوابع، جب تصور برزخ شیخ خوب پکا ہو کر جم جائے تو ان انوار کا غائب ہونا موقوف ہوگا اور ہر وقت متجلی رہیں گے۔

لوامع اور لوامح جن کی اوپر وضاحت کی گئی ہے یہ انوار وضو اور نماز کی برکت سے ظاہر ہوں گے جو انوار، چراغ، شمع، مشعل، قندیل اور مشکوٰۃ یا ان کی مثل ظاہر ہوں وہ ولایت شیخ با حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوں گے جو انوار چاند، سورج اور ستاروں کی مانند ظاہر ہوں وہ روحانیت کے انوار ہوں گے۔ جو سفید نور دائیں شانے سے ملا ہوا معلوم ہو کر اما کا تبیین کا نور ہوگا۔ جو نور دائیں طرف سے ظاہر ہو اور دائیں شانے سے علیحدہ ہو وہ مرشد کا نور ہوگا جو راہ باطن کا رفیق ہے۔ اور جو نور قبلہ کی سمت سے ظاہر ہو وہ نور روح پر فتوح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا جو راہ ظاہر و باطن میں سالک کا رہنما ہے۔ اور جو نور بائیں شانے سے ملا ہو وہ نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کا ہوگا۔ اور جو نور بائیں طرف سے بائیں شانے سے علیحدہ ظاہر ہو اور اس کے ظہور سے دل کو دہشت معلوم ہو تو وہ نور ابلیس لعین کا ہوگا اس پر لا حول پڑھے تاکہ وہ غائب ہو جائے اور جو نور بلا جہت و طرف ظاہر ہو۔ اور اس کے غائب ہو جانے کے بعد حضوری و فرحت قلب حاصل ہو تو وہ نور حضرت صمدیت یعنی اللہ تعالیٰ کا نور ہوگا۔ جو نور سینہ سے یا ناف سے آگ یا دھویں کے رنگ کی طرف ظاہر ہو وہ خناس کا نور ہوگا اور جو نور سفید زردی مائل ماہتاب کی طرف دل سے ظاہر ہو وہ دل کا نور ہوگا اور نور سفید شفات آفتاب کی مانند دل سے ظاہر ہو وہ روح کا نور ہوگا کہ دل میں متجلی ہے اور دل کا نور اسی سے روشن ہے۔

جب قوت باطنی مع حواس باطنی کھلنا شروع ہوگی تو سب سے پہلے باطنی آنکھ کھلے گی اور ایک روشنی سپیدہ صبح صادق کی طرح نظر آئے گی۔ جو پھیلنا شروع ہوگی یہاں تک کہ دن کی روشنی سے زیادہ پھیل کر منور معلوم ہوگی۔ اور یہ اشراق قلب ہے اس باطنی آنکھ کے ذریعہ سے سالک کو اپنے جسم کا اندرونی و بیرونی دکھائی دے گا۔ اور شیخ کی صورت میں مثالی جو تصور میں جمائی تھی اس وقت بہت اچھی کیفیت کے ساتھ دکھائی دے گی۔ یہاں تک کہ

اس کی اپنی صورت مرشد کی صورت میں متمثل ہو کر مشاہدہ کرنے لگے گی اور جو انوار قلب مرشد کے ذریعے سے اس کے دل میں فائز ہوتے تھے وہ بھی نور کے فوارے یا شعاع آفتاب کی طرح بارش کے قطروں یا نسیم سحری کی مانند پہنچتے ہوئے معلوم ہوں گے۔ بعد ازاں طرح طرح کے رنگ اور انوار ظاہر ہوں گے اور پھر مرشد کی صورت جو مکشوف ہوئی ہے رفتہ رفتہ مرید سے متکلم ہوگی اور کلام اس کا سنائی دے گا اور اس وقت قوت سماعت باطنی بھی کھل جائے گی۔

اہل قبور سے فیض حاصل کرنا

علم باطنی کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ اہل قبور سے توجہ لینے کا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ قبر مرشد کی ہے یا کسی اور کی۔ اس کا طریقہ وہی ہے جو تصور برزخ شیخ میں ذکر ہوا ہے۔ صورت اس کی یہ ہے کہ قبلہ کی طرف پشت اور صاحب مزار کی سمت اس کے سینہ کے مقابل منہ کر کے دو زانو یا جہار زانو ہو کر بیٹھے۔ اپنی آنکھوں کو بند کر لے اور دل کو تمام خطرات سے خالی کر کے یہ تصور کرے کہ میرا دل صاحب قبر کی روح جو آفتاب کی طرح روشن ہے کے نیچے اس سے ملا ہوا ہے اور جو فیضان و برکات الہی اس روح کو حاصل ہیں وہ اس کے ذریعہ سے میرے دل میں بارش کے قطروں یا نسیم سحری کی طرح پہنچ رہی ہیں۔ اور میرا دل ان فیوض و برکات کے اثر سے دنیاوی کدورتوں، نفسانی وسوسوں اور شیطانی حوا جس سے صاف ہوتا ہے اور یاد خدا کی محبت اس میں سماتی ہے اس تصور میں بیٹھا رہے اگر خاموش رہنے میں لغو اور باطل خیالات آنے لگیں تو اللہ اللہ کا ذکر کرے تاکہ یہ خطرات دور ہوں اس تخیل میں ایسا غرق ہو جائے کہ کسی چیز کی خبر نہ رہے اس عمل کو چند روز تک کرتا رہے۔ ان شاء اللہ مراد حاصل ہوگی۔

حضرت خواجہ سید ابوالحسن احمد نوری قادری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ ”کشف القلوب“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”اگر وہ روح (صاحب مزار کی) بانسبت ہوگی تو فیضان و برکات اس سے منتقل ہو کر طالب کے دل پر فائز ہوں گے۔ اور زندہ انسان کی توجہ دینے کی طرح

کیفیات پیدا ہوں گی اگر روح قادری نسبت رکھتی ہے تو اس کے فیضان سے گلاب کے پھول کی خوشبو پیدا ہوگی، عروج باطن حاصل ہوگا اور ملا اعلیٰ کی طرف روح کی پرواز میں ترقی ہوگی۔ اور انوار مکشوف ہوں گے اور اگر وہ روح نسبت چشتیہ سے فیضان ہوگی تو اس کے فیضان سے کباب کی سی بو محسوس ہوگی اور ذوق و شوق پایا جائے گا۔ دل پر حرارت پہنچے گی آہ و نعرے سرزد ہوں گے اور کبھی رونا آئے گا اور کبھی ہنسی آئے گی۔ اور اگر اس روح کو سہروردی نسبت حاصل ہے تو کیفیات محویات طاری ہوں گی۔ سکوت پیدا ہوگا اور اس (روح) سے نسیم سحری کی طرف فیض طالب کے دل پر پہنچے گا۔ اور اگر وہ روح نسبت نقشبندیہ ابوالعالیہ سے متعلق ہوگی تو اس کی کیفیتیں نقشبندیہ اور چشتیہ کے درمیان پائی جائیں گی۔ اور فیض باطنی کے طالب کے دل میں اس کی استعداد کے مطابق آنے لگے گا۔ جب وہ فیض آنے لگے گا تو پہلے دل کو ایک حرارت سی پہنچے گی اور ایک گونہ خوشی، بشارت اور فرحت قلب میں پیدا ہوگی۔ اور ذول چاہے گا کہ اسی طرح توجہ ملتی رہے۔ اور استعداد باطنی (باطنی قوت) موجود بلفعل ہو کر توجہ لینے والے کا آئینہ قلب ایسا صاف ہو جائے گا کہ اس میں ملک ملکوت، جبروت و لاہوت کو مطالعہ کرنے لگے گا۔ اور اگر وہ روح نسبت نہ رکھتی ہوگی تو اس سے فیضان و برکات منتقل نہ ہوں گی بلکہ قلب پر ایک خلجان پیدا ہوگا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صاحب مزار بانسبت تو ہوتا ہے مگر سالک کو اس کا فیض منتقل نہیں ہوتا۔ اس کے بہت سے اسباب ہیں یہ نکات سالک کو عند الکسب و مجاہدہ مرشدوں سے معلوم ہو جائیں گے یہاں اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔“

ذکر کشف الروح

جو اوپر بیان ہو چکا ہے یہی طریقہ کشف الروح کا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں جلسہ مذکور کے قاعدہ کے بعد پہلے اکیس باریا رَبُّ پڑھ کر یَا رُوْحِ الرُّوْحِ کی ضرب دل پر اور یَا رُوْحِ مَا شَاءَ اللّٰہِ آسمان کی طرف سر کو اونچا کر کے مارے اسی طرح پے در پے نزول و عروج کے ساتھ ایک ضرب کو دوسری ضرب کے ساتھ دونوں ضربوں کو پانچ سو بار لگائے۔

پھر قلب کو جمیع خطرات و وساوس سے خالی کر کے روح سے ربط دے تو روح اپنی کیفیات کے ساتھ مکشوف ہوگی۔

ذکر کشف قلب

کشف قلب کا ذکر اس طرح پر کیا جائے کہ سالک مربع بیٹھے۔ اور دونوں ہاتھ زانوؤں پر رکھے آنکھیں بند کر کے ان تین الفاظ ہا ہوہی کا ورد اس طرح شروع کرے کہ ہا کی ضرب جہر سے دل پر مارے۔ اور ہو کی ضرب جہر سے سر پر مارے۔ اور ہی کی جہر سے ناف پر ضرب لگائے۔ پھر اسی طرح ہی کی ضرب ناف پر، ہو کی ضرب سر پر، اور ہا کی ضرب دل پر مارے۔ پھر اسی طرح ہا کی ضرب دل پر، ہو کی ضرب سر پر اور ہی کی ضرب ناف پر مارے۔ اسی طرح پے در پے عروج و نزول کے ساتھ یہ عمل روزانہ کرتا رہے۔ ان شاء اللہ قلب کھل جائے گا۔

مراقبہ

مولف کے شیخ طریقت، عالم علم الہی، مجدد تصوف، اعلیٰ حضرت امام السالکین الحاج حضرت خواجہ ابوالفیض سید قلندر علی شاہ قبلہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”الفقر فخری“ میں مراقبہ کے متعلق پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ ذیل میں اسی طویل تحریر کا صرف خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

مراقبہ کے معنی ہیں انتظار کرنا، مگر اعمال تصوف یا اصطلاح فقراء میں گردن جھکا کر قلبی کوائف کے منتظر ہونے کا نام ہے بعض محققین نے اس کے معنی ایک دوسرے کو دیکھنے کے بھی کئے ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ -

”یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طور پر کہ گویا تو اس کو دیکھتا ہے۔ پس اگر تجھ کو اس کے

دیکھ سکنے والی بات اور منزل حاصل نہ ہو تو اتنا ہی سمجھ کہ وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔“

اس حدیث میں پہلا مقام (کہ تو اس کو دیکھتا ہے) مشاہدہ ہے اور دوسرا مقام مراقبہ پس درویش کو ہر وقت اسی کیفیت میں رہنا چاہئے۔ کہ خدا مجھ کو دیکھتا ہے اور دوسرا مراقبہ پس درویش کو ہر وقت اسی کیفیت میں رہنا چاہئے۔ کہ خدا مجھ کو دیکھتا ہے اور میں اسکو دیکھتا ہوں اگر اس حالت میں ہمیشگی نہ ہو سکے تو عبادت کے مواقعات پر تو پابندی لازمی ہونی چاہئے۔ کیونکہ ہر نماز و ذکر سے فارغ ہو کر مراقبہ کرنا درویش کی حقیقی فلاح کا موجب بن جاتا ہے۔ خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراقبہ کے طریق میں کوشش کرنے سے ملک ملکوت کے تصرف کرنے کے مرتبے تک پہنچ سکتے ہیں اور دلوں پر جھانکنا، مہربانی کی نگاہ سے دیکھنا، باطن کو روشن کر دینا۔ صرف مراقبہ کا کام ہے ہمیشہ مراقبہ کرنے سے تسلی خاطر اور دلوں کا قبول کرنا حاصل ہوا کرتا ہے۔

بعض حضرات نقشبندیہ فرماتے ہیں کہ اصل مراقبہ یہ ہے کہ طالب اپنے آپ کو عاجز اور محتاج سمجھ کر اس کی فیاض بارگاہ سے فیض کا انتظار کرے اور کسی لطیفہ پر آتا ہو اس کو خیال کرے اور نگاہ دل کی ٹکٹکی ایسی بندھ جائے کہ جیسے بلی چوہے کے انتظار میں اس کے بل پر بغیر حس و حرکت بیٹھی ہے یا بگلا پانی کے کنارے مچھلی کے تصور میں ایسا محو و سہو ہو کر بیٹھتا ہے کہ اس کے جسم کی حرکت تو درکنار اسکی مڑگاں کو بھی جنبش نہیں ہوتی اور نگاہ تک نہیں ہٹتی۔ اس مراقبہ کے لئے وہ یہ طریق ذکر کرتے ہیں کہ اول اپنے قلب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے روبرو خیال کر کے بارگاہ الہی میں التجا کرے کہ الہ العالمین تیری تجلانی افعال کا فیض جو قلب مبارک حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت آدم علیہ السلام کے قلب میں پہنچا۔ وہ اس عاجز کے قلب میں بھی پہنچا اور اسی انتظار میں محو ہو جائے بفضلہ تعالیٰ مراقبہ پر یہ حالت طاری ہوگئی کہ وہ اپنے اوپر تمام جہان کے افعال کو اسی واحدہ لاشریک کا فعل جاننے لگے گا اور ماسوی اللہ کی محبت کا کوئی خطرہ بھی دل میں نہ آئے گا۔

قادری حضرات فرماتے ہیں کہ کوئی ایک آیت قرآنی یا اسم الحسنی سے کوئی اسم سامنے رکھ کر زبان تصور سے پڑھے اور اس کے معنی کی طرف متوجہ ہو اور اس آیت و اسم کے

مفہوم میں اس طرح مستغرق ہو کہ وہی حالت اس کے قلب پر ایسی طاری ہو کہ وہ خود معنی بن جائے اور اپنی خبر بھی نہ رہے اور جس معرفت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خداوند عالم جل شانہ کو اپنے قلب میں خفیہ و ظاہر باتوں اور باطن کے احوال کا پورا علم جاننا اور اپنے جمیع اعمال کے پورے اکتساب پر زبردست رقیب (نظر رکھنے والا) سمجھنا کیونکہ اسرارِ قلوب اس پر ایسے عیاں ہوتے ہیں جیسے نصف النہار کا سورج، بلکہ ہر ذرہ کی حرکت و حقیقت اس سے ہر لحظہ پوشیدہ نہیں۔“

الغرض مراقبہ بھی ایک ایسا راستہ ہے کہ جس پر چل کر سالک عرفان الہی کی منزل پر پہنچ جاتا ہے ملک ملکوت پر تصرف کرنے لگتا ہے۔ اسرار و قلوب اس پر منکشف ہوتے ہیں اور اسے عجائب و غرائب غیبیہ مشاہدہ میں آتے ہیں حضرت خواجہ مشکل کشا بہالدین نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”عارف باللہ جن اسباب و علائق سے حق تعالیٰ کی راہ پاتا ہے ان میں سے ایک مراقبہ بھی ہے۔ جس کو اہل اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے یعنی مخلوق کی رویت کو بھول کر ہمیشہ خالق کی طرف دیکھنا مراقبہ کہلاتا ہے۔ حضرات صوفیائے کرام اور اولیاء عظام ہر چہار سلسلہ نے اپنے اپنے طریق کار کے مطابق اقسام مراقبہ بیس سے زیادہ بیان فرمائے ہیں۔ تفصیل ملاحظہ کرنا مقصود ہو تو قارئین حضرات، حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی اصل کتاب ’الفقر فخری‘ کی طرف رجوع فرمائیں۔“

☆ = ☆ = ☆

وجد تو اجد اور وجود

حصول علم لدنی (علم الہی) کے اسباب میں وجد، تو اجد اور وجود بھی ہے۔ یہ مسرت و شادمانی اور رنج و ملال کی کیفیات کے نام ہیں جن کا نزول اللہ جل شانہ کی طرف سے قلوب پر ہوتا ہے۔

وجد دو طرح کا ہوتا ہے اول وہ جو بالمشاہدہ اور دوسرا جو بلا مشاہدہ ہو جو مشاہدہ سے خالی ہو۔ وہ قطعاً کذب و دروغ ہوتا ہے اور جو مشاہدہ کے ساتھ ہو تو وہ ارواح کی پاکیزگی اور ان کی لطافت کی دلیل ہے۔ مطلب یہ کہ جن کی رو میں پاکیزہ اور لطیف ہوتی ہیں انہیں وجد بالمشاہدہ ہوگا۔ اور وہ سچا ہوگا اور جن کی ارواح کو یہ درجہ حاصل نہیں ان کو وجد بغیر مشاہدہ کے ہوگا۔ اور وہ جھوٹا اور بے حقیقت ہوگا حضرت صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز "الفقر فخری" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "بزرگانی طریقت نے فرمایا ہے کہ وجد کی ابتداء حجابات کا اٹھ جانا۔ تجلیات حق کا مشاہدہ کرنا، فہم کا حاضر ہونا، اسرار غیب کا ملاحظہ اور گم گشتگی و تنہائی کو پسند کرتا ہے۔ وجد کی شرط یہ ہے کہ اس کے سبب سے اوصاف بشریت منقطع ہو جائیں۔ اور جس وجد میں بشریت کا فقدان حاصل نہ ہو، وہ وجد وجد نہیں ہے" حضور اقدس قبلہ دارین سپد و مرشدی "وجود" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "وجود کے تین معنی ہیں اول وجود علم لدنی (علم لدنی کا پانا) جیسے علم شواہد قطع ہو جائیں اور مکافہ حاصل ہو جائے۔ دوم وجود حق (صحیح لدنی پالینا) جس سے پھر انقطاع نہ ہو سکے۔ سوم وجود سر جب بندہ کو مکافہ جمال حاصل ہو جاتا ہے تو اس کے دل میں سکر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی روح میں خوشی پیدا ہو جاتی ہے اور سر ظاہر ہوتا ہے۔"

استخارہ

استخارہ بھی ایک طریقہ ہے جس سے باطنی علوم حاصل ہوتے ہیں۔ اور مغیبات

کشف ہوتے ہیں۔

☆..... حضرت مخدوم خواجہ گنج بخش علی الجبوری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ استخارہ کی تعریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ان آداب کی نگہداشت ہے جس کا اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیرووں کو اس نے حکم دیا ہے۔ اور فرمایا ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ط
 ”جب تو قرآن پڑھنے لگے تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کر۔“

(پارہ ۱۴ سورہ النحل: آیت ۹۸)

استعاذہ (شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگنا) استعانت (ہر بات میں اللہ کی مدد چاہنا) اور استخارہ (اللہ سے خیر طلب کرنا) سب کے معنی طلب خیر کرنا اور اپنے تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا۔ اور طرح طرح کی الفتوں سے نجات پانا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں جس طرح قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اسی طرح استخارہ کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ جب بندہ جانتا ہے کہ تمام کی بہتری اس کے کسب اور اس کی تدبیر پر موقوف نہیں۔ تو اس سے مدد مانگنے کے سوائے اور کیا چارہ کار ہو سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تمام کاموں میں بندہ اللہ سے استخارہ کیا کرے تاکہ وہ اس خسارہ سے محفوظ رکھے۔

بعض اوقات بندہ اپنے لئے وہ پسند کرتا ہے۔ جو اس کے لئے خدا کے علم کے مطابق مضر ہوتا ہے اور کبھی بندہ کسی چیز کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ حالانکہ وہی چیز اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے۔

☆ رب تعالیٰ فرماتے ہیں

وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُهُ شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّهُ
شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ -

”اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بڑی لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ (پارہ ۲ سورۃ بقرہ آیت ۲۱۶) اس لئے بندہ کو لازم ہے کہ نفس امارہ اور شیطانی شر سے محفوظ رہے اور خسارہ و خلل اور آفات سے بچنے کے لئے اپنے معاملات کے لئے ہر طرح نفع بخش ہو۔ یہ جو کچھ بھی استخارہ کے ذریعہ معلوم ہوگا یہ علم باطنی یعنی علم الہی ہوگا۔ جو رب تعالیٰ نے اپنے بندے کو سکھایا۔ قرآن اصطلاح میں اس کا نام علم لدنی ہے۔

استخارہ کسی طریقوں سے کیا جاتا ہے اور ایک طریقہ بذریعہ نماز ہے۔ جسے نماز استخارہ کہا جاتا ہے اس کی دو رکعتیں ہیں جب کوئی مہم پیش آئے اور اس کے کرنے اور نہ کرنے میں متردد ہو تو تازہ وضو کر کے اس طرح دو رکعت پڑھنا چاہئے۔ اول رکعت میں سورۃ کافرون اور دوسری میں قل اللہ احد پڑھے ختم نماز یہ دعا پڑھے۔ اور اس کے اول و آخر ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور تین دفعہ درود شریف پڑھے۔

دعا

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ
مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ
الْغُيُوبِ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي
وَدُنْيَايَ وَعَاقِبَةِ أَمْرِي فَاقْدِرْ وَسَلِّمْ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ وَإِنْ
كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَعَاقِبَةِ

أَمْرِي فَاصْرِنَهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ
ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ -

”اے اللہ تحقیق میں تجھ سے بھلائی مانگتا ہوں تیرے علم کے ساتھ اور قدرت مانگتا ہوں تیری قدرت کے ساتھ اور تیرا بڑا فضل مانگتا ہوں، بیشک تو قادر ہے۔ اور میں قادر نہیں ہوں اور تو جانتا ہے میں نہیں جانتا ہوں۔ اور تو بہت جاننے والا ہی چھپی باتوں کا۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے اس کام کو اچھا میرے لئے دین اور میرے دنیا میں اور میرے انجام کار میں تو اس کو مقدر کر میرے لئے اور اس کو میرے لئے آسان کر پھر اس میں میرے لئے برکت دے۔ اور اگر تو جانتا ہے اس کام کو برا، میرے لئے دین اور دنیا میری میں اور میرے انجام کار میں تو پھیر دے اس کو مجھ سے اور مجھ کو اس سے۔ اور مقدر کر میری واسطے بھلائی، جہاں ہو۔ پھر مجھ کو اس کے ساتھ راضی کر دے۔“

جب دعا میں ہذا الامر کے الفاظ ادا کرے تو اس وقت دل میں اپنے کام کو یاد کر لے یا زبان سے ہذا الامر کے بجائے اپنا مدعا بیان کرے۔ بہتر یہ ہے کہ سات رات یہ استخارہ کر لے، پھر جو دل میں غیب سے القا ہو اسی میں بہتری ہے۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ اس دعا کو پڑھ کر با وضو قبلہ رخ ہو کر سو جائے۔ اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو سمجھے کہ اس میں بہتری ہے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو اس کام میں بھلائی نہیں۔ (رکن دین) مؤلف کے والد بزرگوار شیخ طریقت حضرت علامہ سید جلال الدین المتخلص بہ جلال چشتی کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے سورۃ العاکثر پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ یہ سورۃ مبارکہ تیسویں پارہ میں ہے۔ عوام کی آسانی کے لئے درج ذیل ہے:

الْهَلِكُمُ الْتَّكَاثُرُ ۝ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۝ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝ (پارہ ۳۰: سورۃ العاکثر)

یہ سورۃ مبارکہ با وضو بوقت شب بستر پر پڑھتا پڑھتا سو جائے ان شاء اللہ حسب

دل خواہ کامیابی ہوگی۔

محبت و عشق

حصول علم لدنی کے جو جو طریقے بیان ہوئے ہیں ان کی کامیابی کا انحصار محبت و عشق الہی پر ہے جتنا جس کو اللہ تعالیٰ سے لگاؤ ہوگا اتنا ہی اس کو القا و الہام کے ذریعہ سے علم الہی حاصل ہوگا اور مغیبات کا کشف ہوگا۔ اور باری تعالیٰ عز اسمہ کے مقرب بندوں میں شمار ہوگا۔

محبت و عشق الہی، محبت عشق مصطفیٰ ﷺ پر منحصر ہے اور محبت عشق مصطفیٰ ﷺ کا دار و مدار آپ کی اتباع اور سنت کی پیروی پر ہے۔

☆ اللہ کریم جل مجدہ کا ارشاد ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

”کہ دے اے محبوب اگر تم اللہ کو دوست رکھنے والے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تمہیں

محبوب بنا لے گا۔“ (پارہ ۳ سورہ آل عمران: آیت ۳۱)

اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کا دعویٰ اتباع مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے ہی صحیح ثابت ہو سکتا ہے اور یہی طریقہ رب تعالیٰ کا محبوب بننے کا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس مفہوم کو یوں بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ کہ جو اللہ کا دوست بننا چاہتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی اپنے اوپر لازم کر لے حضور ﷺ کی پیروی اختیار کرنے سے حضور اکرم ﷺ سے محبت بڑھتی چلی جائے گی اور یہی محبت رب تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ بن جائے گی۔ اور اس طرح مصطفیٰ ﷺ کو محبت رکھنے والا خدا کا محبوب بن جائے گا۔ اور اس کا دعویٰ محبت الہی درست ہوگا۔

☆ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قوت قلب و جگر گرد و نبی از خدا محبوب تر گرد و نبی
رسول اللہ ﷺ کی محبت جس قلب و جگر کی قوت بن جاتی ہے تو اس وقت آپ عاشق کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھ کر محبوب بن جاتے ہیں۔ ایمان والوں کی علامت قرآن حکیم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں لیکن قرآن

ہی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محبت خدا کا دعویٰ رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت اقبال علیہ الرحمۃ کا ”از خدا محبوب تر گردونی“ کہنا بجا اور درست ہے اہل محبت نبی ﷺ کو اس لئے ہر شے سے بڑھ کر محبوب رکھتے ہیں کہ ان کی محبت حصول محبت خدا کا واحد راستہ ہے۔

☆..... حدیث شریف میں مذکور ہے کہ

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَاَلِدِهِ
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں (رسول اللہ ﷺ) تمہارے نزدیک تمہارے ماں باپ، اولاد اور دنیا بھر کے لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔“
پس اس میدان میں عشق محبت مصطفیٰ ﷺ اصل الاصول ہے۔

☆..... حضرت اقبال رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان است بحر و بر در گوشہ دامان است
سوز صدیق و علی از حق طلب زرہ عشق نبی از حق طلب
روح راجز عشق او آرام نیست عشق او روزیست کورا شام نیست
عشق کی حقیقت کیا ہے؟ اور عشق کسے کہتے ہیں؟ اس کے متعلق صوفیائے کرام کے بہت سے اقوال ہیں۔ جن کا خلاصہ عارف باللہ مخدوم حضرت خواجہ علی الہجویری ثم لاہور المعروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ کی کتاب ”کشف المحجوب“ سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

”مشائخ طریقت کے ایک گروہ نے بندہ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے عشق کو جائز رکھا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے عشق کو جائز نہیں رکھا اور یوں کہا کہ عشق اپنے محبوب سے روکنے کی ایک صفت ہے اور بندہ حق تعالیٰ کے ملنے سے روکا گیا ہے اور حق تعالیٰ کو بندے سے ملنے کے لئے نہیں روکا گیا ہے۔ پس بندہ پر اللہ تعالیٰ کا عشق جائز نہیں کیونکہ عشق حد سے تجاوز کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ محدود نہیں اور پھر

متاخرین نے کہا ہے کہ عشق دونوں جہان میں حق تعالیٰ کی ذات کے ادراک کے طالب کے سوا کسی اور کے لئے درست نہیں اور ادراک اللہ تعالیٰ کی ذات تک پہنچنے سے عاجز لہذا اس کے ساتھ محبت و اخلاص درست ہے عشق درست نہیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عشق سوائے معائنہ (آنکھ سے دیکھنے کے) ممکن نہیں اور محبت سننے سے جائز ہے۔ اور چونکہ عشق نظر سے ہوتا ہے اس لئے اس کا اطلاق حق تعالیٰ پر روا نہیں کیونکہ دنیا میں اس کو کوئی شخص نہیں دیکھ سکتا۔“

مولف یہ گزارش کرتا ہے کہ بے شک عشق سوائے معائنہ کے ممکن نہیں اور یہ کہ دنیا میں اس کو کوئی شخص نہیں دیکھ سکتا مگر عاشق ہی کو دیکھنے کی آرزو ضرور رکھتا ہے۔ اگرچہ آنکھ سے اسے دیکھ نہیں سکتا۔ تاہم مظاہر قدرت کو آنکھ سے دیکھتا ہے اور ان میں سے اس کی صفات کو معائنہ کرتا ہے۔ صفت کا دیکھنا اگرچہ ذات کے دیکھنے کے برابر نہیں مگر صفت کا تعلق چونکہ ذات سے ہے اس لئے یہ غلط نہیں ہوگا کہ صفت ذات ہی کا ایک پر تو ہے اور ان صفات ہی سے اس کی ذات کا احساس ہوتا ہے پس صفات کے آئینہ میں عاشق اس کی ذات کو دیکھنے کی تمنا میں اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس جدوجہد میں کوئی کسر باقی اٹھا نہیں رکھتا۔ اب یہ محبوب کی مرضی پر منحصر ہے چاہے تو صفات کا پردہ اٹھا کر وہ اپنی ذات کا معائنہ کرادے یا پھر محبوب کو اسی تک ودو میں لگا رہنے دے حتیٰ کہ وہ وقت آجائے کہ محبوب تمام حجاب اٹھا کر اپنے جمال ذات سے اسے سرفراز فرمائے۔

عشق حقیقی کی شناخت

سلطان العارفين حضرت مولانا خواجہ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ عاشق کی

شناخت کے بارے میں فرماتے ہیں:

عاشقی را شش نشان است اے پر	آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
گر ترا پسند سے دیگر کدام	کم خوردن کم گفتن و خفتن حرام
عاشقی پیدا است از زاری دل	نیست بیماری چو بیماری دل

”اے بیٹے، عشق حقیقی کی چھ علامتیں ہیں، مریض عشق بات بات پر سرد آہیں بھرتا ہے۔ اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ اور اس کی آنکھوں سے اشک رواں رہتے ہیں۔ اس کی خوراک برائے نام ہوتی ہے۔ وہ بہت کم باتیں کرتا ہے۔ اور اس پر نیند حرام ہوتی ہے، عشق کا اظہار دل کی گریہ و زاری سے ہوتا ہے اور دل کی بیماری کے برابر کوئی بیماری نہیں۔“

عشق حقیقی کا نتیجہ

علت عاشق علتها جدا است عشق اضطراب الاسرار خدا است
 ”عاشق کی بیماری تمام بیماریوں سے بالکل الگ تھلگ ہے اور عشق اسرار الہی کا ایک اضطراب ہے۔“

☆..... مولانا محمد نذیر صاحب عرشی نقشبندی مجددی اضطراب کی شرح میں فرماتے ہیں:
 ”علم اضطراب ایک علم کا نام ہے۔ جس سے سورج کی بلندی اور ستاروں کی گردش وغیرہ کا حال معلوم کرتے ہیں۔ نیز ایک خاص صورت کا آلہ ہوتا ہے جس کی مدد سے ان امور کا انکشاف ہوتا ہے اسی کو بھی اضطراب کہتے ہیں۔“

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ عشق کو ایسا اضطراب (آلہ) قرار دیتے ہیں کہ اس کے ذریعے اسرار الہی اور خفیہ بھید منکشف ہوتے ہیں اور ملکوت السموات والارض کی حقیقتیں بے نقاب ہوتی ہیں۔ بلکہ عاشق عشق الہی کی وجہ سے ایک ایسا اضطراب بن جاتا ہے کہ اس سے معرفت الہیہ کے سربستہ رازوں کا انکشاف ہونے لگتا ہے۔

یہ انکشافات جس علم کے تحت ہوتے ہیں اسے علم لدنی کہتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے سکھائے بغیر سیکھا نہیں جاتا۔

علم آں باید کہ آید از خدا در درون انبیاء و اولیاء

☆=☆=☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مثنوی

(از مولف)

حمد و نعت

نیست ممکن از بشر حمد خدا
هر چه گوید حق بود از آں در
هر که از سر تا پیا باشد اسیر
از زبانش کے بود وصف قدیر
اے خدا بر مصطفیٰ صدها درود
از وجودش عالم آمد در وجود
پیکر خاکی چه و اندیشان نور
عقل انسانی ندارد این شعور
کن کرم بر حال زارم اے کریم
من خطا کار و اثم و تو رحیم
از پئے روح نبی ﷺ اے ذوالجلال
درود عالم دور دار از من زوال

در مدح شیخ

روبه پیش اولیاء با اعتقاد
تا شوری از زمره عال نژاد
در وجود اولیا کن غور و فکر
تا بنی . از نظر اثمار ذکر
اولیاء بستند . نور کبریا
خاک پائے شاں ثمر خاک شفا
دامن مرد قلندر را بگیر
تارسد در دست تو دست قدیر
پر تو شمع علی المرتضیٰ
آں قلندر مقصدائے اولیاء
آں قلندر قطب وقت و غوث وقت
صاحب ملک ولایت تاج و تخت
آہل دنیا ، اہل دین را بد امام
آں قلندر تاج فرق اصفیاء
زندہ شد از وے جہان سہرورد
آں قلندر نائب شیخ شہاب
یافت نزہت بوستان سہرورد
تایش او ذرہ را دروانہ کرد
در تصوف بود مثل آفتاب
خاک را بر رفعت شاہانہ کرد

شد و جودش در ہم اکسیر من
سربہ خم بر آستانش قاہری
آں قلندر داشت بخت ارجمند
یافت مقصد ہر گدائے مسمند
ظاہراز ظلمت کدہ تنویر کرد
تانہ شد مرد قلندر را مرید

آں قلندر مرشد من پیر من
شد از و جاری فیوض قادری
چشتیاں ہم از وجودش بہرہ مند
از تنش بارید فیض نقشبند
پیر من پیدا از خاک اکسیر کرد
ایں ریاض ہر گز نہ دلہارا خرید

عشق

او رسید از ابتدا تا انتہا
نقشہا آید نظر در آب و گل
تشنہ کا ماں را دید در ایام
نغمہایش از شکر شیریں بود
چشم را از دید دنیا دوختن
وز جہاں رفتن، بحق واصل شدن
دین و دنیا را فدائے تو کنم
از نگاہ لطف بنگر سوئی ما
ذره را از فیض او کن آفتاب
حاجت، ایں مفلس و مسکین برآر
سوئے دست لطف تو ناظر شدہ
قوت شاہیں بدہ دراج را
عشق! ہستی مظہر نصر صد
بشنود ہر دم لطفش راز عشق
شمع نورت دردی روشن کن چوروز
از ہمہ ست و بحق پیوستہ شد
در درویش می سراید ساز عشق

ہر کہ او را عشق آمد رہنما
عشق بردار حجاب از چشم دل
می فروز و عشق در دلہا چراغ
ساز دل از عشق متحرک شود
عشق چہ بود؟ از سر خود تاختن
عشق چہ بود؟ از خود تاختن
شادباش اے عشق قربانت شوم
الغیاث اے عشق کن دارئی ما
در نگاہ من ضیاء حق بتاب
من غریبم، عشق تو سرمایہ دار
برورت این لے نوا حاضر شدہ
از درت واپس مکن محتاج را
مگر شیطان غالب آمد المدد
خوشرآں دل دردی ساز و ساز عشق
آتش الفت بیا قلمم بسوز
ہر کہ در نار محبت کشتہ شد
ہر درگوشش فدآواز عشق

قصیدہ معراجیہ

ہطیم کعبہ میں لیٹے ہیں سرورِ عالم وہ فخرِ حضرتِ حوا وہ نازشِ آدم
وہ پیشوائے زمانہ وہ ہادیِ اکرم وہ ماہتابِ نبوت وہ نیرِ اعظم
شعاعیں نور کی اٹھتی ہیں فرش سے پیہم
جنھیں فلک کے ستارے سلام کہتے ہیں

پیامِ حق لئے آتے ہیں حضرت جبریل علیہ السلام براق ساتھ ہے جس کا نہیں ہے کوئی مثل
اب سے جھک کے یہ کہتے ہیں لے حبیبِ خلیل تو وہ ہے تجھ پہ نبوت کی ہو چکی تکمیل
تجھے بلاتا ہے عرشِ علی پہ ربِ جلیل
بلندیوں کے نظارے سلام کہتے ہیں

ہوا ہے نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح سے ظہور، کہ جیسے ڈھانپ لے تاریکیوں کو مشعلِ نور
اٹھی نگاہِ جدھر ہے ادھر ہی جلوہٴ طور جہاں کی ظلمتیں اک آن میں ہوئیں کافور
نقابِ رخ جو اٹھاتے کبھی کبھی ہیں حضور
تو نور والے اشارے سلام کہتے ہیں

رکاب پکڑے چلے جارہے ہیں جبرائیل علیہ السلام بگام تھامے بڑھے جارہے ہیں میکائیل علیہ السلام
عقب میں حاشیہ بردار خود ہیں اسرافیل علیہ السلام ہے دائیں بائیں فرشتوں کا ایک غولِ جمیل
اٹھائے ہاتھ میں ہر ایک نور کی قدیل
رسولِ پاک کو سارے سلام کہتے ہیں

حرم سے نکلے تو اقصیٰ میں جا قیام کیا مسافر رہ اسرئٰی نے کیا مقام کیا
تمام نبیوں نے بڑھ کر انہیں سلام کیا بنے وہ مقتدی اور آپ کو امام کیا
سلام پھیرا تو ہراک نے یوں کلام کیا
اے عرب کے چاند یہ تارے سلام کہتے ہیں

سر پر عرش پہ جس دم شہِ عرب پہنچے خدا کے خاص پیمبرِ حبیبِ رب پہنچے

نجات امتِ عاصی کی لے طلب پہنچے لقائے حق کی تمنائے وہ جب پہنچے

اُٹھے حجابِ ندا آئی کیا عجب پہنچے

تمہیں یہ جلوے ہمارے سلام کہتے ہیں

گزر مقامِ دنیٰ پر جو مصطفیٰ کا ہوا تو اُذنِ منیٰ کی آتی تھی ہر قدم پہ صدا

قدم میں آپ کے تیزی تھی برق سے بھی سوا بڑھے حضور یہاں تک کہ فاصلہ نہ رہا

مقامِ قرب میں پہنچے تو خود خدا نے کہا

یہ لامکاں کے نظارے سلام کہتے ہیں

رُکے جو سدہ پہ جبریل شہ نے فرمایا بڑھو کہ رُکنا تمہارا ہمیں نہیں بھایا

کیا یہ عرض ملا کس کو آپ ساپایا یہاں سے بڑھنے کا موقع مجھے نہیں آیا

حضور کو تو خدا نے ہے آپ بلوایا

وصالِ حق کے اشارے سلام کہتے ہیں

رکا براق تو حاضر ہوا وہیں رُفرف زہے عروجِ محمد زہے یہ عزّ و شرف

حضور پہنچے وہاں تھی جہاں نہ جہت و طرف ہوئی جو وحی سنی آپ نے حرف بہ حرف

عجب نظارا ہے محبوبِ کبریا کی طرف

افق سے نور کے دھارے سلام کہتے ہیں

نبی پاک سے کیں حق نے راز کی باتیں سنیں بٹھا کے محبت سے ناز کی باتیں

تمام کہدیں نشیب و فراز کی باتیں ریاضِ پوچھ نہ کچھ بے نیاز کی باتیں

اس ایک بات پہ تھیں ختم ناز کی باتیں

سنو! کہ ہم تمہیں پیارے سلام کہتے ہیں



اظہار تشکر

اللہ تعالیٰ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی فضل و کرم سے ایوانِ حمد و نعت و منقبت سہروردیہ فاؤنڈیشن انٹرنیشنل ”کلامِ ریاض“ اور ”دیوانِ ریاض“ کے بعد پیر و مرشد امام انقلاب نعت، لسانِ حسان حضرت علامہ مولانا سید محمد ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف کے موضوع پر معرکہ الآراء تصنیف ”علم لدنی“ کو عوام الناس تک پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ میں اس سلسلے میں ایوان کے سرپرست عالمی شہرت یافتہ ثناء خوان، سفیر سلسلہ سہروردیہ پیر الحاج قاری سید محمد فصیح الدین سہروردی اور آپ کے لختِ جگر گلِ ریاض رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ماہتاب سہروردیہ الحاج صاحبزادہ سید محمد زین العابدین سہروردی کا بے حد مشکور ہوں جن کی ذاتی کوششوں اور بھرپور تعاون سے ہمیں ”علم لدنی“ جیسی شاہکار تصنیف کو عشاقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے کا شرف حاصل ہوا میں ایوان کے جملہ اراکین اور حضرت کرماں والا بک شاپ کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اس کارِ خیر میں ہمارا ساتھ دیا۔

آخر میں میری اللہ رب العزت سے یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پیر و مرشد امام انقلاب نعت، لسانِ حسان حضرت علامہ سید محمد ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کو بلند و بالا فرمائے اور ہمیں اور ہماری اولاد بالخصوص سید محمد فیصل شاہ سہروردی، سید عادل شاہ سہروردی، سید محمد شاہ سہروردی، سید احمد جہاں سہروردی، محمد عبداللہ سہروردی، محمد زین العابدین سہروردی، محمد ودود علی سہروردی، محمد شائل سہروردی، شبیر حسین سہروردی، محمد احمد سہروردی اور دیگر کو اس سے مستفید فرمائے اور ہمیں امام انقلاب نعت حضرت علامہ سید محمد ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعاؤں کا طالب

سید محمد سلیم شاہ سہروردی الحسینی

صدر ایوانِ حمد و نعت و منقبت سہروردیہ فاؤنڈیشن انٹرنیشنل لاہور

☆ = ☆ = ☆

